فہم القرآن سیریز نمبر 1

www.KitaboSunnat.com

پارہ 3

تِلْكَ الرُّسُلُ

سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

رکوع نمبر1

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ(253) ﴾

''یہ سب رسول ہیں ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کو اس نے درجات میں بلند کیا اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور ہم نے روح پاک کے ساتھ اس کو قوت عطا کی اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ جو ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے ،اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آئیں،لیکن انہوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے کوئی ایمان لایا اور ان میں سے کسی نے کفر کیا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔''(253)

سوال1:﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ ''یہ سب رسول ہیں ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب کردہ انسان تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا،سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(الحج:75)﴿2﴾ سب رسولوں کے اعمال صالح تھے اور وہ انسانوں کو نفع پہنچاتے تھے۔﴿3﴾ رسول براہ راست اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی پاتے تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔(الانبیاء:25)﴿4﴾ **﴿ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾** ''ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے'' اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو تمام لوگوں پر فضیلت دی کہ رسولوں پر وحی نازل کی۔انہوں نے تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔﴿ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ ﴾ یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے۔(بنی اسرائیل:55)﴿6﴾ صحیح ابن حبان کی ایک حدیث میں معراج کے بیان میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے الگ الگ کس نبی کو کس آسمان میں پایا؟ یہ رسولوں کے مرتبوں کی کمی بیشی پر دلیل ہے۔﴿7﴾ صحیح بخاری میں اس وضاحت کے بغیر کہ رسول اللہ ﷺ نے کس آسمان پر کس نبی کو پایا، یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف آسمانوں پر مختلف انبیاء علیہم السلام کو پایا۔(بخاری:3342)

سوال2: رسالت کا فریضہ کیسے ادا کیا جاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ رسول براہ راست فرشتے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی حاصل کرتے رہے۔﴿2﴾ رسول انسانوں کو تعلیم دیتے رہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوران کے نفوس کو پاک کرتے رہے۔﴿3﴾رسول اللہ تعالیٰ کی توحیداوراس کی عبادت کی دعوت دیتے رہے اورشرک سے بچاتے رہے۔﴿4﴾رسول چارکام کرتے رہے:(الف) اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیات تلاوت کرتے رہے۔(ب) کتاب کی تعلیم دیتے رہے۔(ج)حکمت کی تعلیم دیتے رہے۔(د)انسانوں کے نفوس کا تزکیہ کرتے رہے۔﴿5﴾رسولوں نے پاک بازافرادکی تربیت کی جوانسانیت کی راہ نمائی کرتے رہے۔

سوال3: کیاانبیاءکوایک دوسرے پرفضیلت دی جاسکتی ہے؟

جواب:﴿1﴾فضیلت دینااللہ تعالیٰ کا کام ہے بندوں کانہیں،بندوں کا کام سن کرایمان لانااوراطاعت کرناہے۔﴿2﴾نبی ﷺ نے فرمایا:پیغمبروں کوایک دوسرے پرفوقیت نہ دو۔(بخاری،مسلم)﴿3﴾سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان اور یہودی میں جھگڑا ہوگیا کیونکہ یہودی نے مسلمان کے سامنے اس طرح قسم کھائی کہ اس کی قسم جس نے موسیٰ کو دنیا والوں میں منتخب کیا۔مسلمان سے ضبط نہ ہوسکااور یہودی کے چانٹامارااور بولا کیارحمت عالم ﷺ پربھی!یہودی نے رحمت عالم ﷺ سے شکایت کی،آپ ﷺ نے فرمایا:مجھے موسیٰ علیہ السلام پرفوقیت نہ دو،کیونکہ قیامت کے دن تمام لوگ بے ہوش ہوجائیں گے پھرمجھے سب سے پہلے ہوش آئے گااورمیں موسیٰ کوعرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا۔معلوم نہیں وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئیں گے یاطوروالی بے ہوشی کے بدلے میں بے ہوش ہی نہیں ہوں گے۔(صحیح بخاری:3408)﴿4﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کومنبر پر یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا،آپ ﷺ نے فرمایا:مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤجیسے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کونصاریٰ نے ان کے مرتبے سے زیادہ بڑھادیا ہے۔میں توصرف اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں،اس لیے یہی کہا کرو(میرے متعلق) کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اوراس کا رسول ہوں۔(صحیح بخاری:3445)

سوال 4: ﴿مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ ''ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیااوربعض کواس نے درجات میں بلندکیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ﴾''ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا''اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام سے کلام کیا،سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے طور پہاڑ پراور سیدنا محمد ﷺ سے معراج والی رات میں کلام کیا جیسا کہ ابن حبان کی ابوذر رضی اللہ عنہ والی حدیث سے ثابت ہے۔(مختصرابن کثیر:166/1)﴿2﴾﴿وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾''اوربعض کواس نے درجات میں بلندکیا''اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کودوسرے انبیاء سے افضل بنایااورآپ ﷺ میں وہ تمام فضائل جمع فرمادیے جودوسرے رسولوں کوالگ الگ ملے تھےاورآپ ﷺ کوایسے مناقب بخشے جن کی وجہ سے آپ اولین اورآخرین سے اشرف قرار پائے۔(تفسیرسعدی:302/1)﴿3﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن میں سیدنا آدم علیہ السلام کی اولادکاسردارہوں گااورسب سے پہلے میری قبرکھلے گی اورسب سے پہلے میں شفاعت کروں گااورسب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔''(مسلم:5940)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال5: ﴿ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ﴾ اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت نہ دو'' دونوں کے درمیان کیا مطابقت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دونوں کے درمیان مطابقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو فضیلت دی ہے اور یہ حق ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کی فضیلت کے بارے میں اس کے مطابق اعتقاد رکھا جائے مگر نبی ﷺ کی فضیلت اس طرح بیان نہیں کرنی کہ کسی نبی کی شان میں کمی ہو۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ نے اپنی امت کو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ادب واحترام سکھایا ہے کہ آپ کو لوگوں کے بارے میں پورا علم نہیں کہ انہیں کس بنیاد پر ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے اس لیے میری فضیلت بھی اس طرح بیان نہیں کرنا کہ کسی نبی کی شان میں کمی ہو۔

سوال6: ﴿ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ ﴾ ''اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو واضح نشانیاں دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جو واضح نشانیاں دیں وہ ان کے معجزات تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کے رسول اور سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف نازل ہونے والا اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی جانب سے آنے والی روح ہیں۔

سوال7: عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو کون سے معجزات عطا کئے گئے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ مردوں کو زندہ کرنا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مٹی کے پرندوں میں پھونک مار کر انہیں زندہ کرنا۔ ﴿3﴾ پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا۔ ﴿4﴾ لوگوں کو ان کے کھانے اور ذخیرہ کرنے کے بارے میں بتا دینا وغیرہ۔

سوال8: ﴿ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ﴾ ''اور ہم نے روح پاک کے ساتھ اس کو قوت عطا کی'' قوت عطا کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قوت عطا کرنے سے مراد ایمان اور یقین ہے جس کے ذریعے انہوں نے وہ فریضہ ادا کیا جو ان پر عائد کیا گیا تھا۔ ﴿2﴾ روح القدس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں جو ہر وقت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے۔

سوال9: ﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ جو ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آئیں، لیکن انہوں نے اختلاف کیا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ جو ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آئیں'' اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی دونوں کے راستے واضح کر دیے اور انسانوں کو کوئی راستہ اختیار کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا بلکہ انسان کو اختیار اور ارادے کی آزادی دی تاکہ انسان کا امتحان لے۔ اس طرح ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ لوگ ہدایت یا گمراہی پر رہنے کا فیصلہ خود کریں۔ ﴿2﴾ ﴿ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا ﴾ ''لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے اختلاف کیا'' رسول کی مخالفت کے لیے جو چیز انسانوں کو جری بناتی ہے وہ یہ سوچ ہے کہ ہم بزرگوں کے وارث ہیں، ہم نے اپنے بڑوں کا دامن تھام لیا ہے، ہمیں کسی اور کی کیا ضرورت ہے ،کسی بھی امت کے زوال کے دور میں لوگ دنیا کی محبت میں مبتلا ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جنت بھی محفوظ رہے۔اس وقت یہ عقیدہ کہ ہم بزرگوں کے وارث ہیں ایک نفسیاتی سہارا بن جاتا ہے۔وہ بزرگوں کے تصور میں یہ سکون پا لیتے ہیں کہ دنیا میں جو جی چاہے کریں ہماری آخرت خراب ہونے والی نہیں ہے۔یہی اعتماد اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی مخالفت پر جری بنا دیتا ہے۔

سوال10: کیا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین میں اختلاف پسندیدہ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین میں اختلاف پسندیدہ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کی رضا تو اسی میں ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت پر عمل کر کے اس کے عذاب سے بچیں۔اسی لیے اس نے کتابیں نازل کیں، انبیاء کا سلسلہ جاری کیا اور بعد والوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری کیا تا کہ لوگ اس کی پسندیدہ راہ اختیار کریں۔

سوال11: ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ﴾ ''تو ان میں سے کوئی ایمان لایا اور ان میں سے کسی نے کفر کیا'' اللہ تعالیٰ کو ہدایت کا راستہ پسند ہے پھر لوگوں میں کوئی مومن اور کوئی کافر کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے چونکہ ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا اس لیے کوئی اپنے اختیار کا صحیح استعمال کر کے مومن بن جاتا ہے اور کوئی اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کر کے کافر بن جاتا ہے۔یہ اختیار انسانوں کو اس کی حکمت اور مشیت سے ملا ہے ورنہ اس کی رضا تو اسی میں ہے کہ لوگ ہدایت کا راستہ اختیار کریں۔

سوال12: ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ لوگوں میں اختلاف نہ ہو، ان کا معاملہ لڑائی تک نہ پہنچے تو وہ آپس میں نہ لڑتے۔رب العزت کا ارشاد ہے:﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے ،تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہو جائیں۔(یونس:99)

سوال13: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو جبراً اختلاف سے کیوں نہیں روکا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اختلاف سے اس لیے نہیں روکا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو امتحان کی غرض سے پیدا کیا اور اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے ارادے اور اختیار کی آزادی دی ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اس امتحان میں کامیابی کے لیے نبی بھیجے تا کہ وہ انسانوں کو سیدھا راستہ دکھائیں۔﴿3﴾ اگر انبیاء علیہم السلام لوگوں کو دین قبول کرنے کے لیے مجبور کرتے تو امتحان ختم ہو جاتا۔﴿4﴾ اگر سب لوگ پیدائشی طور پر ہدایت یافتہ ہوتے تو امتحان کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 14: ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ وہ قدرت رکھتا ہے، بااختیار ہے، قوی ہے کوئی اس کے فیصلے بدل نہیں سکتا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن وہ العادل ہے، وہ الحق ہے۔ اس کا ہر کام حق اور انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ الحکیم ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ ﴿2﴾ آیت میں اس کی تعلیم ہے کہ چھوٹی بڑی، اچھی بری کوئی شے بھی ہو بہر حال مشیت الٰہی سے باہر نہیں۔

رکوع نمبر2

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (254) ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر ہی ظالم ہیں۔'' (254)

سوال 1: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ﴾ اے لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی۔ ﴿2﴾ ﴿ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ ''اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ایمان کا تقاضا پورا کرنے کا حکم دیا ہے کہ اس رزق میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔ ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے صدقے کو ہمارے لئے ثواب کا ذریعہ بنایا۔

سوال 2: ﴿ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ﴾ ''اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ رب العزت نے قیامت کے دن کے لئے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے جب انسان کو نیکیوں کی شدید ضرورت ہوگی اور زمین بھر دولت خرچ کر کے بھی نہ نیکیاں ملیں گی نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات ملے گی۔ ﴿2﴾ وہ دن جب نہ کوئی دوست کام آئے گا نہ سفارش اسی لیے فرمایا کہ اس دن کے آنے سے پہلے صدقہ کر لو۔

سوال 3: ﴿ وَّلَا شَفَاعَةٌ ﴾ ''اور نہ کوئی سفارش ہوگی'' قرآن حکیم نے شفاعت کی نفی کیوں کی ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: قرآن حکیم میں ایک جگہ بھی شفاعت کی تائید نہیں ملتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی جس شفاعت کے قائل تھے اس کے مطابق یہودیت اور عیسائیت قبول کر لینے کے بعد ہر معصیت اور ہر گناہ جائز ہے۔ قرآن مجید اس قسم کی شفاعت کی نفی کرتا ہے۔ البتہ شفاعت ہوگی ضرور۔ اللہ تعالیٰ جس کو اذن دیں گے وہ شفاعت کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ بھی پابند صوم وصلوٰۃ مسلمانوں کی شفاعت کریں گے۔

سوال 4: انفاق کے معاملے کو آخرت کے ہولناک منظر کے ساتھ مربوط کرنے کی حکمت بتائیں؟

جواب: آخرت کا دن کائنات کے مالک کی عظمت وجلال کے ظاہر ہونے کا دن ہے۔ جس دن کوئی سفارش، دوستی، فدیہ یا مدد کام نہیں آئے گی۔ انسان کے شعور کو اس ہولناک دن میں پہنچا کر انفاق کرنے پر ابھارا گیا ہے کہ جب کوئی کام آنے والا نہیں ہوگا تب بندے کا صدقہ اس کا سایہ بنے گا۔ یوں انسان انفاق کا راستہ اختیار کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

سوال 5: ﴿وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور کافر ہی ظالم ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور کافر ہی ظالم ہیں'' ﴿1﴾ اس میں دلیل ہے کہ کافر اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ ظلم سے مراد ہے حق دار کو اس کا حق نہ دینا۔ ﴿3﴾ ایک چیز کو اس کے مقام سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا ظلم ہے۔ ﴿4﴾ کافروں نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا اور اپنے جیسی مخلوق کی عبادت کی۔ ﴿5﴾ کافروں نے حلال کی بجائے حرام کو اختیار کر کے ظلم کیا۔ ﴿6﴾ کافر خود بھی ہدایت کے راستے پر نہ چلے اور دوسروں کو بھی اس راستے سے روک کر ظلم کیا۔ ﴿7﴾ کافر آخرت کا انکار کر کے دنیا میں من مانی زندگی اختیار کر کے آخرت میں ناکامی مول لے کر اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ حق یہ ہے کہ کافر ہی ظالم ہیں۔

سوال 6: انفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ابن جریج نے کہا: اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو مال خرچ کیا جائے خواہ وہ زکوٰۃ ہو یا صدقات انفاق فی سبیل اللہ کہلاتا ہے۔ (الدرالمنثور:571/1) ﴿2﴾ انفاق فی سبیل اللہ سے مراد اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا ہے۔ ﴿3﴾ انفاق فی سبیل اللہ میں زکوٰۃ اور صدقات دونوں شامل ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی بھی انفاق ہے، اہل وعیال کا نان ونفقہ بھی انفاق ہے اور اپنی حیثیت کے مطابق نیک کاموں پر مال خرچ کرنا بھی انفاق ہے۔

سوال 7: رسول اللہ ﷺ کیسے انفاق کیا کرتے تھے؟

جواب: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں مانگیں تو آپ ﷺ نے اسے اتنی ہی بکریاں عطا فرما دیں۔ وہ آدمی اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے قوم! اسلام قبول کر لو۔ اللہ کی قسم! محمد ﷺ اس قدر عطا فرماتے ہیں کہ پھر محتاجی کا خوف ہی نہیں رہتا۔ (مسلم:6021)

سوال 8: انفاق کرنے کا مقصد کیا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ انفاق کرنے کا بنیادی مقصد اپنے رب کو راضی کر کے اپنے دل کی تنگی کو دور کرنا ہے۔ ﴿2﴾ آخرت کی کامیابی کے لیے کوششیں کرنا ہے۔ ﴿3﴾ انفاق کرنے کا مقصد اسلام کی بقاء کے لیے کی جانے والی کوششوں میں اپنا حصہ ڈالنا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم کی ترویج واشاعت کے لیے مال لگا کر ماحول کی اصلاح کے لیے کی جانے والی کوششوں میں اپنا حصہ ڈالنا ہے۔

سوال 9: رسول اللہ ﷺ نے کیسے صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں سوائے تین اعمال کے: صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ (صحیح مسلم :4223) ﴿2﴾ سیدنا ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت والے دن کسی بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے (پانچ چیزوں کی بابت) نہ پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے متعلق کہ اس نے اسے کن کاموں میں ختم کیا؟ اس کے علم کے متعلق کہ اس کے مطابق کیا کیا؟ اس کے مال کے بارے میں اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے جسم کے بارے میں کہ کن چیزوں میں اسے بوسیدہ کیا (کھپایا)؟'' (جامع ترمذی:2417) ﴿3﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔'' (بخاری:6442) ﴿4﴾ عَنْ عَدِيِّ بنِ حَاتِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ :اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقے) کے ساتھ ہی۔'' (بخاری:6023) ﴿5﴾ ایک دفعہ نبی ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تکبیر ہوچکی تھی لیکن آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہیں چھوڑ کر گھر تشریف لے گئے، تھوڑی دیر کے بعد آئے اور نماز پڑھائی۔ کسی نے اس بے وقت گھر جانے کی وجہ پوچھی تو نبی ﷺ نے فرمایا: گھر میں ایک سونے کا ٹکڑا پڑا رہ گیا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو وہ گھر میں پڑا رہے اور میں چل بسوں۔'' (بخاری:851)

سوال 10: اسلام کو اختیار کرتے ہی انفاق (صدقہ کرنے) کا حکم ملتا ہے۔ اسلام کو انفاق کی قیمت پر اختیار کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اسلام کو انفاق کی قیمت پر اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انفاق کرنے والا اسلام سے مخلص ہے اور اسلام کے معاملے میں سنجیدہ ہے۔

سوال 11: انفاق (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ) نہ کرنے کا نقصان کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انفاق (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ) نہ کرنے والا ہمیشہ اندھیرے میں رہتا ہے، اسے اسلام کا مقصد ہی سمجھ نہیں آتا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے کو شیطان بہکا کر ایسے راستے پر چلاتا ہے جس کی آخری منزل جہنم ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں خرچ نہ کرنے والا آخرت کے معاملے کو سادہ معاملہ سمجھنے لگتا ہے اور چند ظاہری کاموں کو آخرت کی نجات کے لیے کافی سمجھنے لگتا ہے۔
﴿4﴾ انفاق (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ) نہ کرنے سے انسان کے دل سے نیکیاں کرنے کی خواہش نکل جاتی ہے۔

سوال 12: اہل ایمان سے صدقہ کرنے کا مطالبہ کس نوعیت کی اپیل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایک محبت بھری اپیل ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک روحانی رابطہ ہے۔ ﴿3﴾ اپیل یہ ہے کہ جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس کا ایک حصہ ہمیں دے دو، آخر ہم ہی دینے والے ہیں۔ ہم اپنے دیے ہوئے میں سے کچھ مانگ رہے ہیں۔ ﴿4﴾ توجہ دلائی جارہی ہے کہ ایسے مواقع بار بار نہیں آتے۔ اگر تم نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر یہ مواقع نصیب نہیں ہوں گے۔ یہ آخری موقع ہے، اگر یہ ہاتھ سے نکل گیا پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ ﴿5﴾ توجہ دلائی جارہی ہے کہ مال نفع بخش بزنس میں لگ رہا ہے۔ اس کے بعد کوئی دوستی، کوئی سفارش اس نقصان کی تلافی کے لیے نہیں ہے۔ ﴿6﴾ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیا جائے گا ہر شخص اپنے صدقے کے سائے تلے رہے گا۔ (مستدرک حاکم) ﴿7﴾ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ اہل قبور سے گرمی کو ختم کرتا ہے اور مومن قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے تلے ہوگا۔ (طبرانی)

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (255) ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہمیشہ زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے، اس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں سفارش کرے، وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔'' (255)

سوال 1: آیت الکرسی کا موضوع کیا ہے؟

جواب: آیت الکرسی اسلامی نظام زندگی کے بنیادی تصور توحید کے موضوع پر ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفات کریمہ اور عظیم مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

سوال 2: آیت الکرسی کی فضیلت بیان کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ ترمذی میں ہے ہر چیز کی کوہان اور بلندی ہے اور قرآن کی بلندی سورہ بقرہ ہے اور اس میں بھی آیت الکرسی تمام آیتوں کی سردار ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس سوال پر کہ سارے قرآن میں سب سے زیادہ بزرگ آیت کون سی ہے؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خوب معلوم ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ آیت آیت الکرسی ہے۔ (ابن مردویہ) ﴿3﴾ سیدنا ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا سب سے زیادہ علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر یہی سوال کرتے ہیں۔ بار بار سوال کرنے پر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں: آیت الکرسی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ابوالمنذر! اللہ تعالیٰ تجھے تیرا علم مبارک کرے۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آیۃ الکرسی کی زبان ہوگی اور ہونٹ ہوں گے اور یہ بادشاہ حقیقی کی تقدیس بیان کرے گی اور عرش کے پایہ سے لگی ہوگی۔ (مسند احمد) ﴿4﴾ آیت الکرسی میں اسم اعظم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 351/1) ﴿5﴾ آیت الکرسی پڑھنے سے شیطان دور ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سورہ البقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآن کریم کی تمام آیتوں کی سردار ہے جس گھر میں وہ پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے وہ آیت، آیت الکرسی ہے۔ (مستدرک حاکم) ﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صدقہ فطر کے غلہ کی حفاظت پر مجھے مقرر کیا، ایک شخص آیا اور دونوں ہاتھوں سے غلہ لپ بھر بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پھر انھوں نے آخر تک حدیث بیان کی۔ اس چور نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر سونے کے لیے لیٹنے لگو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک نگہبان مقرر ہو جائے گا اور شیطان تمہارے قریب صبح تک نہ آسکے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بات تو اس نے سچی کہی ہے اگرچہ وہ خود جھوٹا ہے۔ وہ شیطان تھا۔ (صحیح بخاری: 3275) ﴿7﴾ نماز کے بعد پڑھنے والے اور جنت کے درمیان صرف موت حائل ہوتی ہے۔ ﴿8﴾ نماز کے بعد پڑھنے سے آئندہ نماز تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہوتی ہے۔ ''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لے اسے جنت میں جانے سے کوئی چیز نہیں روکے گی سوائے موت کے۔'' (ابن مردویہ) ﴿9﴾ بستر پر لیٹتے وقت آیت الکرسی پڑھنے والے کے ساتھ ایک محافظ فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ (بخاری: 2311) ﴿10﴾ صبح کے وقت آیت الکرسی پڑھنے والا شام تک، شام کے وقت پڑھنے والا صبح تک شیطان کے شر سے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔

سوال 3: آیت الکرسی کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: آیت الکرسی میں اسلامی زندگی کی بنیاد بننے والے عقائد و تصورات کی وضاحت کی گئی ہے۔ جب تک بنیاد ٹھیک نہ ہو عمارت درست نہیں ہو سکتی، اسی طرح جب تک انسان کے ذہن میں صحیح عقیدہ نہیں جمتا اس وقت تک زندگی کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی توحید و صفات کو نہایت خوب صورتی اور نزاکت سے بیان فرمایا ہے جس سے ایک طرف تو رب ذوالجلال کی عظمت و عزت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف تمام شبہات جو اس کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کے دلوں میں تھے، دور ہو جاتے ہیں۔(سراج البیان:98,99/1)

سوال4: ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے لہٰذا ہر قسم کی عبادت اور اطاعت اسی کے لئے ہونی چاہئے کیونکہ وہ تمام صفات سے متصف اور عظیم نعمتیں دینے والا ہے۔﴿2﴾ بندے کا حق یہ ہے کہ اپنے رب کا بندہ بن کر رہے، اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے، اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے بچتا رہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے باطل ہے لہٰذا اس کے سوا ہر ایک کی عبادت باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز مخلوق اور ناقص، ہر لحاظ سے محتاج ہے لہٰذا کسی قسم کی عبادت کا حق نہیں رکھتی۔(تفسیر سعدی:304/1)﴿4﴾ اس جملے میں نفی اور اثبات ہے۔نفی اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں اور اثبات اس بات کا ہے کہ ہر قسم کی الوہیت وعبودیت کے حق دار صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں۔﴿5﴾ امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حیی وقیوم کے علاوہ کسی بھی چیز کی عبادت کی ممانعت ہے۔(تفسیر طبری:386/5)﴿6﴾ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس بات کی خبر ہے کہ وہ تمام مخلوقات کے لیے تنہا الوہیت والے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:330/1)﴿7﴾ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:﴿ الٓمّٓ ۙ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ ا۔ل۔م۔اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے۔(آل عمران:1,2)﴿8﴾ رب العزت کا ارشاد ہے:﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے!(النساء:87)﴿9﴾ رب العزت کا ارشاد ہے:﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ڶ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔(التوبہ:129)﴿10﴾ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے لیے بہترین نام ہیں۔(طٰہٰ:8)﴿11﴾ امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس آیت کریمہ میں عقیدہ توحید کا اثبات اور ان سب گروہوں کی تردید ہے، جن کے باطل عقائد پہلے تفصیل سے بیان کے گئے ہیں اس آیت میں سب سے جلیل القدر، سب سے بڑی عظمت والی، سب سے زیادہ عدل وانصاف والی اور سب سے سچی گواہی ہے جو کہ سب سے بڑی شان وعظمت والے اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی قدر ومنزلت والی بات عقیدہ توحید کی دی ہے۔(بدائع التفسیر:217/1)﴿12﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر یا ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ان میں سے سب سے بڑی فضیلت والی ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ شاخ ہے اور سب سے کم رتبے والی راستے سے اذیت کو ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔''(صحیح مسلم:58)﴿13﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا:''جب کبھی بھی بندہ کبائر سے اجتناب کرتے ہوئے اخلاص سے (یعنی ریاکاری اور دکھاوے کے لیے نہ کہا جائے ایمان ویقین کے ساتھ کہے)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ﴾ کہتا ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ کلمہ توحید عرش تک پہنچ جاتا ہے۔''(ترمذی:3824)﴿14﴾سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ﴾ ہے''(ترمذی:3607)﴿15﴾عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں: کیونکہ یہ کلمہ توحید ہے اور توحید جیسی کوئی چیز نہیں۔یہ کفر وایمان کے درمیان حد فاصل ہے۔دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ جوڑنے والا،غیر اللہ کی سب سے زیادہ نفی کرنے والا،تزکیہ نفس میں سب سے مؤثر،باطن کی صفائی میں سب سے قوی،خیالات کو نفس کی خباثت سے سب سے زیادہ دور کرنے والا اور شیطان کو سب سے زیادہ دفع کرنے والا ہے۔(تحفۃ الاحوذی:229/9)﴿16﴾عن ابن عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قال : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقولُ عِنْدَ الكَرْبِ لَا الٰهَ اِلَّا اللّٰهُ العَلِيمُ الحَلِيمُ لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ العَرْشِ العَظِيمِ لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوات ورَبُّ الأَرْض وَرَبُّ العَرْشِ الكَرِيم۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بہت جاننے والا بڑا بردبار ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں جو آسمانوں کا رب ہے،زمین کا رب اور عرش کریم کا رب ہے۔(صحیح بخاری:7426)

سوال5:﴿اَلْحَيُّ﴾''ہمیشہ زندہ ہے''اس کا مفہوم واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿اَلْحَيُّ﴾ سے مراد وہ ہستی ہے جسے کامل حیات حاصل ہو اور یہ مستلزم ہے تمام صفات ذاتیہ کو مثلاً سننا،دیکھنا،جاننا اور قدرت رکھنا وغیرہ۔(تفسیر سعدی:301/1)﴿2﴾قتادہ رحمہ اللہ نے بیان کیا:''﴿اَلْحَيُّ﴾ وہ ذات ہے جو فوت نہیں ہوتی۔''(تفسیر قرطبی:271/1)﴿3﴾امام سدی رحمہ اللہ نے بیان کیا:''اَلْحَيُّ سے مراد باقی رہنے والے۔''(تفسیر قرطبی:271/3)﴿4﴾امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:''بلاشبہ اَلْحَيُّ سے مراد وہ ذات ہے کہ اسی کے لیے دائمی زندگی اور ایسی بقا ہے کہ نہ تو اس کے اول کے لیے کوئی حد ہے اور نہ آخر کے لیے کوئی انتہا،کیونکہ اس کے علاوہ ہر چیز اگرچہ زندہ ہو،اس کی زندگی کے اول کے لیے حد ہے اور آخر کے لیے انتہا ہے وہ اپنی مدت کے ختم ہونے سے ختم ہو جاتی ہے اور اپنے وقت کے پورے ہونے پر ناپید ہو جاتی ہے۔''(تفسیر طبری:386،387/5)﴿5﴾امام بغوی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے:''وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔''(تفسیر بغوی:238/1)﴿6﴾امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:''اسی کے لیے زندگی اپنی انتہائی شکل میں ہے اسی لیے اس پر موت کا بالکل غلبہ نہیں۔''(القصیدۃ النونیہ:538)﴿7﴾رب العزت کا فرمان ہے:﴿هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّاهُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ وہی زندہ ہے،اس کے سوا کوئی معبود نہیں،چنانچہ اسی کو پکارو کہ دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہو،تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔(المؤمن:65)﴿8﴾شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے میں اسم مبارک تمام صفات کمال کو لازم کر دیتا ہے اور یہی اسم اعظم ہے۔وہ لکھتے ہیں:''﴿اَلْحَيُّ﴾ بجائے خود تمام صفات کو لازم کرتا ہے اسی لیے قرآن کریم کی عظیم ترین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیت﴿ اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴾ ہے وہی اسم اعظم ہے کیونکہ ہر زندہ ،شعور اور ارادے والا ہوتا ہے اسی لیے وہ تمام صفات کو لازم کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی ایسی صفت پر اکتفا کرنا ہوتا جو دیگر صفات کو لازم کرے تو صفت اَلْـحَـیُّ سے کیا جاتا۔'' (مجموع الفتاویٰ:311/18)﴿ 9 ﴾ شیخ محمد بن صالح عثیمین نے بیان کیا: '' ﴿ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴾ اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ میں سے دونام ہیں اور وہ دونوں اپنے اندر تمام اوصاف اور افعال کو سموئے ہوئے ہیں کمال اوصاف اَلْحَیُّ میں اور کمال افعال اَلْقَیُّوْمُ میں ہیں، کیونکہ اَلْحَیُّ کا معنی کامل زندگی والے۔ اللہ تعالیٰ کی زندگی کا کمال وجود وعدم اور کمال ونقص دونوں پہلوؤں سے ہے (یعنی وہ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا اور اس کی زندگی ہر قسم کے نقص، عیب، خلل اور کوتاہی سے یکسر خالی ہے۔)۔﴿ 10 ﴾ نبی ﷺ کی دعاؤں میں سے ہے، '' اللّٰھمّ لک أسلمتُ ، وبک آمنتُ ، وعلیک توکلتُ ، وألیک أنبتُ وبک خاصمتُ ، اللّٰھم أنی أعوذ بعزَّتک ، لا أله ألاَّ أنت أنْ تُضلَّنی ، أنت الحیُّ الذی لا یموت، والجنُّ والأنُس یَمُوْتُوْن '' اے اللہ! میں نے تیری فرماں برداری کی اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری ہی مدد سے جہاد کیا یا اللہ! میں تیری عزت کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں کہ تو مجھے گمراہ کردے۔ تو زندہ ہے جسے موت نہیں اور جن وانس سب مرجائیں گے۔ (صحیح بخاری:6948)(صحیح مسلم:6899)

سوال 6:﴿ اَلْقَیُّوْمُ ﴾ '' ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ 1 ﴾﴿ اَلْقَیُّوْمُ ﴾ سے مراد وہ ذات ہے جو خود قائم ہو اور دوسروں کا قیام اس سے ہو۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے وہ تمام افعال شامل ہو جاتے ہیں جس سے وہ متصف ہو، یعنی وہ جو چاہے کرسکتا ہے استوا، نزول، کلام قول، پیدا کرنا، رزق دینا، موت دینا زندہ کرنا اور دیگر نوع کی تدبیر سب اس کے قیوم ہونے میں شامل ہیں۔ اس لئے بعض محققین کا کہنا ہے یہی وہ اسم اعظم ہے جس کے ذریعے دعا رد نہیں ہوتی۔ (تفسیر سعدی:305/1)﴿ 2 ﴾﴿ اَلْقَیُّوْمُ ﴾ '' ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے'' اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کی تخلیق، رزق، دیکھ بھال اور حفاظت کرنے والے ہیں۔ ہر چیز کا وجود بقا اور تدبیر اس کے دست قدرت سے ہے۔﴿ 3 ﴾ امام طبری لکھتے ہیں: ﴿ اَلْقَیُّوْمُ ﴾ لفظ قیَام سے فَیْعُوْلُ کا وزن ہے اور اس کا اصلی لفظ اَلْقَیْوُوْمُ ہے۔ '' اپنی مخلوق کو رزق دینے اور اس کی حفاظت کا بندوبست فرمانے والے ہیں۔'' ﴿ 4 ﴾ اللہ تعالیٰ بذات خود قائم ہے اس کا قیام کسی دوسری چیز پر منحصر نہیں۔ قیام ذات کی عزت کا وہی مالک ہے۔﴿ 5 ﴾ ہمیشگی اسی کو حاصل ہے۔ وہ ہر چیز پر قائم، موجود، لازوال اور غیر متغیر ہے۔﴿ 6 ﴾ امام ربیع سے نقل ہے کہ انہوں نے بیان کیا: '' ہر چیز کا نظم ونسق چلانے والا کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرتا اسے رزق دیتا اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔'' (تفسیر طبری:388/5)﴿ 7 ﴾ امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا: '' اپنی مخلوق کے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے۔'' (البحر المحیط:287/1)﴿ 8 ﴾ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے القصیدۃ النونیہ میں قلم بند کیا ہے: '' ﴿ اَلْقَیُّوْمُ ﴾ میں دو باتیں ہیں: ان دو میں سے ایک یہ کہ وہ از خود قائم ہے اور دوسری یہ کہ پوری کائنات کا قیام اس کے ساتھ ہے وہ دو باتیں ہیں: (الف) وہ اپنے سوا ہر کسی سے مستغنیٰ ہے۔ (ب) تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔﴿ اَلْقَیُّوْمُ ﴾ کی صفت والا ہونا بہت بڑی شان وعظمت والی بات ہے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح اس صفت والا اللہ تعالیٰ بھی بہت بڑی شان والا ہے۔﴿9﴾اپنے سوادیگرسب چیزوں کوقائم رکھنے والا،اسی لیے سب موجود چیزیں اس کی محتاج ہیں اوروہ ان سے بے نیاز ہے۔اس کے حکم کے بغیران سب چیزوں کا قیام نہیں یعنی نہ توازخودوجودمیں آسکتی ہیں اورنہ ہی وجودمیں آنے کے بعداپنےتیئں باقی رہ سکتی ہیں۔''(تفسیرابن کثیر:330/1)﴿10﴾ کائنات کی تمام چیزوں کا وجود، بقااورحفاظت حکم الٰہی ہی سے ہے،قرآن وسنت میں اس کے پختہ دلائل ہیں۔اللہ تعالیٰ کے بغیران چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے۔﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۚؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴾اورکیاانہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھااس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اورکبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمان کے سواانہیں کوئی نہیں تھامتا،بلاشبہ وہ ہر چیزکوخوب دیکھنے والا ہے۔ (الملک:19)﴿11﴾﴿ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ کیاانہوں نے پرندوں کونہیں دیکھا کہ آسمان کی فضامیں مسخر ہیں؟انہیں اللہ تعالیٰ کے سواکوئی نہیں تھامتابلاشبہ اس میں یقیناًنشانیاں ہیں ان کے لیے جوایمان رکھتے ہیں۔(النحل:79)﴿12﴾ قاضی ابن ابی العزحنفی لکھتے ہیں:''تمام اسمائے حسنیٰ کامداران دوناموں ﴿ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾پرہےاوران سب کے معنی ان دونوں ہی کی طرف پلٹتے ہیں''اوراسم مبارک وہ اپنے اندرکمال غنیٰ اورکمال قدرت سموئے ہوئے ہےسووہ بلاشبہ اپنی وجہ سے قائم ہیں،وہ اپنے علاوہ کسی کے بھی کسی بھی اعتبار سے محتاج نہیں ہیں۔اپنے سواسب کوقائم کرنے والے ہیں۔ان کے علاوہ کسی کا بھی ان کے بغیر قیام نہیں۔اس طرح ان دونوں ناموں نے اپنے اندرصفات کمال کوبہترین انداز میں سمورکھا ہے۔''(شرح الطحاویۃ فی العقیدۃ السلفیۃ،ص:78)

سوال7:﴿ لَا تَاْخُذُهٗ سِـنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ﴾''اس کونہ اونگھ آتی ہےاورنہ ہی نیند''وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی حیات اورقومیت کاایک مظہر ہے کہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔﴿ لَا تَاْخُذُهٗ سِـنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ﴾''اس کونہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند''اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اونگھ،غفلت، نینداوربے خبری سے پوری طرح پاک ہے۔اسی لیے وہ ہرچیزکانگہبان ہے۔﴿2﴾مولاناعبدالماجددریابادی لکھتے ہیں:''جاہلی مذہبوں کے دیوتانیند سے جھوم بھی جاتے ہیں اورسونے بھی لگتے ہیں اوراسی غفلت کی حالت میں ان سے طرح طرح کی فروگذاشتیں ہوجاتی ہیں،مسیحیوں اوریہود کابھی یہی عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جب چھ روز میں آسمانوں اورزمین کوبناڈالاتوساتویں دن اسے ستانے اورآرام لینے کی ضرورت پڑگئی،اسلام کاخدا، دائم، بے دار،غفلت،سستی اورتھکن سب سے ماوراءخداہے۔''(تفسیرماجدی)﴿3﴾ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ کھڑے ہوکرصحابہ رضی اللہ عنہم کوچارباتیں بتائیں:اللہ تعالیٰ سوتانہیں نہ نینداس کی ذات کے لائق ہے،وہ ترازوکامحافظ ہےجس کے لیے چاہے جھکادےجس کے لیے چاہے نہ جھکائے،دن کے اعمال رات سے پہلے اوررات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف لے جائے جاتے ہیں,اس کے سامنے نوریاآگ کے پردے ہیں اگروہ ہٹ جائیں تواس کے چہرے کی تجلیاں ان تمام چیزوں کوجلادیں جن تک اس کی نگاہ پہنچے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال8:﴿ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا مالک ہے اور باقی سب مملوک ہیں۔وہ خالق ہے اور باقی مخلوق،وہ رازق ہے اور باقی سب مرزوق ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے''سورج،چاند،ستارے ،فرشتے اورآسمان میں موجود ہر چیزاورزمین میں موجود ہر چیز،اپنی تخلیق،ملکیت،بندگی،تدبیراورانتظام وانصرام کے اعتبار سے تنہااللہ تعالیٰ کی ہے۔اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔﴿2﴾زمین وآسمان میں کسی کو نہ اپنے معاملے میں خود اختیار ہے نہ دوسرے اختیار رکھتے ہیں۔امام طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''وہ ان تمام چیزوں کے کسی شریک اور مدمقابل کے بغیر مالک اور دیگر تمام معبودان باطلہ کے بغیر خالق ہیں۔''(تفسیر طبری:395/5)﴿3﴾قاضی ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''ملکیت کے ساتھ لہٰذا وہ تمام چیزوں کے مالک اور رب ہیں۔''(المحرر الوجیز:276/2)﴿4﴾امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :''ملکیت اور تخلیق کے اعتبار سے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ان ہی کے لیے ہے۔''(تفسیر بغوی:239/1)

سوال9:اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک ہے،اس عقیدے کا انسان کی زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے،اس کی ملکیت کسی حد میں محدود نہیں،اس کی ملکیت کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں،اس کی ملکیت میں کوئی اس کا شریک نہیں،اس کی ملکیت کبھی ختم ہونے والی نہیں۔اس عقیدے کا مومن کی زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔وہ شعوری طور پر اپنی ہر چیز کو مالک کی ملکیت سمجھنے لگتا ہے۔﴿2﴾اس عقیدے کی وجہ سے مومن کے دل سے لالچ،حرص،بخل اور رات دن جمع کرنے کی فکر ختم ہوجاتی ہے۔﴿3﴾اس عقیدے کی وجہ سے مومن کے اندر صبر،قناعت اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے کی صفات پیدا ہوجاتی ہیں اور وہ فیاض اور سخی ہوجاتا ہے۔اس کے دل میں سکون اور اطمینان پیدا ہوجاتا ہے۔﴿4﴾اس عقیدے کی وجہ سے مومن کے دل میں کسی چیز کے نہ ملنے پر حسرت،جلن یا گھٹن پیدا نہیں ہوتی۔

سوال10:﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں سفارش کرے''اس میں بندے کے مقام کی کیسے وضاحت کی گئی ہے،واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں سفارش کرے''اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور کبریائی کا بیان ہے۔روز قیامت کوئی اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور شفاعت کرنے کی جسارت بھی نہیں کر پائے گا۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى ﴾''اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لئے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے۔''(الانبیاء:28)﴿2﴾کوئی شفاعت نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ شفاعت کا مالک ہے لیکن جب وہ چاہے گا تو جس بندے پر رحم کرے گا اس کے حق میں اجازت دے گا۔اجازت ملنے سے پہلے کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی جانب سے شفاعت کی خاطر اجازت کا حاصل ہونا ثابت ہے۔انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں غلاموں کی طرح کھڑا ہوگا۔نہ اپنے مقام سے آگے بڑھ سکے گا نہ سفارش کی جرأت کر سکے گا الّا یہ کہ پیشگی اس کی اجازت دی گئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو۔﴿4﴾اذن الٰہی کے بغیر شفاعت کی نفی پر دلالت کرنے والی آیات کے مقابلے میں اس آیت یعنی آیت الکرسی کے حصے سے حاصل ہونے والی بات کہیں درجے زیادہ زوردار ہے۔﴿5﴾علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''اس میں اس شخص کے لیے انتہا درجے کی ڈانٹ ڈپٹ اورزجروتوبیخ ہے جوکہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی کو شفاعت کے ذریعے نفع پہنچا سکتا ہے۔اس میں قبروں کے پجاریوں کے سینوں پر ایسی ضرب کاری، چہروں پر ایسا زوردار طمانچہ اور بازوؤں کا اس قدر توڑنا ہے کہ اس کا کماحقہ اندازہ کرنا محال اور اس کی انتہا کو پہنچنا ناممکن ہے۔''﴿6﴾قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی کا بیان ہے کہ یہ تو بہت دور کی بات ہے کہ کوئی عناد یا دشمنی یا جھگڑے سے اس کے ارادے کی راہ میں رکاوٹ بنے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ ایسا بھی نہیں ہے کہ کوئی اس کے مساوی یا رتبے میں قریب ہونے کی بنا پر شفاعت یا اس کے روبرو عاجزی کرکے، اس کے ارادے کو ٹال دے۔''(تفسیر بیضاوی:134/1)﴿7﴾ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے:اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور کبریائی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ کسی کے لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرنے کی خاطر آگے بڑھے۔یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاعت کے ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اذن کا یہاں معنی حکم ہے۔(البحرالمحیط:288/1)اس انداز سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آخر یہ کیسے ہوسکتا ہے،کون ہے جو یہ جرأت کرے؟ ﴿8﴾اس حقیقت کی روشنی میں سارے غلط نظریات واضح ہوجاتے ہیں۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ رب رب ہے اور بندہ بندہ ہے۔

سوال11:شفاعت کا عقیدہ خود اللہ تعالیٰ نے دیا،شفاعت کیسے ہوگی،وضاحت کریں؟

جواب:شفاعت اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوگی۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسی طرح جیسے ہم دنیا میں جمع ہوتے ہیں،مومنوں کو اکٹھا کرے گا(وہ گرمی وغیرہ سے پریشان ہوکر)کہیں گے:کاش ہم کسی کی سفارش اپنے مالک کے پاس لے جاتے تاکہ ہمیں اپنی اس حالت سے آرام ملتا۔چنانچہ سب مل کر سیدنا آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ان سے کہیں گے:آدم علیہ السلام آپ لوگوں کا حال نہیں دیکھتے کس بلا میں گرفتار ہیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے(خاص)اپنے ہاتھ سے بنایا اور فرشتوں سے سجدہ کرایا اور ہر چیز کے نام آپ کو بتلائے،کچھ سفارش کیجیے تاکہ ہم کو اس جگہ سے نجات ہوکر آرام ملے۔کہیں گے میں اس لائق نہیں،ان کو وہ گناہ یاد آجائے گا جو انہوں نے کیا تھا(ممنوع درخت میں سے کھانا)مگر تم لوگ ایسا کرو نوح علیہ السلام پیغمبر کے پاس جاؤ وہ پہلے پیغمبر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا تھا۔آخر وہ لوگ سب نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے،وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میں اس لائق نہیں۔اپنی خطا جو انہوں نے(دنیا میں)کی تھی یاد کریں گے۔کہیں گے تم لوگ ایسا کرو ابراہیم علیہ السلام پیغمبر کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں(ان کے پاس جائیں گے)وہ بھی اپنی خطائیں یاد کرکے کہیں گے:میں اس قابل نہیں،تم موسیٰ علیہ السلام پیغمبر کے پاس جاؤ۔اللہ تعالیٰ نے ان کو تورات عنایت فرمائی،ان سے بول کر باتیں کیں۔یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی یہی کہیں گے میں اس لائق نہیں اپنی خطا جو انہوں نے دنیا میں کی تھی یاد کریں گے مگر تم ایسا کرو عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے،اس کے رسول،اس کے خاص کلمہ اور خاص روح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں تم ایسا کرو محمد ﷺ کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن کی اگلی پچھلی سب خطائیں بخش دی گئی ہیں۔آخر یہ سب لوگ جمع ہوکر میرے پاس آئیں گے۔میں چلوں گا اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مانگوں گا، مجھ کو اجازت ملے گی۔میں اپنے پروردگار کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا اور جب تک اس کو منظور ہے وہ مجھ کو سجدے میں ہی پڑا رہنے دے گا۔اس کے بعد حکم ہوگا ''محمد اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو، تمہاری عرض سنی جائے گی، تمہاری درخواست منظور ہوگی، تمہاری سفارش مقبول ہوگی۔''اس وقت میں اپنے مالک کی ایسی تعریفیں کروں گا جو وہ مجھ کو سکھا چکا ہے۔(یا سکھلائے گا) پھر لوگوں کی سفارش شروع کروں گا۔سفارش کی ایک حد مقرر کردی جائے گی۔میں ان کو بہشت میں لے جاؤں گا، پھر لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوں گا اور اس کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا جب تک پروردگار چاہے گا مجھ کو سجدے میں پڑا رہنے دے گا۔اس کے بعد ارشاد ہوگا: ''محمد ﷺ اپنا سر اٹھاؤ! جو تم کہو گے سنا جائے گا اور سفارش کرو گے تو قبول ہوگی۔پھر میں اپنے پروردگار کی ایسی تعریفیں کروں گا جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سکھلائیں (یا سکھلائے گا) اس کے بعد سفارش کردوں گا لیکن سفارش کی ایک حد مقرر کردی جائے گی میں ان کو بہشت میں لے جاؤں گا، پھر لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوں گا۔اس کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا جب تک پروردگار چاہے گا مجھ کو سجدے میں پڑا رہنے دے گا اس کے بعد ارشاد ہوگا: ''محمد اپنا سر اٹھاؤ جو تم کہو گے سنا جائے گا اور سفارش کرو گے تو قبول ہوگی۔'' پھر میں اپنے پروردگار کی ایسی تعریفیں کروں گا جو اس نے مجھ کو سکھلائیں (یا سکھلائے گا) اس کے بعد سفارش شروع کردوں گا لیکن سفارش کی ایک حد مقرر کردی جائے گی۔میں ان کو بہشت میں لے جاؤں گا پھر لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوں گا عرض کروں گا: یا پاک پروردگار! اب تو دوزخ میں ایسے ہی لوگ رہ گئے ہیں جو قرآن کے بموجب دوزخ ہی میں ہمیشہ رہنے کے لائق ہیں (یعنی کافر اور مشرک) انس رضی اللہ عنہ نے کہا نبی ﷺ نے فرمایا، دوزخ سے وہ لوگ بھی نکال لیے جائیں گے جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا اور ان کے دل میں چیونٹی برابر (یا بھنگے برابر) ایمان ہوگا۔(صحیح بخاری:7410)

سوال12: ﴿يَعْلَمُ﴾ ''وہ جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم کیسا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس کا علم کامل ہے، وہ ماضی، حال اور مستقبل کا علم رکھتا ہے۔حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں'' کائنات کی تمام چیزوں کے ماضی حال اور مستقبل کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم کے احاطہ کرنے کی دلیل ہے'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔(الانعام:59) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: غیب کی پانچ کنجیاں ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ رحم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مادر میں کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا ، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس جگہ کوئی مرے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی۔ (صحیح بخاری:7379) ﴿2﴾ وہ ہر ظاہر و باطن کا علم رکھتا ہے، ہر حاضر و غائب کا علم رکھتا ہے، وہ ساری جزویات پر حاوی علم رکھتا ہے۔ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں ''اس کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا ایسا جاننے والا ہے کہ مخلوق کے حالات میں سے کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں، یہاں تک کہ وہ غبار آلود زمین کے نیچے ہر طرف سے بند پتھر کے اوپر تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کے چلنے، آسمان کی فضا میں ذرہ کی حرکت، ہوا میں (اڑنے والے) پرندے اور پانی میں (تیرنے والی) مچھلی سے آگاہ ہے۔''

سوال13: اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا تصور انسان پر کیسے اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے عقیدے کی وجہ سے مومن اس ذات سے قلبی اور ذہنی تعلق میں بندھ جاتا ہے، وہ ہر لمحے اللہ تعالیٰ کو خود پر نگران محسوس کرتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے عقیدے کی وجہ سے مومن یہ یقین رکھتا ہے کہ اس سے کچھ بھی چھپایا نہیں جا سکتا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے پر یقین سے مومن کی روح کانپتی ہے پھر وہ ہر ایسے کام سے بچتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہو۔ ﴿4﴾ مومن تکلیف میں اسی کو پکارتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب میرے حالات سے واقف ہے، وہ قدرت رکھنے والا ضرور میری مدد فرمائے گا۔ ﴿5﴾ مومن یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ظاہر و باطن کا علم رکھتا ہے، ہر حاضر و غائب کا علم رکھتا ہے، وہ ساری جزویات پر حاوی علم رکھتا ہے۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ اس نے زندگی گزارنے کے لیے جو طور طریقے، اصول، ضابطے اور قوانین دیے ہیں وہی اصل حق ہے، ان ہی کی پابندی کرنی ہے۔ ﴿6﴾ مومن یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے تو پوری زندگی ان کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ ﴿7﴾ اس لیے مومن اپنے اعمال میں حد درجہ محتاط ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی ہر سوچ، اپنی گفتگو، اپنے تعلقات، حقوق و فرائض کی ادائیگی میں اپنے آپ کو اپنے رب کے سامنے محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ میرا مولا علیم ہے مجھ سے حساب لے گا۔ یوں مومن متقی بن جاتا ہے کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ اس کا مولا اسے وہاں دیکھے جہاں سے اس نے روکا ہے۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے عقیدے کی وجہ سے مومن کو اللہ تعالیٰ کی رضا عزیز ہو جاتی ہے۔ ﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا عقیدہ مومن کو ہر بدی اور ہر ظلم سے روکتا ہے۔

سوال14: اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا یقین کیسے نصیب ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا یقین اس کے 'العلیم' ہونے کے پختہ علم کے ساتھ نصیب ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ اس پر غور و فکر سے کہ اس سے کچھ بھی چھپایا نہیں جا سکتا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے پر گفتگو کرنے سے، اس پر علمی مذاکرے کرنے سے پختہ علم نصیب ہوتا ہے اور اس علم کے ساتھ یقین نصیب ہوتا ہے۔ ﴿4﴾ تواصوا بالحق کرنے سے اس کے علیم ہونے کا یقین نصیب ہوتا ہے۔

سوال15: ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ''وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:﴿1﴾ ''وہ جانتا ہے جوان کے آگے ہے اور جوان کے پیچھے ہے'' اللہ تعالیٰ انسانوں کے ماضی اور مستقبل کے حالات اور معاملات کی تفصیلات جانتا ہے یعنی اگلے پچھلے حاضر غائب سب کا علم رکھتا ہے۔ ان میں بندوں کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ ﴿2﴾ اس میں مخلوق کی بغیر اجازت کے شفاعت سے محرومی کا سبب بتایا گیا ہے۔ شفاعت کرنے اور شفاعت پانے کی اہلیت کا علم صرف اللہ رب العزت کو ہے۔ اس لیے شفاعت کرنے کا اختیار بھی صرف وہی دے سکتا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ سے مراد ان سے پہلے دنیا کے معاملات اور وَمَا خَلْفَهُمْ سے مقصود ان کے بعد آخرت کا معاملہ۔ (تفسیر بغوی:239/1) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ہر اس چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو تھی اور جو ہے اور جو ہوگی۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مخفی اور چھپی ہوئی نہیں وہ ساری مخلوقات کے تمام حالات سے خوب آگاہ ہے۔ جابر بن عبداللہ سلمی رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو اپنے ہر مباح کام میں استخارہ کرنا سکھاتے تھے جس طرح آپ ﷺ قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا قصد کرے تو اسے چاہیے کہ فرض کے سوا دو رکعت نفل نماز پڑھے، پھر سلام کے بعد یہ دعا کرے ''اے اللہ میں تیرے علم کے طفیل اس کام میں خیریت طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے طفیل طاقت مانگتا ہوں اور تیرا فضل۔ کیونکہ تجھے قدرت ہے اور مجھے نہیں، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیوب کا بہت جاننے والا ہے۔ اے اللہ! پس اگر تو یہ بات جانتا ہے (اس وقت استخارہ کرنے والے کو اس کام کا نام لینا چاہیے) کہ اس کام میں میرے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی ہے یا اس طرح فرمایا کہ ''میرے دین میں اور گزران میں اور میرے ہر انجام کے اعتبار سے بھلائی ہے تو اس پر مجھے قادر بنا دے اور میرے لیے اسے آسان کر دے، پھر اس میں میرے لیے برکت فرما۔ اے اللہ! اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے برا ہے میرے دین اور گزارہ کے اعتبار سے اور میرے انجام کے اعتبار سے، یا فرمایا کہ میری دنیا و دین کے اعتبار سے تو مجھے اس کام سے دور کر دے اور میرے لیے بھلائی مقدر کر دے جہاں بھی وہ ہو اور پھر مجھے اس پر راضی اور خوش رکھ۔'' (صحیح بخاری:7390) ﴿5﴾ ﴿مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ سے مراد آخرت ہے، کیونکہ وہ ان کے آگے ہے اور وہ اس کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں اور ﴿وَمَاخَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود دنیا ہے کیونکہ وہ اسے اپنے پیچھے چھوڑ رہے ہیں۔ (تفسیر کبیر:11,10/7) ﴿6﴾ ﴿يَعْلَمُ مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ جو خیر و شر وہ کر چکے ہیں اور ﴿وَمَاخَلْفَهُمْ﴾ جو وہ اس کے بعد کریں گے۔ (تفسیر کبیر:11/7) ﴿7﴾ ﴿مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ جو کچھ وہ محسوس کرتے ہیں اور ﴿وَمَاخَلْفَهُمْ﴾ جو کچھ وہ سمجھتے ہیں۔ (تفسیر بیضاوی:134/1) ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا اپنے علم سے احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ تمام مخلوقات کے سب احوال سے خوب آگاہ ہیں۔ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

سوال16: ﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ﴾ ''اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے'' اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز انسان کو تب ملتی ہے جب وہ خود دینا چاہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے'' اللہ تعالیٰ کی معلومات کے بارے میں کوئی علم نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھتا۔اس کے بارے میں انسان اتنا ہی جانتے ہیں جتنا اس نے خود علم دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز انسان کو تب ملتی ہے جب وہ خود دینا چاہے۔﴿2﴾انسان کا علم محدود ہے اس لیے کوئی بھی اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا احاطہ نہیں کرسکتا ماسوائے اس کے جو اس نے خود علم دیا ہے۔﴿3﴾ کائنات کی ہر چیز کا کامل اور محیط علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا کسی اور کو نہیں۔اللہ تعالیٰ جس قدر مناسب سمجھتا ہے اتنا علم انسان کو عطا کر دیتا ہے۔﴿4﴾علامہ ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''احاطہ کا تقاضا تمام اطراف سے چیز کو گھیرنا اور اس پر مشتمل ہونا ہے۔''(البحرالمحیط:289/1)﴿5﴾علامہ ابن ابی العزحنفی اس کی شرح میں تحریر کرتے ہیں:''اور اس کا معنی یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور ہر چیز کے اوپر ہے۔''(العقیدۃ الطحاویہ:259)﴿6﴾امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''اور وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور اس کے اوپر ہے۔''(العقیدۃ الطحاویہ:257)﴿7﴾علامہ راغب اصفہانی نے تحریر کیا ہے:''کسی چیز کے علم کے اعتبار سے احاطہ یہ ہے کہ اس کے وجود،جنس،کیفیت،غرض وغایت،اس کی ایجاد کس چیز کے ساتھ اور کس سے ہوئی اور ان سب باتوں کے بارے میں علم ہو۔''(المفردات:136،137)صرف اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے،بے قید ہے۔﴿8﴾اس طرح یہ دو باتیں کہ''جو ان کے آگے ہے اور وہ جانتا ہے جو ان کے پیچھے ہے''اور''وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کرسکتے مگر جتنا وہ چاہے''﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾کے لیے دلیل ہیں کہ الوہیت وعبودیت کا مستحق وہی ہوسکتا ہے جسے کائنات کی ہر چیز کے بارے میں کامل اور محیط علم ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں۔اس لیے اس کے علاوہ کوئی بھی الوہیت وعبودیت کا حق دار نہیں۔

سوال17: انسان سے کون سے علوم پوشیدہ رکھے گئے؟

جواب:﴿1﴾وہ علوم جن کا ہدایت سے براہ راست کوئی تعلق نہیں۔﴿2﴾وہ علوم جن کا احاطہ انسانی عقل نہیں کرسکتی۔

سوال18:﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے''''اس کی کرسی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿كُرْسِيُّهُ﴾''اس کی کرسی''اس بارے میں علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''حقیقی معنی چھوڑ کر کسی دوسرے معنی کی طرف جانے کا کوئی معقول سبب نہیں۔''(فتح القدیر:412/1)﴿2﴾وَسِعَ سے مراد جیسے کہ امام بغوی نے بیان کیا ہے''بھر دیا''اور''احاطہ کیا''۔(تفسیر بغوی:239/1)﴿3﴾علامہ شوکانی نے تحریر کیا ہے:''یعنی سارے آسمان اور زمین اس آیت میں ہیں اور بلاشبہ وہ ان کا احاطہ کرنے میں کوتاہ نہیں،کیونکہ وہ بہت فراخ اور وسیع ہے۔''(فتح القدیر:412/1)﴿4﴾حافظ ابوبکر بن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کیونکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے الکرسی کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں الکرسی کے مقابلے میں ایسے ہی ہیں جیسے کہ چٹیل زمین پر پھینکا ہوا چھلہ ہو اور بلاشبہ عرش کی الکرسی پر برتری چٹیل زمین کی اس چھلے پر فوقیت کی مانند ہے۔''(تفسیر ابن کثیر:332/1)﴿5﴾شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ کی تفسیر کی غرض سے بیان کی گئی ہے اور یہ واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ الکرسی مخلوقات میں سے عرش کے بعد سب سے بڑی مستقل موجود چیز ہے اور وہ کوئی معنوی چیز نہیں۔اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اس کی تاویل بادشاہت اور وسیع حکمرانی سے کرتے ہیں جیسا کہ بعض تفسیروں میں ذکر کیا گیا ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ تفسیر کہ اس سے مراد ''علم'' ہے، اس کی سند درست نہیں۔(سلسلہ احادیث صحیحہ:109)﴿6﴾ شیخ ابن عاشور رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے'' ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کی تائید کرتا ہے کہ عبودیت والوہیت کے حق دار صرف اللہ جل جلالہ ہیں۔ (تفسیر التحریر والتنویر:3۔23)

سوال19: ﴿وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا﴾ ''اور ان دونوں کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی'' وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور ان دونوں کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی'' اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی حفاظت کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ اس پر گراں نہیں لیکن ان دونوں میں جو کچھ موجود ہے ان کی حفاظت کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔قاضی ابوسعود رحمہ اللہ اس بارے میں لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں موجود چیزوں کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ ان دونوں کی حفاظت کے ضمن میں ان میں موجود چیزوں کی بھی حفاظت ہے۔'' (تفسیر ابی سعود:248/1) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی حفاظت کے بارے میں ذکر فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا۔اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔(الأنبیاء:32) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کو زمین و آسمان کی حفاظت کے لیے کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑتی۔﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں۔(فاطر:41) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کو حفاظت سے تھکاوٹ نہیں ہوتی۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔اسے رات دن کی بخشش بھی کم نہیں کرتی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب سے اس نے آسمان وزمین پیدا کیے ہیں اس نے کتنا خرچ کیا ہے۔اس نے بھی اس میں کوئی کمی پیدا نہیں کی جو اس کے ہاتھ میں ہے اور فرمایا کہ اس کا عرش پانی پر ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے۔جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔(صحیح بخاری:7411) ﴿4﴾ اپنی کتاب عزیز کی حفاظت کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔(الحجر:9)

سوال20: ﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ ''اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ﴿الْعَلِيُّ﴾، اپنی ذات کے اعتبار سے بہت بلند ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اس لئے بھی ﴿الْعَلِيُّ﴾ ہے کہ وہ عرش عظیم پر مستوی ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اس لئے بھی ﴿الْعَلِيُّ﴾ ہے کہ تمام مخلوقات اس کی زیر نگیں ہیں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اس لئے بھی بلند شان والا ہے کہ اس کی صفات کامل ہیں۔(تفسیر سعدی:306/1) ﴿5﴾ امام بغوی رحمہ اللہ ﴿الْعَلِيُّ﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں: اس سے مراد ''اپنی مخلوق سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہت بلنداورسب چیزوں اورشرکاء سے بہت اونچا اوریہ بھی کہا گیاہے بادشاہت اوراقتدار کے ساتھ بہت بلندوبالا۔''(تفسیر بغوی:240/1)﴿6﴾امام ابن قیم رحمہ اللہ اپنے القصیدہ النونیہ میں لکھتے ہیں:''وہ ہی ﴿اَلْعَلِیُّ﴾ ہے،پس بلندی کی تمام اقسام اسی کے لیے بلاانکارثابت ہیں۔''(القصیدہ النونیہ:3233)ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:''اسی کے لیے ذات،غلبہ اوراونچے مقام ومرتبہ کے تمام اعتبارات سے بلندی ہے۔''(القصیدہ النونیہ:3233)﴿7﴾شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:''اوراس کے نام ﴿اَلْعَلِیُّ﴾ کی تفسیر،ان دومعنوں سے کی گئی ہے:وہ مقام ومرتبہ میں سب سے برتر ہے اسی لیے کمال کی صفات کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔وہ ان سے قہروغلبہ کے اعتبار سے بلند ہے اس بناپر وہ ان سب پر کمال قدرت رکھنے والا اوروہ سب اس کے زیراقتدار ہیں اوراس کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ وہ ان کا خالق اور رب ہے۔ان دونوں معنوں میں ضمنی طور پر یہ بھی ہے کہ وہ خود ہرچیز سے بلندوبالا ہے اورکوئی چیزاس سے اوپر نہیں۔''(مجموع الفتاویٰ:358/16)﴿8﴾شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ نے تحریر کیاہے:''﴿اَلْعَلِیُّ﴾ پس وہ ذات کہ اسی کے لیے اَلْعَلُوُّ بلندی کی یہ ساری انواع واوصاف ہیں۔اس ہی کے لیے ذات کی بالادستی،غلبہ کی برتری اورشان وعظمت کی فوقیت ہے۔﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ اوروہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔(الانعام:18)(عقیدۃ الواسطیہ :251/1)﴿9﴾اللہ تعالیٰ العلی ہے جواپنے خالص اور برگزیدہ بندوں کے لیے تعریف کودنیامیں قائم فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ العلی ہے اپنی حکمت،کبریائی اورعظمت کے ساتھ۔﴿10﴾شیخ ابوبکر جزائری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:''اَلْعَلِیُّ وہ ذات ہے کہ اس کے اوپر کوئی چیز نہیں اوروہ ﴿اَلْقَاهِرُ﴾ ہے کہ جس پر کوئی چیز غالب نہیں۔''(ایسرالتفاسیر:203/1)﴿11﴾شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اوراپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنے بارے میں بالا ہونے،عرش پر بلند ہونے اوراوپر ہونے کا وصف بیان کیاہے۔انہوں نے یہ بات اپنی کتاب کی بہت زیادہ آیات میں بیان فرمائی ہے یہاں تک کہ امام شافعی کے بعض اکابرشاگردوں نے کہا:''قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے مخلوق سے بالااوراپنے بندوں سے اوپر ہونے کے ایک ہزار یااس سے زیادہ دلائل ہیں۔''(مجموع الفتاویٰ:121/5)﴿12﴾اللہ تعالیٰ العظیم ''سب سے بڑا ہے'' ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:''اَلْعَظِیْمُ وہ ذات جواپنی عظمت وشان میں درجہ کمال پر ہے۔''(تفسیر طبری:405/5)﴿13﴾حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھاہے:''وہ بہت بڑے سب سے عالی شان کی مانند ہے۔''(ابن کثیر:333/1)﴿14﴾امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ''وہ عظمت والا ہے۔ہرچیزان سے فروتر ہے اورکوئی چیز بھی اس سے زیادہ عظمت والی نہیں۔''(تفسیر طبری:405/5)﴿15﴾امام بغوی رحمہ اللہ نے تحریر کیاہے:''بہت بڑی وہ ذات کہ کوئی چیزاس سے زیادہ عظمت والی نہیں۔''(تفسیر بغوی:134/1)﴿16﴾شیخ ابوبکرالجزائری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ''وہ ذات کہ اس کی عظمت کے سامنے ہرچیز چھوٹی اورمعمولی ہے۔''(ایسرالتفسیر:203/1)﴿17﴾اللہ تعالیٰ العظیم ہے۔عرش عظیم پرمستوی ہے جس کی عظمت کے سامنے بڑے سے بڑے جبار، متکبراور زبردست بادشاہوں کی کوئی حیثیت نہیں۔اس آیت میں توحیدالوہیت بھی ہے اورتوحید ربوبیت بھی ہے اورتوحید اسماء وصفات بھی۔اس میں بادشاہت کا محیط ہونا بھی مذکور ہے اورعلم کا بھی،اس کی سلطنت کی وسعت بھی ہے۔اس کا جلال،مجداوراس کی عظمت وکبریائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا بھی بیان ہے۔لہٰذا یہ آیت اکیلی ہی اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات اور تمام اسماء حسنیٰ کے معنی کی جامع ہے۔(تفسیر سعدی:306/1)

سوال21: ''اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے'' یہ عقیدہ مومن پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔'' اس عقیدے کی وجہ سے مومن سرکشی چھوڑ دیتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ﴿الْعَظِيْمُ﴾ ''سب سے بڑا'' ہونے پر یقین ہونے کی وجہ سے مومن کی طبیعت میں جھکاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے ''سب سے بلند، سب سے بڑا'' ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور خوف بیٹھ جاتا ہے۔ ﴿4﴾ اس عقیدے کی وجہ سے مومن کا طرزِ عمل مؤدبانہ ہو جاتا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے ''سب سے بلند، سب سے بڑا'' ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن اللہ تعالیٰ کے بندوں کے مقابلے میں بھی غرور وتکبر کا رویہ چھوڑ دیتا ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کے ''سب سے بلند، سب سے بڑا'' ہونے پر یقین کی وجہ سے اس کی روح پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے پھر وہ ہر ایسے کام سے بچتا ہے جس سے اس نے روکا ہو۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کے الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ہونے کا عقیدہ مومن کو ہر برائی اور ظلم سے روکتا ہے۔

﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۨ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (256) ﴾

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، یقیناً ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی، چنانچہ جو باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جس نے کبھی ٹوٹنا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (256)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انصار کے کچھ لوگ یہودی یا عیسائی ہو گئے بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے اپنی اولاد کو بھی جو یہودی یا عیسائی ہو چکے تھے زبردستی مسلمان بنانا چاہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿2﴾ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مدینہ کی مشرکہ عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تھی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہود بنا دیں گے یہودیوں کے سپرد کر دیں گے، اسی طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے۔ جب یہ لوگ مسلمان ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار بنے، یہودیوں سے جنگ ہوئی اور ان کی اندرونی سازشوں اور فریب کاریوں سے نجات پانے کے لئے سرور رسل علیہ السلام نے یہ حکم جاری فرمایا کہ بنی نضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا جائے، اس وقت انصاریوں نے اپنے بچے جو ان کے پاس تھے ان سے طلب کئے تا کہ انہیں اپنے اثر سے مسلمان بنالیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جبر اور زبردستی نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر:354/1)

سوال2: ﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ﴾ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے'' دین کو قبول کرنے میں زبردستی نہیں لیکن دین قبول کرنے کے بعد اطاعت کرنا لازم ہے۔ ﴿2﴾ زبردستی اس کام میں کی جاتی ہے جس کے حقائق واضح نہ ہوں یا جو کام انتہائی ناپسندیدہ ہو۔ اس صراط مستقیم کا تو ہر گوشہ واضح ہے۔ اس کا چپہ چپہ روشن ہے۔ کوئی بھی سمجھ دار آدمی معمولی سا غور وفکر کرے تو اسے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ لیکن جس کی نیت درست نہ ہو، غلط ارادے رکھتا ہو، ایسا بدظن آدمی حق دیکھ کر بھی باطل کو اختیار کر لیتا ہے۔ اچھی چیز کو دیکھ کر پھر گندی چیز کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ اسے دین قبول کرنے پر مجبور کرے کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں اور زبردستی قبول کرایا گیا ایمان معتبر نہیں۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ جو کافر مسلمانوں سے لڑتے ہیں ان کے خلاف جہاد نہ کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:306/1)

سوال3: اسلام نے یہ اصول دیا ہے کہ دین کے معاملے میں زبردستی مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اس اصول کا انسان کو کیا فائدہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس اصول سے ''دین کے معاملے میں زبردستی مجبور نہیں کیا جائے گا'' انسان کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے کہ اس سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ارادے، اس کی فکر اور شعور کا احترام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اصول سے انسان کو عزت دی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اس اصول سے ہدایت اور گمراہی اختیار کرنے میں انسان کو آزادی دی ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غلام اسبق نصرانی تھا، آپ اس پر اسلام پیش کرتے، وہ انکار کرتا آپ کہہ دیتے کہ خیر تیری مرضی اسلام جبر سے روکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:354/1)

سوال4: قرآن حکیم بندے اور رب کے تعلق کے بارے میں کیا وضاحت کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن بندے اور رب کے تعلق کے بارے میں واضح کرتا ہے کہ رب بندے پر رحمت کرتا ہے، وہ بندے کے قریب ہے اس کی سنتا ہے، اس کے حالات جانتا ہے۔ ﴿2﴾ رب بندے کی مدد کرتا ہے، وہ اس کا ایسا سہارا بنتا ہے جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔ ﴿3﴾ رب بندے سے محبت کرتا ہے اور بندہ رب سے محبت کرتا ہے۔ بندہ رب کا سہارا لیتا ہے اور رب بندے کو تھام لیتا ہے۔ ﴿4﴾ مومن رحمت رب کی ٹھنڈی چھاؤں میں زندگی بسر کرتا ہے تو اپنے آپ کو بے آسرا نہیں سمجھتا اور محفوظ پناہ گاہ میں اطمینان محسوس کرتا ہے۔

سوال5: ﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ ''یقیناً ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی'' یہ کہہ کر کس چیز کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی'' یہ کہہ کر یہ توجہ دلائی جا رہی ہے کہ ایمان کا راستہ، ہدایت کا راستہ ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ اسے اختیار کرے اور اس پر چلے۔ ﴿2﴾ اس سے یہ توجہ بھی دلائی جا رہی ہے کہ کفر گمراہی ہے لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اس سے نفرت کرے اور اس کی طرف نہ جائے۔

سوال6: ہدایت پر کون ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ہدایت پر وہ ہے جو طاغوت کا انکار کرے اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔

سوال 7: ﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ ﴾ ''چنانچہ جو باطل معبود کا انکار کرے'' طاغوت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ہر عقیدہ جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے نہ ہو طاغوت ہے۔ ﴿2﴾ ہر وہ قوت جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے روکے طاغوت ہے۔ ﴿3﴾ عمر بن خطاب نے کہا: طاغوت شیطان ہے۔ ﴿4﴾ محمد نے کہا: طاغوت ساحر ہے۔(تفسیر جامع البیان:20/3) ﴿5﴾ ﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ ﴾ جو شخص بھی غیر اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر، شیطان کی فرماں برداری کو ترک کرے وہ اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت پر قائم ہو سکتا ہے۔(تفسیر سعدی:367/1)

سوال 8: ﴿ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جس نے کبھی ٹوٹنا ہی نہیں'' مضبوط کڑا، مضبوط سہارا کون سا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے'' جو طاغوت کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان لے آئے تو وہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت پر قائم ہو جائے گا۔ ﴿2﴾ ﴿ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ﴾ ''تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا'' یعنی ایسا پختہ دین اختیار کیا جس کی بنیادیں بھی مضبوط ہیں اور عمارت بھی۔ وہ پورے اعتماد سے اس پر قائم رہتا ہے۔(تفسیر سعدی 307/1) ﴿3﴾ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ﴾ ''تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا'' کے بارے میں کہا: لا الہ الا اللہ ہے۔(جامع البیان:22/3) ﴿4﴾ سدی نے کہا: عروۃ الوثقیٰ اسلام ہے۔ ﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے عہد میں ایک خواب دیکھا جو آپ ﷺ سے بیان کیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں اور اس کی کشادگی اور سرسبزی کی تعریف کی، اور اس کے درمیان میں ایک لوہے کا ستون ہے جس کا پایہ زمین میں ہے اور سر آسمان میں، اس کے اوپر کی طرف ایک کڑا لگا ہے۔ تو مجھے کہا گیا کہ اس کے اوپر چڑھ۔ میں نے کہا کہ میں اتنی طاقت نہیں رکھتا (نہیں چڑھ سکتا) پھر ایک خدمت گار آیا اور اس نے پیچھے کی طرف سے میرے کپڑے اٹھا دیے، پس میں چڑھنے لگا یہاں تک کہ چوٹی پر پہنچ گیا اور میں نے وہ کڑا پکڑ لیا تو مجھ سے کہا گیا کہ مضبوطی سے تھامے رکھ۔ جب تک میں نیند سے اٹھا یہ کڑا تھامے رہا۔ میں نے یہ خواب نبی ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''باغ سے دین اسلام مراد ہے اور ستون سے مراد اسلام کا ستون (کلمہ شہادت یا پانچوں ارکان) اور کڑا عروۃ الوثقیٰ ہے اور تو اپنی موت تک اسلام پر قائم رہے گا۔''(صحیح بخاری:7014)

سوال 9: ﴿ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ طاغوت کا انکار کرنے والے کے انکار اور ایمان لانے والے کے اقرار کو سننے والا سمیع ہے۔ ﴿2﴾ انسانوں کے کفر اور اپنی ذات پر ایمان کی حقیقت کا علم رکھنے والا علیم ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی کے معاملے کو واضح کیا۔ اسی نے ہدایت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گمراہی کی حقیقت سے آگاہ کیا، یقیناً وہ انسانوں کے معاملات کا جاننے والا علیم ہے۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے اعمال کو جانتا ہے وہ اپنے علم کے مطابق بدلہ دے گا۔

﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(257) ﴾

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(257)

سوال1: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ یہ آیت ایمان والوں کی اللہ تعالیٰ سے دوستی پر مشتمل ہے۔ وہ رب سے محبت رکھتے ہیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کفر، جہالت اور نافرمانیوں کے اندھیرے سے نکال کر ایمان اور علم کی روشنی میں پہنچاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ قبر کے اور حشر کے اندھیروں سے محفوظ رہ کر جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴾ یقیناً تمہارے دوست اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہی ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔(المائدۃ:55) ﴿3﴾ ﴿ اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۡ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴾ بلاشبہ میرا مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے، جس نے یہ کتاب اتاری ہے۔ اور وہی نیک لوگوں کا مددگار بنتا ہے۔(الاعراف:196) ﴿4﴾ سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ احد کے موقع پر ابوسفیان نے کہا: ''ہبل بلند رہے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''اس کا جواب دو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ''کیا جواب دیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کہو، اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور بزرگ و برتر ہے۔'' ابوسفیان نے کہا: ''ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا جواب دو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''کیا جواب دیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و مددگار ہے اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔''(صحیح بخاری:4043) ﴿5﴾ ﴿ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ ﴾ ''وہ ان کو اندھیروں سے نکالتا ہے'' اللہ تعالیٰ جہالت کی تاریکیوں سے، کفر سے نکالتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے، تیرے رب کو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنت کی طرف گھسیٹے جاتے ہیں، یعنی وہ کفار جو میدان جنگ سے قیدی ہو کر طوق و سلاسل پہنا کر یہاں لائے جاتے ہیں پھر وہ اسلام قبول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر لیتے ہیں اوران کا ظاہر باطن اچھا ہو جاتا ہے اور وہ جنت کے لائق بن جاتے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:355/1)﴿6﴾﴿اِلَى النُّوْرِ﴾"روشنی کی طرف"(ا)ایمان(ب)اللہ تعالیٰ کے دین کا علم۔دونوں ہی وہ نور ہیں جن سے انسان دنیا کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے ہیں۔﴿7﴾ظلمات"اندھیروں"سے مراد گمراہی کی حالت ہے اور"نور"سے مراد ہدایت ہے۔اس آیت سے یہ سمجھ آتی ہے کہ گمراہی کے راستے بہت سے ہیں جب کہ حق کا راستہ ایک ہے کیونکہ ایمان ایک ہے۔(البحرالمحیط:618/2)﴿8﴾اسی جانب اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے:﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾اور بلاشبہ یہی میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو۔اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے۔یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم بچ جاؤ۔(الانعام:153)

سوال2: اللہ تعالیٰ کو ولی بنانے والوں کے لئے کیا لازم ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کو ولی بنانے والوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اخلاص پیدا کریں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ادھر ادھر نہ بھٹکیں۔﴿3﴾خود کو اللہ تعالیٰ کی غلامی میں دے دیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کریں۔

سوال3: ﴿وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ﴾"اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾"اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں"کفر کرنے والوں کے دوست شیاطین ہیں۔(تفسیر بیضاوی:559/1۔558)﴿2﴾﴿یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ﴾"وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں"مقاتل بن حیان نے اس آیت کے بارے میں کہا:اس سے مراد اہل کتاب ہیں جو محمد ﷺ کو پہچان گئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں ان کے بارے میں لکھا ہوا پاتے تھے۔وہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے ان پر ایمان رکھتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے کفر کیا، یہ ان کا نور سے نکلنا تھا یعنی محمد ﷺ پر ایمان لانے سے جن پر وہ پہلے ایمان رکھتے تھے، اور ظلمات سے مراد ان کا کفر ہے۔(ابن ابی حاتم:496/2)

سوال4: ﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾"یہی لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:"یہی لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"اہل ظلمات جن کے دلوں میں حق کا نور باقی نہ رہا ہو ان کے لیے وہ گھر ہوگا جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔(تفسیر مراغی:389/1)

رکوع نمبر3

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَ اُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (258) ﴾

”کیا آپ نے اس کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت دی تھی“ جب ابراہیم نے کہا میرا رب تو وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔“اس نے کہا:”میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں“ ابراہیم نے کہا:”اللہ تعالیٰ تو بلاشبہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پھر تم اس کو مغرب سے نکال لاؤ“ تو وہ حیران رہ گیا جس نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“(258)

سوال1: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ ﴾ ”کیا آپ نے اس کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم علیہ السلام سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا“ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کس نے جھگڑا کیا تھا؟

جواب: جھگڑا کرنے والے بادشاہ کا نام نمرود بن کنعان بن سام بن نوح تھا۔(ابن کثیر)

سوال2: ﴿ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ﴾ ”یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت دی تھی“ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کس بنیاد پر جھگڑا کیا گیا تھا؟

جواب: نمرود نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے رب کے بارے میں جھگڑا کیا تھا اور اس بناء پر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت دے رکھی تھی۔حکومت پا کر اس میں رعونت،سرکشی آ گئی تھی جس کی بنا پر اس نے جھگڑا کیا۔

سوال3: نمرود بادشاہ کیسے بنا؟

جواب: قدیم بادشاہ لوگوں کو یہ یقین دلا کر ان پر حکومت کیا کرتے تھے کہ وہ خدا کا انسانی پیکر ہیں۔نمرود کی قوم سورج کو دیوتاؤں کا سردار مانتی تھی اور اس کی پوجا کرتی تھی۔نمرود نے کہا کہ وہ سورج دیوتا کا اوتار ہے اس لیے وہ لوگوں پر حکومت کرنے کا خدائی حق رکھتا ہے۔

سوال4: ﴿ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ﴾ ”یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت دی تھی“ کہہ کر کس طرف توجہ دلائی جا رہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ”یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت دی تھی“ یہ کہہ کر توجہ دلائی جا رہی ہے کہ بادشاہ اللہ تعالیٰ کے غلام ہوتے ہیں۔بادشاہت اس لیے نہیں ملتی کہ لوگوں کو اپنا غلام بنا لیا جائے اور ان سے اپنے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی کروائی جائے۔﴿2﴾ بادشاہت کی وجہ سے شکرگزاری کا رویہ اختیار کرنا چاہیے تھا لیکن اس نے کفر اور طغیانی کا رویہ اختیار کیا۔ایک مدت تک بادشاہت کرنے کی وجہ سے کبر و غرور میں مبتلا ہو گیا تھا اور شیطان نے اس کے دماغ میں یہ خیال بٹھا دیا تھا کہ وہی لوگوں کا رب ہے۔اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے بارے میں بحث کی اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ بھی وہی کام کر سکتا ہے۔﴿3﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی دعوت دی تھی کہ ہم سب کا معبود ایک ہے ہمارا خالق اور مالک صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے۔کوئی نہیں جو خدائی میں اس کا شریک ہو،وہ بے مثل ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

سوال5: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کی دلیل دی کہ ﴿رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ ''میرا رب تو وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ﴾ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے بارے میں واضح فرمایا۔ ﴿2﴾ ﴿رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ ''میرا رب تو وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے'' میرا رب تو وہ ہے جسے ہر کام کا اختیار حاصل ہے اسے زندگی اور موت پر اختیار ہے۔ زندگی اور موت کی مثال اس لیے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے عظیم کام ہے۔ زندگی دنیا کی ابتداء اور موت آخرت کی۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ زندگی عطا کرتا ہے، زندگی کو پیدا کیا، روح کو پیدا کیا، جسموں میں روح پھونک کر زندگی عطا کی۔ وہی اللہ تعالیٰ دلوں کو زندگی عطا کرتا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو ایمان عطا کر کے زندگی دیتا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ عدم سے وجود میں لا کر ساری قوتیں اور صلاحیتیں عطا کرتا ہے۔ ﴿4﴾ وہی موت سے ہم کنار کرتا ہے کیونکہ وہ موت کا مالک ہے، وہی موت کا خالق ہے، اسی کے فیصلے موت اور حیات کے لیے نافذ ہوتے ہیں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے زندگی دینے سے مراد عدم سے وجود میں لانا ہے یعنی پہلے کچھ نہیں ہوتا پھر وہ حیات عطا کرتا ہے۔ اس کے موت دینے سے مراد یہ ہے کہ سب کچھ موجود ہوتا ہے اور وہ مٹا ڈالتا ہے ختم کر دیتا ہے۔ یعنی موجودات کا نہ ہونا۔ پھر ہونا، پھر مٹ جانا، پیدا کرنے والے کی کھلی دلیل ہے کہ وہ ہے، بااختیار ہے، جو چاہے کر سکتا ہے۔ تمام موجودات پر اسی کا قانون چلتا ہے۔ ﴿6﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے چونکہ توحید کی دعوت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد معبود ہے تو اس کے لیے ایجاد کائنات کی عقلی دلیل دی کہ چیزوں کی ایجاد اور فنا کے لیے کسی ذات کے وجود کی ضرورت ہے یعنی کوئی ایسا ہو جو موت اور حیات پر قادر ہو۔ یہی اس کلی اختیار رکھنے والے، کلی تصرف رکھنے والے کے لیے دلیل ہے کہ کائنات میں تبدیلیاں یونہی نہیں آجاتیں وہی اللہ تعالیٰ جو زندگی اور موت پر قادر ہے تمہارا معبود ہے جس کی عبادت کی تمہیں دعوت دی جارہی ہے۔

سوال6: ﴿قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ﴾ ''اس نے کہا: میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں'' اس سے نمرود کے کس شبہ کا پتہ چلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اس نے کہا: میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نمرود سمجھتا تھا کہ وہ اپنی قوم کا خودمختار حاکم ہے اس کے فیصلے قوم پر نافذ ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ میں سزائے موت بھی دے سکتا ہوں اور معاف بھی کر سکتا ہوں تو گویا میں رب ہوں۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس نے اسی مجلس میں دو قیدی منگائے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ وہ موت اور زندگی کے راز کے بارے میں شبہ میں تھا۔ (تیسیر الرحمٰن: 180/1)

سوال 7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے لیے دوسری دلیل دی کہ ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾ ''اللہ تعالیٰ تو بلاشبہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پھر تم اس کو مغرب سے نکال لاؤ'' اس دلیل کا انتخاب کس وجہ سے کیا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دلیل اس لیے دی کہ جوموت اورحیات پرقادرہو وہ ہرتصرف پر بھی قدرت رکھتاہے وہی ذرّوں کو پیدا کرتاہے اوراپنے ارادے سے ان کی حرکات کوقائم کرتاہے اس لیے انہوں نے نمرودکودعوت دی کہ سارے ستاروں کوچھوڑکرایک سورج کی حرکت پراپنے تصرف کوثابت کردو۔اگرتم سورج کی حرکت کنٹرول کرلوتوتم واقعی خداہوورنہ جھوٹے ہو۔اس دلیل پرنمرودحیران رہ گیا،اس کے پاس اس دلیل کا کوئی توڑموجودنہیں تھا،اس طرح اس پرحجت قائم ہوگئی۔﴿2﴾ ہماری آنکھ روزانہ فطرت کا یہ نظارہ دیکھتی ہے کہ کبھی اس نظام میں کوئی خلل نہیں آیا۔کائنات کی گواہی انسان کی فطرت کو اپیل کرتی ہے۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فطرت انسانی کا ہاتھ پکڑکرچیلنج کیاتونمرود کے پاس کوئی جواب نہیں رہ گیا۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے نمرودحریف نہیں تھااس لیے وہ چاہتے تھے ایسی دلیل دیں جواس کے دل کواپیل کرے اس وجہ سے انہوں نے دل لگتی دلیل کا انتخاب کیا۔

سوال8: ﴿فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ﴾ ''تووہ حیران رہ گیاجس نے کفرکیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دیاہواچیلنج سامنے آیاتوحق واضح ہوگیا،اب انکارکی گنجائش نہیں تھی۔چاہیےتویہ تھا کہ وہ ایمان لے آتالیکن اس نے انکارکیااورکافرانہ رویہ اختیارکیا۔کافرتکبر میں مبتلا ہوتاہے جس کی وجہ سے وہ حق کی طرف نہیں آپاتا،وہ حیران وپریشان رہ جاتاہے،اسے نہیں سوجھتا کہ وہ کیا کرے اورکیانہ کرے،یہی کیفیت نمرودکی تھی۔اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔اس کی دلیل غلط ثابت ہوگئی اوراس کا پیش کردہ شبہ کالعدم ہوگیا۔جوجھوٹا بھی حق اورعناد کے ذریعے سے حق کا مقابلہ کرناچاہے وہ اسی طرح مغلوب اورشکست خوردہ ہو جایا کرتاہے۔(تفسیرسعدی:308/1)

سوال9: نمرودنے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت سے اپنے اوپرزدپڑتے ہوئے کیوں محسوس کی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رب کی طرف دعوت دی۔اس عقیدے کے مطابق سورج ایک بےزورغلام ہے۔اس طرح وہ اس عقیدے کی بنیادکوڈھارہے تھےجس کے اوپرنمرودنے اپناتخت بچھارکھاتھا۔اسی وجہ سے وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دشمن ہوگیا۔

سوال10: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو سے انبیاء علیہم السلام کے طریقہ دعوت کے کون سے نکات پتہ چلتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انبیاء علیہم السلام سوالوں کاتسلی بخش جواب دیتے ہیں،مناظرانہ اندازاختیارنہیں کرتے۔﴿2﴾ وہ فطرت انسانی کا ہاتھ پکڑکر حکیمانہ دلائل دیتے ہیں۔انبیاء علیہم السلام کائنات کی گواہی پیش کرتے ہیں جوانسانی فطرت کواپیل کرتی ہے۔﴿3﴾ انبیاء مخالفین کواپناحریف نہیں بلکہ مدعوسمجھتے ہیں۔

سوال11: ﴿وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کوہدایت نہیں دیتا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ظالموں کے دلوں میں قطعی دلائل کے لیے گنجائش نہیں بناتا،اس لیے کہ انہیں نہ ہدایت کے راستے کی تلاش ہوتی ہے نہ اس پرچلنے کا شوق ہوتاہے۔﴿2﴾ سیدھے راستے پرآنا انسان کا حق ہے اورظالم اپنے آپ کواس حق سے محروم کردیتاہےتواللہ تعالیٰ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے حق کا راستہ نہیں سجھاتے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ظالموں کو کفر اور گمراہی میں مبتلا رہنے دیتے ہیں کیونکہ وہ خود اپنے لیے اسی کو پسند کرتے ہیں۔ اگر کسی کا مقصد ہدایت حاصل کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دیتا ہے اور ہدایت تک پہنچنے کے اسباب بھی مہیا کر دیتا ہے۔

سوال 12: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کی گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ ایک ہی چیز کو انسان مختلف معنوں میں لے سکتا ہے، واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا امتحان کی جگہ ہے اور امتحان میں دونوں پہلو سامنے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ایک ہی چیز کو دو مختلف معنوں میں لیا جا سکے تا کہ امتحان کا مقصد پورا ہو سکے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کے پاس دولت ہے وہ اس کو ایسے رخ سے بھی دیکھ سکتا ہے کہ اسے یہ اپنی صلاحیت اور محنت کا نتیجہ نظر آئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھے۔ ایسے ہی کسی شخص کو اقتدار ملا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی کامیابی کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھے۔ دونوں مثالوں میں پہلی صورت ظلم کی ہے اور دوسری شکر کی۔ ﴿2﴾ جو شخص ظالمانہ مزاج رکھتا ہے اس کو ہر واقعے سے تکبر اور خود پسندی کی غذا ملے گی جس کی وجہ سے وہ مزید گمراہ ہوگا۔ گمراہی کی غذا تکبر اور خود پسندی ہے۔ شکر گزار کے لیے ہر واقعے میں ہدایت کا سامان ہوتا ہے۔ اس کے لیے ہر واقعے میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان ہوتی ہے۔ اس طرح اس کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اس کے لیے ہر واقعے میں عاجزی کا سامان ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کو پاتا ہے۔ دنیا اور اس کی ساری وسعتیں شکر گزار انسان کے لیے ایمانی رزق کا دسترخوان ہیں۔

سوال 13: اس آیت کے کیا اسباق ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ آیت قطعی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور وہی مختار کل ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عبادت اور ہر حال میں توکل اس کا حق ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ﴾ سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ کریں۔ (ھود:123) ﴿2﴾ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس مناظرے میں ایک باریک نقطہ ہے کہ دنیا میں شرک کا دارومدار ستاروں اور قبروں کی عبادت پر ہے۔ بعد میں انہی کے نام سے بت تراشے گئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جو دلائل پیش کیے ہیں ان میں ان سب کی الوہیت کی اجمالاً تردید موجود ہے کیونکہ اللہ وحدہ لاشریک ہی زندہ کرتا اور موت دیتا ہے وہ زندہ جسے مر جانا ہے وہ زندگی میں معبود بننے کی اہلیت رکھتا ہے اور نہ مرنے کے بعد کیونکہ اس کا ایک رب ہے، پھر جو قادر ہے، زبردست ہے، وہ اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرتا ہے جو ایسا مجبور ہو وہ معبود کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کی صورت کا بت بنایا جائے اور اس کی پوجا کی جائے۔ اسی طرح ستاروں کا حال ہے ان میں سے بڑا نظر آنے والا سورج ہے۔ یہ بھی حکم کا پابند ہے، اپنے بارے میں آزادی سے فیصلہ نہیں کرسکتا بلکہ اس کا خالق و مالک ہی اسے مشرق سے لاتا ہے تو اس کے حکم اور مرضی کے مطابق اطاعت کرتا ہے یعنی یہ بھی مربوب اور مسخر یعنی حکم کا پابند غلام ہے معبود نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے۔'' (مفتاح دار السعدۃ:211,210/1) ﴿3﴾ حقیقت یہ ہے کہ ایمان انسان کے لیے اتنا اہم اور ضروری ہے جس قدر زندگی کے لیے کھانا، پینا اور ہوا ضروری ہے۔

﴿ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (259) ﴾

''یا اس شخص کی مانند جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی، اس نے کہا: ''اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا؟'' تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی، پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا: ''تم کتنی دیر رہے؟'' اس نے کہا: ''میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ رہا'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بلکہ تم سو سال تک رہے، سو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ بالکل بھی خراب نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور تا کہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کیسے ہم ان کو اٹھا کر جوڑتے ہیں پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں'' پھر جب اس پر خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا: ''میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (259)

سوال 1: ﴿ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا ﴾ ''یا اس شخص کی مانند جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ أَوْ كَالَّذِي ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ہدایت خدا کی دین ہے جسے چاہے دے اور جس طریق سے چاہے دے۔ نمرود کو تم نے دیکھا۔ کیونکہ دلائل ہی سے گھبرا گیا۔ اب اس شخص کا قصہ سنو جس نے جب تک موت و زندگی کو تجربۃً نہ دیکھ لیا یقین نہیں کیا۔ (سراج البیان: 101/1) ﴿2﴾ غالباً وہ سیدنا عزیر تھے جن کا دور پانچویں صدی قبل مسیح کا ہے۔ ﴿3﴾ کسی نے کہا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔ مجاہد کا قول ہے کہ وہ بنی اسرائیل کا ایک فرد تھا۔ اور یہی قول اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ واقعہ کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آدمی اللہ تعالیٰ کی اس قدرت میں شبہ کرتا تھا کہ وہ دوبارہ مردوں کو زندہ کرے گا اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ وہ نبی نہ تھا بلکہ ایک عام انسان تھا جسے بعث بعد الموت میں شبہ تھا۔ (تیسیر الرحمٰن: 150/1) ﴿4﴾ **﴿ مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ ﴾** ''اس کا گزر ایک بستی پر ہوا'' وہ بستی بیت المقدس تھی جسے بخت نصر نے اجاڑا تھا۔ ﴿5﴾ **﴿ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا ﴾** ''جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی'' خاوی یعنی خالی جگہ جہاں کوئی رفیق نہ ہو **﴿ عُرُوشِهَا ﴾** سے مراد اس کی عمارتیں ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿6﴾ ایک بستی ہے جو گر کر اپنی بنیادوں پر پڑی ہے، ریزہ ریزہ ہو چکی ہے۔ موت، بوسیدگی اور ٹوٹ پھوٹ کا نقشہ پر تاثیر انداز میں نہایت رقّت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ یوں لگتا ہے سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہے۔ انسان کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کس طرح دوبارہ زندگی بخشے گا؟ اس تباہی میں سے تعمیر کیسے ابھرے گی؟

سوال 2: ﴿ قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ﴾ ''اس نے کہا: ''اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا؟'' اس شخص کے دل میں یہ خیال کیوں آیا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو کیسے زندہ کرے گا؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: اس شخص نے بیت المقدس کو ویران دیکھ کر یہ سوچا کہ یہ شہر کتنا پر رونق تھا اس کی رونق خاک میں مل گئی۔ اب اجڑنے کے بعد کیسے آباد ہوگا؟ نہ کوئی انسان ہے، نہ مکان۔ کھنڈرات کیسے آباد ہوں گے؟ بیت المقدس کی ویرانی کے بارے میں سوچتے سوچتے یہ خیال آیا کہ اب یہ آباد کیسے ہوگا؟ اسے یہ چیز ناممکن محسوس ہوئی، اس نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔

سوال3: ﴿فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی، پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا: ''تم کتنی دیر رہے؟ اس نے کہا، ''میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ رہا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی'' اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو سال کے لیے سلا دیا جس کے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا۔ **﴿2﴾ ﴿ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ﴾** ''پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا: ''تم کتنی دیر رہے؟'' پھر اٹھایا اور پوچھا کتنا عرصہ اس حال میں رہے؟ **﴿3﴾ ﴿قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾** ''اس نے کہا: ایک دن یا اس کا کچھ حصہ'' وہ دن نکلتے ہی فوت ہو گئے تھے اور غروب آفتاب کے وقت زندہ ہوئے اس لیے سمجھے کہ ایک دن گزرا اور ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا۔ اس لیے کہا کہ دن کا بھی کچھ حصہ رہا ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس کے احساسات ختم ہو چکے تھے۔ اسے صرف اپنی موت سے پہلی والی حالت یاد تھی۔

سوال4: ﴿قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾ ''بلکہ تم سو سال تک رہے سو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ بالکل بھی خراب نہیں ہوئیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ﴾ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا بلکہ تم سو برس اس حال میں رہے ہو۔ **﴿2﴾ ﴿فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾** اپنے کھانے پینے کی طرف دیکھو اس میں سے کچھ بھی خراب نہیں ہوا۔ اس شخص کے پاس انگور، انجیر اور کچھ پھلوں کا رس تھا ان میں سے کچھ خراب نہیں ہوا تھا نہ انگور خراب ہوئے نہ پھلوں کا رس خراب ہوا حالانکہ وہ جلد خراب ہونے والی چیزیں ہیں اور سو سال گزر چکے تھے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت بڑی دلیل ہے کہ سو سالوں کی مدت گزر جانے کے باوجود اس نے کھانے پینے کی چیزوں کو تبدیل یا خراب ہونے سے بچائے رکھا۔

سوال5: ﴿وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ﴾ ''اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں'' اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے گدھے کو کس چیز کی نشانی بنا دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے گدھے کو زندگی کے بعد موت کی نشانی بنا دیا۔ اس کا گدھا مر چکا تھا ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ اس کی طرف توجہ دلائی اپنے گدھے کو دیکھو کیسے بوسیدہ ہو رہا ہے حالانکہ کھانے کی نسبت زندہ مخلوق دیر سے گلتی سڑتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 6: ﴿وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا﴾ ''اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کیسے ہم ان کو اٹھا کر جوڑتے ہیں پھران کو گوشت پہناتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے گدھے کو کیسے ان کے سامنے زندہ کیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی آنکھوں کے سامنے گدھے کو زندہ کیا۔ گدھے کی ہڈیاں اٹھا کر اس میں جوڑیں پھران کے سامنے گدھے کا ڈھانچہ تیار کر دیا۔ پھران ہڈیوں پر گوشت پوست، رگیں اور پٹھے پیدا کر دیے پھر فرشتہ بھیجا اور اس نے گدھے کے نتھنوں سے روح پھونک دی اور گدھا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہنہنانے لگا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص اور اس کے گدھے کو سو سال بعد زندہ کر دیا اور اس کے کھانے پینے کی چیزوں کو خراب نہیں ہونے دیا اس سے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کرنے کو ثابت کیا ہے۔

سوال 7: ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ '' جب اس پر خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا: میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ﴾ '' جب اس پر خوب واضح ہو گیا'' اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا علم ہو گیا۔ اس کے سامنے گدھے کو زندہ کیا گیا۔ ان کے سامنے زندگی کے بعد موت کا معاملہ واضح ہو گیا۔ ﴿2﴾ ﴿قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ '' اس نے کہا: میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' آیت کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص موت کے بعد زندگی کا منکر تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی کہ اسے ہدایت دے کر لوگوں کے لیے نشانی اور قیامت کی دلیل بنا دے۔ اس موقف کے تین دلائل ہیں (الف) اس نے کہا: ﴿أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ '' اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟'' اگر وہ نبی یا نیک بندہ ہوتا تو یوں نہ کہتا۔ (ب) اللہ تعالیٰ نے اس کی خوراک، اس کے مشروب، اس کے گدھے اور اس کی ذات میں اپنی نشانی دکھا دی، تا کہ وہ جس چیز کا انکار کرتا ہے اسے آنکھوں سے دیکھ کر اقرار کر لے۔ آیت میں یہ ذکر نہیں کہ وہ بستی بعد میں پہلے کی طرح آباد ہو گئی تھی۔ نہ سیاق کلام سے اس کا اشارہ ملتا ہے۔ نہ اس کا کوئی خاص فائدہ ہی ہے۔ ایک بستی جو بے آباد ہو گئی۔ بعد میں اس کے باشندوں نے واپس آ کر یا دوسرے لوگو ں نے رہائش اختیار کر کے اسے آباد کر دیا تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا؟ اصل دلیل تو خود اسے اور اس کے گدھے کو زندہ کرنے میں اور اس کے سامان خورد ونوش کو اصلی حالت میں باقی رکھنے میں ہے۔ (ج) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ﴾ '' جب اس کے لیے ظاہر ہو گیا'' یعنی جو چیز اسے معلوم نہیں تھی، اس سے مخفی تھی، وہ ظاہر اور واضح ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا ہمارا قول صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر سعدی: 311,310/1) ﴿3﴾ اس نے کہا میں جانتا ہوں یعنی زندگی کے بعد موت کا عقیدہ رکھتا ہوں آنکھوں سے دیکھ کر تو سب سے بڑھ کر جانتا ہوں۔ یہ یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والے ہیں۔ ﴿4﴾ ﴿أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ '' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ''القدیر'' ہے کہ وہ تقدیر کا مالک ہے۔ اس نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔ وہ موت اور زندگی کو اندازے کے مطابق رکھتا ہے۔ کوئی انسان اس کی قدرت کا اندازہ نہیں لگا سکتا نہ اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شان کے مطابق اس کی تعظیم کرسکتا ہے۔

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (260) ﴾

''اور جب ابراہیمؑ نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟'' اس نے کہا: ''کیوں نہیں؟ لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو پرندوں میں سے چار لے کر انہیں اپنے سے مانوس کرو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے۔'' اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (260)

سوال1: ﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ﴾ ''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والے، خشوع وخضوع کرنے والے عبادت گزار پیغمبر تھے۔ انہوں نے کہا کہ مالک! مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ یہ شوق کس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے؟

جواب: یہ ذوق وشوق ایک فطری امر ہے۔ اس شوق کا تعلق ایمان کی پختگی کے ساتھ نہیں ہے۔ ایمان کے نتیجے میں مومن کے دل میں کئی قسم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ قدرت کے رازوں میں جھانکے۔ یہ شوق بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال ﴿ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ﴾ ''اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟'' کیوں کیا تھا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا تھا کہ میرا رب زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے اس لیے آپ علم الیقین سے عین الیقین کی طرف جانا چاہتے تھے اور مشاہدہ کی طرف ترقی کرنا چاہتے تھے کہ کہیں نمرود یہ نہ پوچھ لے کہ کبھی رب کو مارتا اور جلاتا ہوا دیکھا بھی ہے اس لیے انہوں نے مشاہدہ زندگی بعد موت کے لیے دعا کی تھی۔ (مختصر ابن کثیر: 176/1)

سوال3: ﴿ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلٰى ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟'' اس نے کہا: ''کیوں نہیں؟'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا تھا یقین تو ہے مگر دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابراہیم کی نسبت ہم اطمینان قلب کے زیادہ محتاج ہیں۔'' (بخاری)

سوال4: ﴿ وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ﴾ ''لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے'' کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یقین تو تھا لیکن حق الیقین کا مقام چاہتے تھے تا کہ ایمان میں اضافہ ہو یعنی دلائل سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے کیونکہ دلائل سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور یقین کامل ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شک کرنے کا ہمیں ابراہیم رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق ہے، جب انہوں نے عرض کیا تھا کہ اے میرے رب! مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا، کیا تجھ کو یقین نہیں ہے؟ عرض کی یقین ضرور ہے، لیکن میں نے یہ درخواست اس لئے کی ہے کہ میرے دل کو اور اطمینان حاصل ہو جائے۔ (صحیح بخاری:4537) ﴿2﴾ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام شک میں مبتلا ہوتے تو ہم لوگ اس کے زیادہ قریب تھے اور جب ہم شبہ نہیں کرتے تو ابراہیم علیہ السلام کیسے شبہ کر سکتے تھے؟ قرطبی نے لکھا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے اس قسم کا شبہ جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ۬ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ﴾ میرے بندوں پر بلاشبہ تجھے کوئی اختیار نہیں اور آپ کا رب ہی کارساز کافی ہے۔ (الاسراء:65) (تیسیر الرحمٰن)

سوال5: ﴿ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو پرندوں میں سے چار لے کر انہیں اپنے سے مانوس کرو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے تخلیق کے راز کو کیسے واضح کیا؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ ﴾ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ چار پرندے لیں۔ ﴿2﴾ ﴿ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ﴾۔ انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لیں۔ ان کی خصوصیات اور نشانیاں اچھی طرح سے جان لیں۔ ﴿3﴾ ﴿ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ ﴾ ''پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ'' پھر ذبح کر کے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ ان کے اجزا کو پہاڑوں پر بکھیر دیں پھر پکاریں۔ ان میں زندگی لوٹ آئے گی۔ ﴿4﴾ ﴿ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ﴾ ''وہ دوڑ کر تمہاری طرف لوٹ آئیں گے'' پوری قوت سے دوڑتے ہوئے اور تیزی سے اڑتے ہوئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایسے ہی کیا۔ اس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تخلیق کے راز کو پا لیا۔ انہیں مردوں کے زندہ ہونے کا مشاہدہ حاصل ہو گیا رب العزت نے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ﴾ اور ابراہیم کو اسی طرح ہم آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے تھے تا کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ (الانعام:85)

سوال6: کیا زندگی اور موت کی حقیقت اور موت کے بعد زندگی کے راز کو انسان اپنی عقل سے پا سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور کثرت سے جہان سے جاتے ہیں لیکن عقل موت اور حیات کی حقیقت کو پانے سے عاجز ہے۔ ﴿2﴾ انسانی عقل کے پاس موت اور حیات کی حقیقت کو پانے کے لیے زیادہ سے زیادہ جو ذریعہ ہے وہ زندگی کے آثار ہیں جن کو دیکھ کر انسان زندگی کا اندازہ لگاتا ہے۔ انسان مرنے والوں کی موت کے آثار دیکھ کر موت کا اندازہ لگاتا ہے۔ ﴿3﴾ موت کے بعد زندگی کو اللہ تعالیٰ نے ذہن پر نقش کیا ہے۔ عقلی دلائل نہیں دیئے گئے، ماضی کا کوئی واقعہ نہیں سنایا گیا، ذاتی تجربے سے گزار کر شعور دیا گیا۔ سب سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ذاتی تجربہ انسان کے شعوراوراحساسات پر چھایا رہتا ہے،اوردل مطمئن ہوجاتا ہے مزید یقین دہانی کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

سوال7: انبیاء علیہم السلام کوغیب کے پردے کے پیچھے چھپے حقائق دکھانے کا خصوصی معاملہ کیوں ہوتا ہے؟

جواب: انبیاء علیہم السلام کوغیب کا پردہ ہٹا کراس لیے سب کچھ دکھایا جاتا ہے تا کہ وہ لوگوں کوان چھپی ہوئی حقیقتوں سے باخبر کرسکیں اوران کے بارے میں کہہ سکیں کہ ہم دیکھی ہوئی چیز سے باخبر کررہے ہیں نہ کہ سنی ہوئی چیز سے۔

سوال8: ﴿وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اورجان لوکہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پرغالب،کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''عزیز'' اور ''حکیم'' کا کیسے شعوردلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی زندگی پرغلبے سے اپنے ''عزیز'' ہونے کا شعوردلایا ہے یقیناً جوٹکڑے ٹکڑے گوشت کو پورے وجود کی شکل میں زندگی دیتا ہے وہ غالب ہے۔ ﴿2﴾ ہرچیز اس کی قدرت کے دائرے میں ہے کوئی اس کا حکم نہیں ٹال سکتا۔ جووہ چاہتا ہے بغیر کسی رکاوٹ کے ہوجاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اپنے اقوال وافعال،اپنی شریعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

رکوع نمبر4

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (261)﴾

''جواپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانے جیسی ہے جوسات خوشے اگاتا ہے،ہرخوشے میں سودانے ہیں اوراللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اوراللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (261)

سوال1: اس آیت کا سبب نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ آیت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اورسیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غزوۃ تبوک میں انفاق کے بارے میں نازل ہوئی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب ایک ہزار اونٹ اورایک ہزار دینار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر رکھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو الٹتے پلٹتے رہے اورفرمایا: آج کے بعد عثمان کا کوئی فعل اسے نقصان نہیں دے گا۔ ﴿2﴾ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چار ہزار درہم لے کرآئے اورکہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے۔ میں نے چار ہزار اپنے اوراپنے گھر والوں کے لیے روک لیے اور چار ہزار میں نے اپنے رب کوقرض دے دیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْمَا أَمْسَكْتَ وَفِيْمَا أَعْطَيْتَ اللہ تعالیٰ آپ کواس میں برکت دے جوآپ نے روک دیا اور جوآپ نے عطا کردیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (اسباب النزول للواحدی:47)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ﴾ ''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو مال خرچ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا دیتے ہیں۔ اس کی مثال ایک دانے سے دی گئی ہے جس کو بونے سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اس سے اللہ تعالیٰ یہ سمجھا رہے ہیں کہ اس کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے جتنا خلوص ہوگا اسی کے مطابق اس کا اجر زیادہ ہوگا۔ جو رب ایک دانے سے سات سو دانے نکال سکتا ہے، وہ ایک روپے کو ترقی دے کر سات سو بھی کر سکتا ہے۔

سوال3: انفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: انفاق فی سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خوشنودی کے لیے خرچ کیا جانے والا مال ہے۔ فی سبیل اللہ سے مراد ہر وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچائے۔ جہاد فی سبیل اللہ، مسلمانوں کو نفع پہنچانے والے اعمال، نفع مند علوم کی نشر و اشاعت اور فقراء و مساکین پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون اپنا مال خرچ کرتا ہے؟

جواب: رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو ہرگز برباد نہیں ہوگی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے اجران کو پورے کے پورے دے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دے۔ یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔ (فاطر:29,30)

سوال5: انفاق کو بیج سے تشبیہ دے کر رب العزت نے کس طرح انسانی فطرت کو جھنجوڑا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس مثال کے ذریعے عمل کے ثواب میں اضافے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ رب العزت نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کو ایک زندہ حقیقت کے طور پر پیش کیا ہے۔ ﴿2﴾ اس حقیقت کے خوب صورت اظہار کی وجہ سے انسانی شعور میں جوش و خروش پیدا ہوتا ہے اور انسانی ضمیر جاگ اٹھتا ہے۔ ﴿3﴾ انسان کے سامنے زندہ ہری بھری فصل آتی ہے۔ ﴿4﴾ انسان کے سامنے عام لیکن عجیب تجربہ آتا ہے۔ ﴿5﴾ اس زندہ منظر کی وجہ سے انسان کا ضمیر بھی سخاوت کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور انسان اپنا سب کچھ لگانے کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیار ہو جاتا ہے۔ ﴿6﴾ انسان کو اپنے کیے کا اتنا پھل ملنے کا یقین ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ اور زیادہ خرچ کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

سوال 6: انفاق کو بیج سے تشبیہ دے کر ہمیں کیا سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے؟

جواب: انسان کا عمل بیج کی طرح ہے جو اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی۔ زمین بھی اچھی بری ہو سکتی ہے۔ انسان دنیا کی زمین میں ڈالے گا تو یہیں پھل پائے گا، آخرت کی زمین میں انفاق کا بیج ڈالے گا تو آخرت میں کئی گنا پھل پائے گا۔

سوال 7: انفاق کے لیے نبی ﷺ نے کیسے ترغیب دلائی ہے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ کہ (میری راہ میں) خرچ کرو تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا'' اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات اور دن کے مسلسل خرچ سے بھی یہ کم نہیں ہوتا'' اور فرمایا: ''تم نے دیکھا نہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے، مسلسل خرچ کیے جا رہا ہے لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی، اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔'' (صحیح بخاری: 4684)

سوال 8: ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے'' وہ کون سا انفاق ہے جو بڑھتا ہے؟

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرماتا ہے۔ وہ انفاق بڑھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اخلاص کے ساتھ کیا جائے۔ انفاق خرچ کرنے والے کے حالات، اس کے اخلاص یا خرچ کی کیفیت، منافع اور موقع پر ہونے کی مناسبت سے بڑھتا ہے۔ ﴿1﴾ عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللهِ كُتِبَتْ لَهُ سَبْعُ مِائَةِ ضِعْفٍ۔ سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اس کے لیے سات سو گنا اجر لکھا جاتا ہے۔'' (جامع ترمذی: 1625) ﴿2﴾ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ایک اونٹنی لے کر آیا جس کو مہار ڈالی ہوئی تھی۔ عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (صدقہ) ہے تو اسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے پاس قیامت کے دن اس کے بدلے سات سو اونٹنیاں ہوں گی جن کی مہار ڈالی ہوئی ہوگی۔'' (صحیح مسلم: 4897)

سوال 9: دنیا کے لیے کیا جانے والا خرچ کس نوعیت کا ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جس مال کو خرچ کر کے انسان دنیا کا فائدہ چاہے مثلاً دنیا میں شہرت، عزت وغیرہ۔ ﴿2﴾ دنیا کے لیے کیے جانے والے خرچ کا بدلہ دنیا میں مل جاتا ہے۔ ﴿3﴾ دنیا کے لیے کیے جانے والے خرچ کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

سوال 10: آخرت کے لیے کیا جانے والا خرچ کس نوعیت کا ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے مال خرچ کرتا ہے وہ کسی پر بھی احسان نہیں جتاتا۔ ﴿2﴾ اگر کسی سوال کرنے والے کو نہ دیا جا سکے تو اسے برا بھلا بھی نہیں کہتا۔ ﴿3﴾ اس کے مال خرچ کرنے پر لوگ اچھا response نہ دیں تو وہ ناراضگی کا اظہار نہیں کرتا کیونکہ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دل کو یقین ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے بدلہ لینا ہے۔ ﴿4﴾ نہ دے سکنے کی صورت میں نرمی سے معذرت کر لیتا ہے کیونکہ اس کے دل کو یقین ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اپنے رب کے سامنے کہہ رہا ہوں۔

سوال11: اللہ تعالیٰ ﴿وَاسِعٌ﴾ ''بڑی وسعت والا ہے'' کی وضاحت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ﴿وَاسِعٌ﴾ بڑی وسعت والا ہے، اس کی عطا میں کمی نہیں۔ ﴿2﴾ وہ وسعت والا ہے اس کا ہاتھ تنگ نہیں کہ کسی مومن کا عمل جتنی ترقی کر سکتا ہو اتنی ترقی نہ دے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے، اس کی وسعت کبھی ختم ہونے والی نہیں، اس کی عطا بے حساب ہے لہٰذا خرچ کرنے والے کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ اس کے لیے کوئی انعام مشکل ہے۔

سوال12: اللہ تعالیٰ کے ﴿عَلِيْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا'' ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ہے کہ جو خرچ کیا جائے اسے معلوم ہی نہ ہو کہ کون دو گنے چوگنے ثواب کا مستحق ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے کہ اسے انسان کے سچے جذبوں کی خبر ہی نہ ہو اور ان کا اجر مارا جائے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نیتوں کا حال جانتا ہے، وہ اپنے علم کی وجہ سے نیکی اور نیتوں پر اجر دیتا ہے کیونکہ اس کا علم اور حکمت کامل ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ(262)﴾

''وہ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر جو انہوں نے خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلانا لاتے ہیں اور نہ ہی کوئی تکلیف پہنچانا، ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''(262)

سوال1: ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''وہ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں'' انفاق فی سبیل اللہ سے اللہ تعالیٰ کن مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انفاق کرنے والے کا نفس پاک ہو جائے۔ ﴿2﴾ انفاق کرنے والے کو اخلاقی پاکیزگی نصیب ہو جائے۔ ﴿3﴾ انفاق کرنے والے کے نفس کی اصلاح ہو جائے۔ ﴿4﴾ معاشرے کے افراد کے درمیان محبت پیدا ہو جائے۔ ﴿5﴾ انفاق کرنے والا خالص اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے صدقہ دے۔

سوال2: انفاق کے فوائد حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ذہن کو کیسے تیار کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ یہ واضح فرماتے ہیں کہ سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے اور مال و دولت اسی کی ملکیت میں ہے۔ ﴿2﴾ دولت کے حصول کے قریبی اور دور کے سارے اسباب اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔ ﴿3﴾ دولت کے حصول کا کوئی ذریعہ انسان کے کنٹرول میں نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔﴿4﴾دولت والے اس رزق کے جواللہ تعالیٰ نے دیا ہے محافظ اورامین ہیں۔﴿5﴾دولت والا اگرخرچ کرتا ہے تواللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتا ہے۔﴿6﴾اگرکوئی مال خرچ کر کے نیکی کرتا ہے تووہ اللہ تعالیٰ کوقرض دیتا ہے اوراللہ تعالیٰ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کردیں گے۔﴿7﴾صدقہ دینے والے کے لیے صدقہ لینے والا اجر کا باعث بنتا ہے۔﴿8﴾صدقہ کرنے سے نہ مال کم ہوتا ہے نہ ضائع ہوتا ہے۔﴿9﴾انفاق کرنے کی بیش بہا فوائد سے ترغیب دی ہے۔جولوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مال خرچ کرتے ہیں اوراس کے بعد ایسے کام نہیں کرتے جس سے عمل ضائع ہوجائے یا اس میں کوئی خرابی پیدا ہوجائے مثلاً احسان جتلانا اورزبانی اورعملی طور پر ایذا دینا تو ایسے لوگوں کا اجران کے رب کے پاس ہے۔

سوال3:﴿ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى﴾''پھر جوانہوں نے خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلا نالاتے ہیں اورنہ ہی کوئی تکلیف پہنچانا''احسان جتلانا اورایذا دینا کیسا عمل ہے؟

جواب:﴿1﴾احسان جتلانے سے مراد ہے جس پرصدقہ کیا ہواس کے سامنے صدقے اوراس کی تعداد کا ذکر کرنا اوراس پر اپنی بڑائی ثابت کرنا۔﴿2﴾احسان جتلانا ایک ناپسندیدہ،گھٹیااورمکروہ کام ہے۔﴿3﴾جس پراحسان جتلایاجاتا ہے اس کے لیے باعث اذیت ہے۔﴿4﴾جواحسان جتلاتا ہے وہ تکبر میں مبتلا ہوجاتا ہے۔﴿5﴾''اَذًی''تکلیف پہنچانے سے مراد یہ کہنا ہے کہ میں نے تمہیں فلاں فلاں چیز نہیں دی اور یہ کہ میں نے تم پراس اس طرح سے خرچ نہیں کیا۔

سوال4:انسان کب احسان جتلاتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان تب احسان جتلاتا ہے جب وہ جھوٹے احساس برتری میں مبتلا ہواور یہ چاہے کہ لوگ اسے اچھا کہیں۔﴿2﴾جب وہ یہ چاہے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں۔﴿3﴾جب وہ یہ چاہے کہ لوگ اس کے انفاق کو پسندیدہ نظروں سے دیکھیں۔﴿4﴾جب اس کے دل میں غرور وتکبر ہو۔﴿5﴾جب اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو کہ وہ اپنے بھائی کو ذلیل ورسوا کرے۔﴿6﴾جب اس کا دل پاک نہ ہواس میں بخل اورحرص ہو۔﴿7﴾احسان جتلانے والے کے دل میں نفاق،ریاکاری اوراللہ تعالیٰ سے دوری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

سوال5:جس پراحسان جتلایاجاتا ہے اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾وہ اپنے آپ کو کم تر اور برے حالات میں محسوس کرتا ہے۔﴿2﴾اس کے دل میں حقارت اورانتقام کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔﴿3﴾افرادمعاشرہ کے درمیان دشمنیاں اورنفرتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ماہرنفسیات اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ احسان جتلانے والا اورجس پراحسان جتلایاجاتا ہے دونوں کے درمیان کسی موڑ پر دشمنی ضرور پیدا ہوجاتی ہے۔اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جواحسان جتلاتا ہے وہ تکبر میں مبتلا ہوجاتا ہے اورجس پراحسان کیا جاتا ہے اس کے اندراحساس کمتری پیدا ہوجاتا ہے۔یہ احساس ہروقت اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اندر چھپا رہتا ہے اور اس پر غلبہ پانے کے لیے وہ احسان کرنے والے پر بھی حملہ آور ہو جاتا ہے۔ ﴿4﴾ احسان جتلانے سے انفاق فی سبیل اللہ زہر اور آگ بن جاتا ہے جس سے دشمنی پھوٹ نکلتی ہے۔ ﴿5﴾ احسان جتلانے سے انفاق اذیت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور بے اثر ہو جاتا ہے۔

سوال 6: احسان جتلانے سے کیوں روکا گیا؟

جواب: احسان جتلانے سے اس لئے روکا گیا تا کہ ﴿1﴾ کوئی دینے والا احسان جتلا کر تکبر نہ خریدے۔ ﴿2﴾ کوئی لینے والا صدقہ لے کر احساس کم تری کا شکار نہ ہو۔ ﴿3﴾ احسان جتلانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور احسان جتلانے والا ان تین لوگوں میں سے ہے جن کی طرف قیامت کے دن نہ اللہ تعالیٰ دیکھے گا نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک وصاف کرے گا (معاف کرے گا) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین بار یہ فرمایا۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ لوگ تو سخت نقصان اور خسارے میں ہوں گے، یہ کون لوگ ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا اور دے کر احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔'' (صحیح مسلم:293)

سوال 7: انفاق فی سبیل اللہ کے معاشرے کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ معاشرے کے افراد کے درمیان اچھے تعلقات پروان چڑھتے ہیں۔ ﴿2﴾ وہ ایک دوسرے کے ہمدرد ہو جاتے ہیں۔ ﴿3﴾ وہ ایک دوسرے کے لیے فراخ دل ہو جاتے ہیں۔ ﴿4﴾ وہ ایک دوسرے کے لیے عالی ظرف ہو جاتے ہیں۔ ﴿5﴾ وہ ایک دوسرے کے لیے خودغرضی، بخل، تنگدلی اور سنگدلی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ ﴿6﴾ وہ ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ ﴿7﴾ اسلامی معاشرے میں وحدت پیدا ہوتی ہے۔ ﴿8﴾ اسلامی معاشرے کے رجحانات ایک جیسے ہو جاتے ہیں۔ ﴿9﴾ افراد معاشرہ میں ہم آہنگی ہو جاتی ہے۔ ﴿10﴾ اسلامی معاشرے کے افراد کے فرائض اور ذمہ داریوں میں یک سوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ ﴿11﴾ وہ ایک دوسرے کی ضروریات کی کفالت کرتے ہیں۔

سوال 8: ﴿لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ ''ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' جو انفاق فی سبیل اللہ میں احسان نہیں جتلاتے اور تکلیف نہیں دیتے، ان کو اللہ تعالیٰ ان کے شایان شان اجر عطا فرمائیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسا نیک کام کیا جو اس کو ضائع کرنے والے اسباب سے پاک تھا۔ ﴿2﴾ اوران پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔اس لیے کہ انہوں نے اپنے رب کی رضا کے لیے صدقہ کیا اور احسان جتلانے اور تکلیف دینے سے بچے۔

سوال9: صدقہ کرنے والے کو کس چیز کا خوف اور غم نہیں ہوگا؟

جواب: ﴿1﴾ صدقہ کرنے والے کو مال کم ہونے کا خوف اور غم نہیں ہوگا۔ ﴿2﴾ صدقہ کرنے والے کا نہ اجر ضائع ہوگا، نہ ہی ضائع ہونے کا خوف اور غم ہوگا۔ ﴿3﴾ صدقہ کرنے والے کو نہ دنیا میں کوئی غم ہوگا اور نہ آخرت میں برے انجام سے پریشانی ہوگی۔

سوال10: انفاق کے انفرادی فوائد کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو اپنا ذاتی فائدہ سمجھنے لگتا ہے ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ﴾ اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ تمھارے ہی لیے ہے۔(البقرہ:272) ﴿2﴾ انفاق فی سبیل اللہ برائیوں کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ ﴿وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ اور وہ (اللہ تعالیٰ) تمہاری کچھ برائیاں تم سے دور کردے گا۔(البقرہ:271) ﴿3﴾ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیے گئے مال کو پھلتا پھولتا محسوس کرنے لگتا ہے۔

سوال11: انفاق کے معاشی فوائد کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو نشو ونما دیتا ہے۔ ﴿2﴾ جس معاشرے کے خوش حال افراد ضرورت سے زائد غریبوں کو دے دیں تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کرسکیں یا کاروباری لوگوں کو بلاسود قرضے دے دیں یا شراکت کے اصول پر نفع ونقصان کے حصہ دار بن جائیں یا حکومت کے پاس جمع کروائیں کہ وہ اجتماعی خدمات کے لیے استعمال کرے، اس سوسائٹی کی تجارت، صنعت اور زراعت میں بے انتہا اضافہ ہوگا۔

سوال12: انفاق کے کیا مقاصد ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسانیت کی فلاح۔ ﴿2﴾ انسانیت کی بہتری۔ ﴿3﴾ انسانیت کا امن۔ ﴿4﴾ انسان کی اچھی زندگی۔

سوال13: انفاق کے معاشرتی فوائد کیا ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انفاق کی وجہ سے معاشرے میں بے روزگاری ختم ہوجاتی ہے۔ ﴿2﴾ معاشرے میں جرائم پروان نہیں چڑھتے۔ ﴿3﴾ معاشرے کے افراد کے اخلاق بہتر ہوتے ہیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ سے تعلق میں اضافہ ہوتا ہے اور دین کے کام ہونے لگتے ہیں۔ ﴿5﴾ معاشرتی تعلقات میں بہتری آتی ہے۔ ﴿6﴾ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے دشمن قوموں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا جاتا ہے۔

سوال14: انفاق کے اخلاقی فوائد کیا ہیں؟

جواب: انفاق کی وجہ سے انسان کے اخلاق اچھے ہوجاتے ہیں۔ ﴿1﴾ انسان ہمدرد ہوجاتا ہے۔ ﴿2﴾ انفاق کرنے والوں میں فراخ دلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہو جاتی ہے۔ ﴿3﴾ اچھی صفات پروان چڑھتی ہیں۔

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (263)﴾

''اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کی اذیت پہنچانا ہو اور اللہ تعالیٰ بہت بے پرواہ، بے حد بردبار ہے۔'' (263)

سوال1: ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى﴾ ''اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کی اذیت پہنچانا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قول معروف سے مراد سوال کرنے والے سے نرمی اور شفقت سے بات کرنا اور دعائیہ کلمات سے جواب دینا ہے۔ ﴿2﴾ کلبی نے کہا اس سے مراد وہ نیک دعا ہے جو کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی غیر موجودگی میں کرتا ہے۔ (تفسیر مظہری:39/2) ﴿3﴾ کلمہ طیبہ صدقہ ہے اور آپ کا اپنے بھائی سے مسکراتے چہرے سے ملنا صدقہ ہے۔ (مسلم:2626) ﴿4﴾ ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ﴾ سے مراد وہ پاک کلام ہے جو کسی محتاج ضرورت مند کے لیے کہا جائے مثلاً ''اللہ یرزقنا وایاکم'' اللہ تعالیٰ ہمیں بھی رزق دے اور آپ کو بھی، ''اللہ کریم'' اللہ تعالیٰ کریم ہے ''اللہ یفتح علینا وعلیک'' اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کشادگی عطا فرمائے اور آپ کو بھی۔ (ایسر التفاسیر:140,141) ﴿5﴾ قول معروف جس کو دل پہچانتے ہیں اور اسے ناپسند نہیں کرتے۔ اس میں ہر اچھی بات شامل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے دل کی خوشی کا باعث بننا کار ثواب ہے۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ سائل کو جواب دینا ہو تو اچھے الفاظ سے جواب دیا جائے اور اسے دعا دی جائے۔ (تفسیر سعدی:314/1) ﴿6﴾ ﴿وَّمَغْفِرَةٌ﴾ ''اور درگزر کرنا'' مغفرت سے مراد ہے سوال کرنے والے کے فقر اور اس کی ضرورت کا لوگوں کے سامنے اظہار نہ کرنا اور اس کی پردہ پوشی کرنا۔ اسی طرح سوال کرنے والے کے منہ سے اگر کوئی بات نکل جائے تو اس سے چشم پوشی کرنا۔ سائل برابر پیچھے پڑا رہے اور اس کی باتیں نفس پر گراں گزریں تو اس وقت اس سے درگزر کرنا اور اسے معاف کر دینا ہی خوبی کی بات ہے۔ (تفسیر مراغی) ﴿7﴾ مغفرت یعنی درگزر کرنے سے مراد ہے مواخذہ نہ کرنا۔ ﴿8﴾ ﴿خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى﴾ ''اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کی اذیت پہنچانا ہو'' سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔'' لوگوں نے پوچھا: ''اے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ! اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اپنے ہاتھ سے کچھ کما کر خود کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔'' لوگوں نے کہا کہ ''اگر اس کی طاقت نہ ہو؟'' فرمایا کہ ''پھر کسی حاجت مند فریادی کی مدد کرے۔'' لوگوں نے کہا کہ ''اگر اس کی بھی سکت نہ ہو؟'' فرمایا: ''پھر اچھی بات پر عمل کرے اور بری باتوں سے باز رہے، اس کا یہی صدقہ ہے۔'' (صحیح بخاری:1445)

سوال2: اچھی بات کہنے کا کیا فائدہ ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ قول معروف (اچھی بات) سے دل کے زخم بھر جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ اچھی بات سے دل کو خوشی ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو وہ آدمی سب سے زیادہ پسند ہے جو دوسروں کو خوشی پہنچائے۔ ﴿3﴾ اچھی بات سے ملنے والی خوشی کا جواب آتا ہے۔

سوال3: درگزر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ درگزر کرنے کو بھی اللہ تعالیٰ نے صدقہ قرار دیا ہے۔ ﴿2﴾ دل کا میل دور ہو جاتا ہے یعنی بغض، کینہ وغیرہ۔ ﴿3﴾ بھائی چارہ اور دوستی پیدا ہو جاتی ہے۔ ﴿4﴾ نفس میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ ﴿5﴾ آپس کے تعلقات بہتر ہو جاتے ہیں۔

سوال4: ﴿وَاللّٰهُ غَنِيٌّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہت بے پرواہ ہے'' اللہ تعالیٰ کے بے پرواہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ﴿غَنِيٌّ﴾ ''بے پرواہ ہے'' وہ کبھی کسی چیز کا محتاج نہیں ہوتا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ﴿غَنِيٌّ﴾ ''بے پرواہ ہے'' وہ اپنی مخلوق سے بے پرواہ ہے اسی لیے انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ﴿غَنِيٌّ﴾ ''بے پرواہ ہے'' وہ کسی بھی دیئے جانے والے صدقے سے بے پرواہ ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ﴿غَنِيٌّ﴾ ''بے پرواہ ہے'' وہ ایسے صدقے سے بے پرواہ ہے جس کے ساتھ ایذا دینا شامل ہو۔

سوال5: اللہ تعالیٰ ﴿حَلِيْمٌ﴾ ''بے حد بردبار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ﴿حَلِيْمٌ﴾ ''بے حد بردبار ہے'' وہ انسان کو وجود دیتا ہے، رزق دیتا ہے، اور وہ اس کا شکر ادا نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ فوراً سزا نہیں دیتا۔ انسانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بردباری سیکھیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے کچھ دیں تو جتلانا نہ شروع کر دیں اور اذیت دینا نہ شروع کر دیں کہ احسان مند تو شکر ادا کر رہا ہو اور اس کی کسی ناپسندیدہ بات کی وجہ سے یہ اذیت دے رہے ہوں۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا الحلیم وہ ہے جو اپنے حلم میں کامل ہے۔ (الدر المنثور:599/1) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ﴿حَلِيْمٌ﴾ ''بے حد بردبار ہے'' جو اس کی نافرمانی کرے اسے فوراً سزا نہیں دیتا حالانکہ وہ اس کی قدرت رکھتا ہے لیکن اس کی رحمت، احسان اور بردباری اسے گناہ گاروں کو فوری سزا دینے سے مانع ہو جاتی ہے۔ بلکہ وہ انہیں مہلت دیتا ہے انہیں مختلف انداز سے اپنی آیات سناتا اور دکھاتا ہے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ البتہ جب یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں میں خیر کی کوئی رمق نہیں رہی اور انہیں آیات سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا پھر ان پر عذاب نازل فرما دیتا ہے اور اپنے عظیم ثواب سے محروم فرما دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:314/1)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ(264)﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر کچھ مٹی ہو، پھر اس پر زوردار بارش پڑے تو اس کو ایک سخت چٹان چھوڑ جائے، جو انہوں نے کمایا اس میں سے کسی چیز پر وہ قدرت نہیں رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''(264)

سوال1: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں انفاق کے دو اہم آداب بتائے گئے ہیں۔(i) مَنًّا احسان نہیں جتلانا۔(ii) ﴿وَالْأَذَىٰ﴾ تکلیف نہیں دینی۔ ﴿2﴾ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے صدقات ضائع ہو جاتے ہیں اور گناہوں کے نتیجے میں نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں جیسے رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور نہ اس سے بات کرنے میں آواز بلند کیا کرو جیسے تم میں سے بعض، بعض کے لیے آواز بلند کرتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔(الحجرات:2) ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔(محمد:33) ﴿3﴾ سدی نے کہا: احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے صدقات ضائع ہو جاتے ہیں جیسے ریاکاری سے صدقہ ضائع ہو جاتا ہے۔(ابن ابی حاتم:517/2) ﴿4﴾ صدقات کا ثواب ضائع نہ کرلو جیسے ریاکار کے صدقے کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا۔(زادالمسیر:276/1)

سوال2: ﴿كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ ''اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا'' اس سے مراد ہے کہ صدقات کا ثواب ضائع نہ کرلو جیسے منافق ریاکاری سے صدقے کا ثواب ضائع کر لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے ثواب کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اس طرح منافق اور ریاکار کے عمل میں مماثلت ہو جاتی ہے۔

سوال3: ریاکاری سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ریاکاری سے مراد دکھاوے کے لیے کیا جانے والا عمل ہے جس میں نہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ ہوتا ہے نہ اس سے اجر و ثواب کی امید ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں سب سے زیادہ شرک سے لاپرواہ ہوں۔ اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس کے اندر کسی دوسرے کو میرا ساجھی قرار دیتا ہے (یعنی خالص میری رضا کے لیے نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتا) تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔(مسلم)﴿3﴾ محمود بن لبید راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ اندیشہ شرک اصغر کا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: ریاکاری۔ (مسند احمد)

سوال4: ریاکاری کون کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جس دل کے اندر ایمان کی تازگی نہیں ہوتی وہ چاہتا ہے کہ اپنی نیکی کا اظہار کرے اس طرح وہ دکھاوے کے لیے عمل کر کے ریاکاری کرتا ہے جس میں نہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ ہوتا ہے اور نہ اس سے اجر وثواب کی امید ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ جس شخص کو ایمان کی مٹھاس کا شعور نہیں ہوتا وہ ریاکاری کرتا ہے۔ ﴿3﴾ جس کا دل گناہ اور غلطیوں سے سخت ہوتا ہے اس کا دل نہیں چاہتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال لگائے اس طرح وہ دکھاوے کے لیے عمل کر کے ریاکاری کرتا ہے۔

سوال5: ریاکاری سے کیے گئے صدقے کا کیا مقام ہے؟

جواب: ایسا صدقہ صرف مال کا ضیاع ہے جس سے کچھ ہاتھ نہیں آتا، ہاں نیکی برباد اور گناہ لازم ہو جاتا ہے۔عَنْ شَدَّادَ بْنِ اَوْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : مَنْ صَلّٰى يُرَآئِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَآئِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَآئِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ ۔ سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔'' (مسند احمد، الترغیب والترہیب: حدیث 43)

سوال6: دنیا میں ریاکار کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ ایمان نہیں رکھتا پھر آخرت میں اس کے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن جس کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ ایک شہید ہوگا۔اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی۔وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو تو اس لیے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے اور تحقیق وہ کہا جا چکا۔'' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔دوسرا شخص وہ ہوگا جس نے علم حاصل کیا اور اسے لوگوں کو سکھایا اور قرآن کریم پڑھا اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی۔وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے علم حاصل کیا، پھر اسے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن مجید پڑھا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو نے جھوٹ کہا، تو نے علم اس لیے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہا جاچکا۔'' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ تیسرا وہ شخص ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے وسعت کی تھی اور اسے ہر قسم کا مال عطا کیا تھا۔ اسے بھی لایا جائے گا اور اسے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی۔ وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: '' تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟'' وہ کہے گا: '' میں نے تیرے ہر راستے میں جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند ہو، تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: '' تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو نے ایسا اس لیے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے سو وہ کہا جاچکا۔'' پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم:4923)

سوال 7: ﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا﴾ '' تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر کچھ مٹی ہو، پھر اس پر زوردار بارش پڑے تو اس کو ایک سخت چٹان چھوڑ جائے، جو انہوں نے کمایا اس میں سے کسی چیز پر وہ قدرت نہیں رکھیں گے'' ریاکار کے صدقے کی مثال کی ضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ﴾ '' تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے'' ریاکار کے صدقے کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال ہے۔ چٹان سے مراد سنگ دلی ہے، نیت اور جذبے کی خرابی ہے۔ جیسے چٹان پر کچھ اگنا ممکن نہیں ہوتا، ایسے ہی نیت کی خرابی کے ساتھ کوئی نیک عمل پھلتا پھولتا نہیں ہے۔ اس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے نہ آخرت میں۔ ریاکار کا صدقہ دراصل ایک پردہ ہے جو دل کی سختی پر اور نفاق پر ڈالا جاتا ہے تاکہ مومنوں میں شمار ہو سکے اور لوگ اس کی مدح کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔ **﴿2﴾ ﴿عَلَيْهِ تُرَابٌ﴾** '' جس پر کچھ مٹی ہو'' مٹی کی تہہ سے مراد نیکی کی ظاہری شکل ہے۔ **﴿3﴾ ﴿فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ﴾** '' پھر اس پر زوردار بارش پڑے'' زوردار بارش سے مراد صدقہ ہے۔ **﴿4﴾ ﴿فَتَرَكَهٗ صَلْدًا﴾** '' تو اس کو ایک سخت چٹان چھوڑ جائے'' بارش ہونے پر زمین کو لہلہانا چاہیے لیکن پتھروں پر سے تو بارش مٹی ہی بہا کر لے جاتی ہے کیونکہ زمین کے اندر بارش کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ **﴿5﴾ ﴿لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا﴾** '' جو انہوں نے کمایا اس میں سے کسی چیز پر وہ قدرت نہیں رکھیں گے'' صدقے کے اندر صلاحیت ہے کہ وہ نیکیوں کو نشو ونما دے سکتا ہے لیکن اس وقت جب نیت نیک ہو۔ ریاکاری سے کیے گئے صدقے سے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ جیسے انسان صدقے پر احسان جتلا کر اور دکھ دے کر اجر پانے پر قدرت نہیں رکھتا۔ اسی طرح ریاکاری سے کیا گیا صدقہ بھی صرف مال کا ضیاع ہے جس سے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ **﴿6﴾** رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ اور ہم ان کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی کیا تھا تو ہم اسے اڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔ (الفرقان:23) **﴿7﴾** ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ﴾ جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے۔ (ابراہیم:18)

سوال 8: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ '' اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' انہوں نے ان اعمال کو غلط جگہ پر رکھا اور اپنی جیسی مخلوق کے لیے انجام دیا جس کے ہاتھ میں نہ نفع ہے نہ نقصان اور جس رب کی عبادت سے فائدہ ہوسکتا ہے اس کی عبادت سے منہ موڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو ہدایت سے پھیر دیا۔ (تفسیر سعدی)

﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (265) ﴾

''اور ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں اور اپنے دلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال ایک ایسے باغ کی مثال کی طرح ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو اسے زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے، پھر اگر اسے زور کی بارش نہ بھی پہنچے تو کچھ شبنم ہی کافی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (265)

سوال1: ﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''اور ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں اور اپنے دلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں'' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کسی ضرورت مند کی مدد پر کیسے آمادہ کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں اور اپنے دلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ انسان کو یہ یاد دلاتے ہیں کہ مال تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ﴿2﴾ رزق کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جس سے چاہتا ہے رزق روک لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کثیر مقدار میں عطا کرتا ہے۔ ﴿3﴾ وہ احساس دلاتا ہے ''یا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنا رزق روک لے'' (الملک:21) ایک انسان یہ سوچتا ہے کہ اگر میں نے اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے کو روک لیا تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے روک لے گا، یہ احساس اسے انفاق پر آمادہ کرتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اس فضل کے بارے میں عہد بھی لیتے ہیں کہ وہ اس کے دیئے گئے رزق سے بغیر اسراف کیے اپنی ضروریات بھی پوری کریں گے اور زائد از ضرورت مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھی کریں گے۔ یہ عہد انسان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ ﴿5﴾ بخل سے کراہت اور نفرت دلا کر کیونکہ بخیل انسان کی صرف مٹھی بند نہیں ہوتی بلکہ دل بھی نیکیوں کے لیے بند ہوجاتا ہے۔ ﴿6﴾ فرشتوں کی بددعاؤں سے خوف دلا کر کہ ''اے اللہ دینے والوں کو اور دے اور روکنے والے کا پہلا مال بھی ہلاک کردے۔'' ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ انفاق کرنے والوں کی دل جوئی بھی کرتے ہیں جس سے دل جھک جاتے ہیں اور انسانوں کے آپس کے تعلقات بھی اچھے ہوجاتے ہیں۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے عمل کرے۔ ﴿9﴾ ﴿ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''اور اپنے دلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے'' جو اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرتا ہے اس کا دل ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ ﴿10﴾ دل کو پورا یقین ہے جو خرچ کیا اس کا پورا اجر ملے گا۔ ﴿11﴾ خرچ کرنے سے دل کو اور زیادہ تروتازگی مل رہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔﴿12﴾رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رضائے الٰہی کی خاطر تم جو بھی خرچ کرو گے اس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا مقام بلند ہوگا۔حتیٰ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔(صحیح بخاری:2742)دل کے ثبات وقرار کے لیے یہ دعا پڑھنی چاہئے:یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ ''اے دلوں کے پھیرنے والے!میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھنا۔''(ترمذی:3587)

سوال2: انسان کو کون سی چیز خدا پرستی پر جماتی ہے اور ایمان میں ثابت قدمی عطا کرتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾انسان جو عمل کرتا ہے اس عمل کے ساتھ وہ اپنی قوت ارادی کو مضبوط کرتا ہے۔جب انسان وہ عمل کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کی بات پر ایمان کے لیے جمنے لگتا ہے۔﴿2﴾جب انسان آسان حالات میں عمل کرتا ہے یعنی جب (i)دل کی قبولیت،اس کی رضا شامل ہو۔(ii)مال خرچ کرنے میں آسانی ہو۔(iii)کوئی دوسری رکاوٹ نہ ہو تو دل کے اندر تھوڑے درجے کی ثابت قدمی آتی ہے۔﴿3﴾جب انسان مشکل حالات میں خرچ کرتا ہے تو وہ اپنے مقصد کے لیے اپنے ارادے کو اور زیادہ پختہ کر لیتا ہے۔

سوال3: انسان کو کون سی چیز خواہش پرستی پر جماتی ہے؟

جواب: خواہش کو پورا کرنے کے لیے جو عمل کیا جاتا ہے تو دل پھر خواہشات پر جمنا شروع ہو جاتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے مشکل راستے کون سے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا مشکل راستہ وہ ہے جس مد میں خرچ کرنا دنیاوی اعتبار سے بے فائدہ ہو۔﴿2﴾جس کو خرچ کرنے کے لیے دل نہ چاہے اسے اللہ تعالیٰ کے لیے دینا۔﴿3﴾اس انسان کے لیے خرچ کرنا جس سے اچھا معاملہ کرنے پر طبیعت آمادہ نہ ہو۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو مجھے محروم کرے میں اسے عطا کروں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے کاموں میں خرچ کرنا۔﴿5﴾جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خرچ کرنا۔

سوال5: ﴿كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ﴾ ''ان کی مثال ایک ایسے باغ کی مثال کی طرح ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو اسے زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے،پھر اگر اسے زور کی بارش نہ بھی پہنچے تو کچھ شبنم ہی کافی ہے''اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرنے والے کی مثال ایک باغ کے ساتھ دی گئی ہے،وضاحت کریں؟

جواب: ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے:﴿1﴾﴿كَمَثَلِ جَنَّةٍ﴾''ان کی مثال ایک ایسے باغ کی طرح ہے''جنت سے مراد ایسا باغ ہے جس میں درخت بے شمار ہیں اور سایہ گھنا ہے۔جس کے درخت زمین کو چھپا لیتے ہیں اور اس تک دھوپ نہیں پہنچنے دیتے۔باغ کی زمین کی مٹی گہری ہے یعنی ایمان دل کے اندر تک اترا ہوا ہے۔انفاق کرنے والے کی مثال ہے جس کا دل ایک سرسبز باغ کی طرح ہے یعنی دل میں ایمان کی تروتازگی ہے۔﴿2﴾﴿بِرَبْوَةٍ﴾'' جو کسی اونچی جگہ پر ہو''یہ باغ اونچی زمین پر ہے جس کو صبح،دوپہر اور شام سورج کی پوری روشنی حاصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے۔ایسے باغ کے پھل زیادہ اور بہتر ہوتے ہیں۔یہ ایسی جگہ نہیں جہاں نہ ہوا لگے نہ دھوپ۔باغ اونچی زمین پر ہے جو زرخیز ہے یعنی دل کا مقام بلند ہے جو ایمان والا ہے،اس کے اندر نیکیاں کرنے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے۔﴿3﴾﴿اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ﴾"اسے زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے"اونچی زمین پر موجود اس باغ پر زمین نم دار ہونے،دوسرے معاون اسباب ہونے اور بکثرت پانی کی موجودگی کی وجہ سے اس باغ سے دگنا پھل حاصل ہوا۔﴿4﴾﴿فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ﴾"پھر اگر اسے زور کی بارش نہ بھی پہنچے تو کچھ شبنم ہی کافی ہے"یعنی عمدہ زمین کی وجہ سے معمولی بارش ہی کافی ہے۔باغ پر زور کی بارش سے مراد صدقہ کرنے کی خالص نیت ہے۔انتہائی جذبۂ خیر اور نیک نیتی دل کو سیراب کر دیتے ہیں اسے نئی زندگی ملتی ہے کیونکہ صدقہ دل کو پاک کر دیتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کا حال ہے کوئی زیادہ خرچ کرے یا کم ہر ایک کو اپنے حالات کے مطابق فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ہر ایک کے ثواب میں پوری طرح اضافہ ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:316/1)﴿5﴾یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ مرثد بن عبداللہ مزنی اہل مصر میں سے مسجد جانے والے پہلے شخص ہیں۔جب بھی میں انھیں مسجد کی طرف جاتے دیکھتا ان کی آستین میں کسی نہ کسی شکل میں صدقہ ضرور ہوتا۔کرنسی یا روٹی یا گندم ہوتی بلکہ میں نے انہیں پیاز لے جاتے بھی دیکھا۔میں ان سے کہتا:اے ابوالخیر!یہ تمہارے کپڑوں کو بدبودار کر دے گا۔وہ کہتے:اے ابن ابی حبیب!مجھے گھر میں صدقے کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں مل سکی۔مجھے ایک صحابی نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"قیامت کے دن مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا۔"(صحیح ابن خزیمہ:95/4،مسند احمد:5/411)﴿6﴾سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:"جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیا جائے گا ہر شخص اپنے صدقے کے سائے تلے رہے گا۔"(صحیح ابن حبان:132/5،مستدرک حاکم:416/1)

سوال6:﴿اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ﴾"اسے زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے"زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے،وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو جاتا ہے۔﴿2﴾اس بندے کا مال بھی پاک ہو جاتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت بھی ڈالتے ہیں۔﴿4﴾امت مسلمہ کی اجتماعی زندگی میں بھی پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔﴿5﴾اجتماعی رابطے بڑھتے ہیں۔﴿6﴾آخرت کی کامیابی بھی ملتی ہے۔

سوال7:﴿فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ﴾"پھر اگر اسے زور کی بارش نہ بھی پہنچے تو کچھ شبنم ہی کافی ہے"شبنم سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾شبنم سے مراد ایسا صدقہ ہے جس میں نیکی کے جذبے کی زیادہ شدت نہ ہو۔﴿2﴾مٹی میں اگر پہلے سے نمی موجود ہو یعنی دل میں ایمان کی حرارت موجود ہو تو جذبۂ خیر کی زیادہ شدت نہ بھی ہو تب بھی پھل اگتا ہے یعنی انسان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

سوال8:﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾"اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے"کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے'' کہ اللہ تعالیٰ نیتوں سے بھی باخبر ہے اور اعمال کو بھی دیکھتا ہے اس لیے وہ اعمال کی مکمل جزا دے گا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ریاکاری سے ڈرا کر اخلاص کی ترغیب دلائی ہے۔

سوال 9: تیسری مثال میں صدقے کو ایک باغ سے تشبیہ دی گئی ہے، وضاحت کریں؟

جواب: صدقہ ایک باغ ہے۔ یہ نیکیوں اور اعمال صالحہ کا سدا بہار باغ ہے۔ انسان صدقہ کرتا ہے تو اس کی اصلاح ہوتی ہے۔ یہ باغ نہروں سے سیراب ہے، یعنی مسلسل قلب مومن میں صدقہ کرنے کی وجہ سے ایمان کو پانی مل رہا ہے۔ کھجوروں، انگوروں اور ہر قسم کے پھلوں سے لدا ہوا پھل صدقے کے اثرات ہیں۔ صدقے کی وجہ سے مومن کے اخلاق اور اعمال میں جو تبدیلیاں آتی ہیں وہ اعمال صالحہ صدقے کے پھل ہیں۔ صدقہ لینے والے کے لیے بھی اور دینے والے کے لیے بھی فائدہ دینے والا ہے۔ صدقہ پورے معاشرے کے لیے برکتوں والا ہے، انفرادی اور اجتماعی ترقی کا باعث ہے۔

﴿ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۪ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (266) ﴾

''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اس کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں اور اس تک بڑھاپا آ پہنچے؟ اور اس کے کمزور بچے ہوں، پھر اس کو ایسا بگولا آ پہنچے جس میں آگ بھی ہو تو وہ جل جائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول کر آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔'' (266)

سوال 1: ﴿ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۪ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ﴾ ''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اس کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں اور اس تک بڑھاپا آ پہنچے؟ اور اس کے کمزور بچے ہوں، پھر اس کو ایسا بگولا آ پہنچے جس میں آگ بھی ہو تو وہ جل جائے'' اس مثال کی وضاحت کریں؟

جواب: عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے اصحاب سے دریافت کیا کہ آپ لوگ جانتے ہو یہ آیت کس سلسلے میں نازل ہوئی ہے؟'' کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا ایک باغ ہو؟'' سب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بہت خفا ہو گئے اور کہا، صاف جواب دیں کہ آپ لوگوں کو اس سلسلے میں کچھ معلوم ہے یا نہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: ''امیر المومنین! میرے دل میں ایک بات آتی ہے'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بیٹے! کہو اور اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو۔'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ اس میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیسے عمل کی؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ عمل کی۔ سیدنا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''یہ ایک مال دار شخص کی مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں نیک عمل کرتا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ شیطان کو اس پر غالب کر دیتا ہے، وہ گناہوں میں مصروف ہو جاتا ہے اور اس کے اگلے نیک اعمال سب غارت ہو جاتے ہیں۔'' (صحیح بخاری کتاب التفسیر:4538)

سوال2: ﴿ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ﴾ ''پھر اس کو ایسا بگولا آپہنچے جس میں آگ بھی ہو تو وہ جل جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اعصار اس تیز ہوا کو کہتے ہیں جو گول گھومتی اور اوپر کو بلند ہوتی ہے یعنی بگولہ۔ اس بگولے میں آگ تھی جس سے باغ جل گیا۔ یہ حادثہ شدید غم کا باعث ہے۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نیک عمل کرتا ہے تو اس کے اعمال کھیتی اور بیجوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے اعمال کے صلے میں اسے باغ مل جاتا ہے اور نیکیوں کو ضائع کرنے والے اعمال اس بگولے کی طرح ہیں جس میں آگ ہے۔

سوال3: ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول کر آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو'' اللہ تعالیٰ نے صدقہ کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے کیسے توجہ دلائی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے باغ کی مثال دی ہے جو بگولے کی وجہ سے راکھ ہو گیا اور اب دنیا سے جاتے ہوئے وہ نیک اعمال کرنے کے قابل نہیں رہ گیا۔ ﴿2﴾ بندہ اپنے اعمال کا سب سے زیادہ محتاج موت کے وقت ہوتا ہے کیونکہ اس وقت وہ عمل نہیں کر سکتا اور جن اعمال سے فائدے کی امید ہوتی ہے وہ جل کر راکھ ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ وہ صورت حال ہے جس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کھلی آیات پر غور و فکر کرو تاکہ نقصان سے بچ جاؤ۔

رکوع نمبر5

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۡ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (267) ﴾

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور اس میں سے جو تم خرچ کرتے ہو گندی چیز کا ارادہ نہ کرو حالانکہ تم خود ہی اس کو لینے والے نہیں ہو مگر یہ کہ تم اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔'' (267)

سوال1: اس آیت کا شان نزول بتائیں؟

جواب: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ کھجور پکنے کے زمانے میں لوگ مسجد نبوی میں دو عمودوں کے درمیان رسی سے کھجور کے گچھے لٹکا دیتے تاکہ غریب مہاجرین کھایا کریں۔ بعض لوگ ان گچھوں میں ردی کھجوروں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ ملا دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ایسا کرنا جائز ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی تنبیہ فرمائی کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔(ترمذی:2987)

سوال2: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس نے تمہیں کمانے کی توفیق دی ہے تو جو تم نے کمایا اس سے کچھ پاک مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو۔﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اپنے پاک اموال میں سے صدقہ کرو۔(الدرالمنثور:611/1)﴿3﴾ صدقے کی قبولیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حلال اور پاک کمائی میں سے ہو چاہے اس کا ذریعہ کوئی بھی ہو یعنی تجارت، زراعت یا صنعت وغیرہ۔﴿4﴾﴿وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ﴾ ''اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں'' یعنی پھل، اجناس اور معدنیات وغیرہ میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔

سوال3: دنیا میں انسان کے مال خرچ کرنے کی کون سی صورتیں ہیں؟

جواب: مال خرچ کرنے کی دو صورتیں ہیں:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے میں خرچ کیا جائے۔﴿2﴾ شیطان کے بتائے ہوئے راستے میں خرچ کیا جائے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے میں خرچ کرنے کا طریقۂ کار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے سب سے پہلے اپنی فکر کی اصلاح ضروری ہے۔﴿1﴾ مومن کو چاہئے کہ وہ مال کو اپنی ذاتی چیز نہ سمجھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی چیز سمجھے۔﴿2﴾ اپنی کمائی میں سے حقیقی ضرورت کے مطابق لے لے۔﴿3﴾ حقیقی ضرورت پوری کرنے کے بعد جو کچھ ہے اسے بلند مقاصد میں لگا دے۔ اللہ تعالیٰ کے کمزور بندوں کو دینا اور اس کے دین کی ضرورتوں میں خرچ کرنا انفاق کے بلند مقاصد میں سے ہے۔﴿4﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو تمیم قبیلے کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس بہت سا مال و دولت اور اہل و عیال ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں؟ اور کیسے خرچ کروں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے مال سے زکوٰۃ دے، تجھے پاک کر دے گی اور اپنے رشتے داروں سے تعلق قائم رکھ، مسکین، پڑوسی اور سائل کا حق پہچان۔(مسند احمد:136/3)

سوال5: کون سی سوچ اللہ تعالیٰ کے کمزور بندوں پر مال خرچ کرواتی ہے؟

جواب: یہ سوچ اللہ تعالیٰ کے کمزور بندوں پر مال خرچ کرواتی ہے کہ ایک دن آنے والا ہے جب میں کمزور ہوں گا اور خالی دامن ہو کر اللہ تعالیٰ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے حاضر ہوں گا۔اس دن مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ضرورت ہوگی۔آج میں کمزوروں پرخرچ کر کے کل اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوسکتا ہوں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں،ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والوں کو اور زیادہ دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ ممسک اور بخیل کے مال کو تلف کر دے۔(صحیح بخاری:1442)

سوال6: کون سی سوچ دین کی ضرورتوں میں مال خرچ کرواتی ہے؟

جواب: یہ سوچ دین کی ضرورتوں میں مال خرچ کرواتی ہے کہ دین اللہ تعالیٰ کا ہے اور دین کو پھیلانا اس کا حکم ہے۔چونکہ دین کو پھیلانے کا مشن اللہ تعالیٰ کا مشن ہے اس لیے یہ میرا مشن ہے۔میں نے دین کی ضروریات کے لیے مال لگایا تو تب ہی میں اللہ تعالیٰ کے مشن میں شریک ہوں گا۔میں اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے مال میں شامل کر دوں تو یہ اس کے بڑے خزانے میں مل کر زیادہ ہو جائے گا۔

سوال7: ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ﴾ ''اور اس میں سے جو تم خرچ کرتے ہو گندی چیز کا ارادہ نہ کرو'' اس آیت سے رسول اللہ ﷺ کے دور کے حالات کا جو نقشہ سامنے آتا ہے،اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اس میں سے جو تم خرچ کرتے ہو گندی چیز کا ارادہ نہ کرو'' خبیث سے مراد ردی اور نکمی چیزیں ہیں،ان کا ارادہ نہ کرو۔﴿2﴾ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مومن کی کمائی کبھی خبیث نہیں ہوتی مراد یہ ہے کہ بے کار چیز صدقہ میں نہ دو۔ ﴿3﴾ اس آیت کے حوالے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں بھی ایسے افراد موجود تھے جن کی تربیت کی ضرورت تھی،جنہیں بلندی کے راستے پر ڈالنے کی ضرورت تھی۔یہ ضرورت ہر وقت،ہر دور میں موجود رہتی ہے۔اس لیے کہ افراد کے مزاج ایک سے نہیں ہوتے،ان کی تربیت ایک سی نہیں ہوتی،ان کی طلب ایک جیسی نہیں ہوتی۔

سوال8: ﴿وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ﴾ '' حالانکہ تم خود ہی اس کو لینے والے نہیں ہو مگر یہ کہ تم اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی تم خود اسے لینا پسند نہیں کرتے۔﴿2﴾ سیدنا براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:جب تمہارا حق کسی پر ہو اور وہ تمہیں وہ چیز دے جو بے قدر و قیمت ہو تم اسے نہ لو گے مگر اس وقت جب تمہیں اپنے حق کی بربادی دکھائی دیتی ہو تو تم چشم پوشی کر کے اسی کو لے لو گے۔﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ تم نے کسی کو اچھا مال دیا اور ادائیگی کے وقت وہ ناقص مال لے کر آیا تو تم ہرگز نہ لو گے اور اگر لو گے بھی تو اس کی قیمت گھٹا کر تو تم جس چیز کو اپنے حق میں لینا پسند نہیں کرتے اسے اللہ تعالیٰ کے حق کے عوض کیوں دیتے ہو؟ پس بہترین اور مرغوب مال اس کی راہ میں خرچ کرو۔(تفسیر ابن کثیر:365/1)﴿4﴾ اس آیت میں انفاق کے معاملے میں مومنوں کے لیے نہایت عمدہ سبق ہے کہ جس چیز کو خود لینا پسند نہیں کرتے ہو اسے دینے سے بھی گریز کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال9: انفاق (صدقہ کرنے) کے حکم کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حلال اور پاکیزہ طریقے سے کمائے گئے مال کو خرچ کیا جائے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہترین مال خرچ کیا جائے۔ ﴿3﴾ تمام اموال میں سے خرچ کیا جائے، زرعی اجناس ہوں یا معدنیات۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ردی اور گھٹیا اشیاء کے خرچ کا ارادہ بھی نہ کیا جائے جن میں خود ان اشیاء کے مالک کی دل چسپی نہیں رہتی۔ ﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین کام ایسے ہیں جو شخص انہیں سرانجام دے وہ ایمان کی حلاوت سے آشنا ہو جائے: جو شخص یہ یقین رکھتے ہوئے اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اپنے مال کی زکوٰۃ ہر سال دل کی خوشی اور فراخ دلی سے ادا کرے، بوڑھی خارش زدہ بیمار اور گھٹیا (اونٹنی، بکری یا گائے وغیرہ) زکوٰۃ میں نہ دے بلکہ درمیانہ مال دے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے نہ تو بہترین مال مانگا ہے اور نہ برا مال دینے کا حکم دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: 1582)

سوال10: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے'' اللہ تعالیٰ اس بات سے بڑا بے پروا ہے کہ کوئی اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے یا نہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اغماض برتنے سے جو کہ محتاج ہے اپنے غنی ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جس آقا سے تم سب کچھ لیتے ہو اور وہ تمہیں دیتا ہے اور لیتا کچھ نہیں۔ اسے تمہارے مال کی ضرورت نہیں وہ تو بے پرواہ، بے حد خوبیوں والا ہے۔ ہاں اس صدقے کی تمہیں ضرورت ہے اس لئے اپنی ضروریات کا خیال کرلو۔ یہ دوزخ سے بچانے کے لئے ڈھال ہے، تمہارے لئے سایہ بنے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہ اپنے فائدے کے لیے خرچ کرتا ہے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ بہترین خرچ کرو اور خوش دلی سے کرو اور اپنے دشمن شیطان کی پیروی نہ کرو جو تمہیں بخل کا حکم دیتا ہے اور ڈراتا ہے کہ خرچ کرو گے تو قلاش ہو جاؤ گے۔ یہ اس کا دھوکہ ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ حمید ''بے حد خوبیوں والا ہے'' وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے، اپنی ذات میں خود قابل تعریف ہے، حمد کا مالک ہے اس لئے اسے کسی کی حمد سے، کسی کے اعتراف نعمت سے فرق نہیں پڑتا۔ وہ پاکیزہ چیزوں پر اچھی جزا دیتا ہے۔

سوال11: اللہ تعالیٰ کی صفات الغنی اور الحمید کا انسان پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفات الغنی اور الحمید سے مومن کو اپنے برے تصورات کا احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ ﴿1﴾ مجھے اللہ تعالیٰ کے اجر کا پورا یقین نہیں۔ ﴿2﴾ مجھے تنگ دستی کا خوف ہے جو کبھی اللہ تعالیٰ سے تعلق والوں کو لاحق نہیں ہوتا۔ ﴿3﴾ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ نہیں۔ ﴿4﴾ مومن کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میرے اندر یہ تصورات جگانے والی قوت شیطانی قوت ہے۔ ﴿5﴾ مومن یہ سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فیاض ہے کیسے ممکن ہے کہ وہ برے اخلاق والے سے محبت کرے؟ اس طرح انسان اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کے لیے اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرتا ہے اور برائی کو دور کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (268) ﴾

''شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں شرم ناک بخل کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (268)

سوال 1: ﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ﴾ ''شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں شرم ناک بخل کا حکم دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ خرچ کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے، اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ اس وجہ سے دل کے اندر حرص اور بخل پیدا ہوتا ہے۔ شیطان نیکی کے جذبوں پر بند باندھ دیتا ہے۔ ﴿2﴾ شیطان نیک کام سے روک کر بے حیائی اور بدکاریوں کی ترغیب دلاتا ہے۔ گناہوں، نافرمانیوں، حرام کاموں اور حق کی مخالفت پر اکساتا ہے۔ ﴿3﴾ شیطان نیکی کے کام میں خرچ کرتے ہوئے ڈراتا ہے کہ ابھی تمہیں اس کی ضرورت ہے۔ ﴿4﴾ نیکی کے کام میں خرچ کرتے ہوئے شیطان انسان کو لمبی امیدیں دلاتا رہتا ہے۔ ﴿5﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: ''شیطان ایک چوکا مارتا ہے اور ایک توفیق کی رہبری فرشتہ کرتا ہے۔ شیطان شرارت پر آمادہ کرتا ہے، حق جھٹلانے پر آمادہ کرتا ہے اور فرشتہ نیکی پر اور حق کی تصدیق پر آمادہ کرتا ہے۔ جس کے دل میں ایسا خیال آئے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جان لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جس کے دل میں وسوسہ پیدا ہو وہ اعوذ باللہ پڑھے۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (ترمذی: 219,220/5) ﴿6﴾ شیطان **اَلْفَحْشَآء** کا یعنی شرم ناک بخل کا حکم دیتا ہے۔ عربی زبان میں **اَلْفَحْشَآء** ہر اس نافرمانی کے کام کو کہتے ہیں جس میں انسان حد سے باہر نکل جائے۔ اس لفظ کا زیادہ تر استعمال بے حیائی کے کاموں پر ہوتا ہے لیکن یہ لفظ عام ہے۔ مثلاً تنگ دستی کے خوف کی وجہ سے بچیوں کو زندہ دفن کر دینا، زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے کے لیے سود کھانا، نمود و نمائش کے کاموں کے لیے خرچ کرنا، یہ خوف کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا تو فقیر ہو جائیں گے۔ ﴿7﴾ ﴿ اَلْفَحْشَآء ﴾ سے مراد ادائیگی زکوٰۃ وصدقات میں بخل ہے۔ ﴿8﴾ شیطان کا حکم خیر خواہی کا نہیں، دھوکہ دہی کا ہے۔ اس لیے اس کا نہیں اپنے رب کا حکم مانو۔ اس نے واضح فرمایا ہے: ﴿ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔ (فاطر:6)

سوال 2: ﴿ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت (بخشش) اور فضل کا وعدہ دیتے ہیں، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے کہ تمہارے لیے آسانی ہو۔ وہ بخشش اور اپنے فضل کا وعدہ دیتا ہے۔ ﴿2﴾ آخرت کے لیے معافی کا ذکر پہلے کیا گیا ہے کیونکہ پہلے مغفرت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(بخشش) ہوتی ہے، فضل بعد میں ہوتا ہے۔ فضل سے مراد رزق کی کشادگی ہے یعنی انفاق فی سبیل اللہ کی دنیا میں جزا رزق کی کشادگی اور دلوں کی خوشی کی صورت میں سامنے آتی ہے اور آخرت کی بھلائی قبر میں راحت اور قیامت کے دن کے ثواب کی صورت میں ملے گی۔ ﴿3﴾ شیطان کی دھمکی کے مقابلے میں اللہ پاک کا فرمان ہے کہ صدقہ کی وجہ سے گناہ معاف کردوں گا اور ابلیس کی جانب سے فقیری کی دھمکی پر یقین نہ رکھو کیونکہ مجھ سے زیادہ فضل والا کوئی نہیں جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ﴾ اور جو تم خرچ کرتے ہو پس وہی اس کا بدلہ بھی دیتا ہے۔ (سبا:39)

سوال3: ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے'' وہ اپنی وسعت سے، فراخ دستی سے عطا کرتا ہے۔ اس نے اپنے فضل کے وعدے سے اپنے واسع ہونے کا شعور دلایا ہے۔ ﴿2﴾ ''اللہ تعالیٰ علیم ہے'' کم ہو یا زیادہ، خفیہ ہو یا ظاہر اپنے فضل سے اس کا بدلہ دے گا۔ اس نے مغفرت کے وعدے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اگرچہ وہ تمہارے گناہوں کا حساب کتاب رکھتا ہے، علیم ہے لیکن وہ وسیع رحمت والا ہے، علیم ہونے کے باوجود بخش دیتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ انسانوں کے سارے حالات سے واقف ہے۔ اس لیے کہ وہ ان کے خلجانات، رجحانات اور میلانات کو توازن اور اعتدال میں لانے کے لیے حکمت عطا فرماتا ہے تاکہ انسان مقصد، سبب اور نتیجے کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلے کریں۔

﴿یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ (269)﴾

''وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت عطا کی گئی یقیناً اس کو بہت بھلائی دے دی گئی اور عقل مند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔'' (269)

سوال1: ﴿یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے'' حکمت سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے عظیم کتاب نازل فرمائی ہے جس میں بڑی حکمتیں ہیں۔ اس پر عمل کرنے کی توفیق اس کو ملتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہو۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حکمت سے قرآن کی سمجھ مراد ہے۔ ﴿3﴾ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن اور فقہ ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکمت تفقہ فی الدین اور اس چیز کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ ﴿5﴾ صحیح بصیرت، صحیح قوت فیصلہ اور وہ سمجھ بوجھ جس کی وجہ سے انسان بھلے برے کو پہچان سکے حکمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رأس الحكمة مخافة الله ''حکمت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔'' (رحمۃ للعالمین) ﴿6﴾ حکمت سے مراد نفع مند علم، عمل صالح اور شریعت کے اسرار اور حکمتوں سے واقفیت ہے۔ (تفسیر سعدی:320/1)

سوال2: ﴿وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا﴾ ''اور جس کو حکمت عطا کی گئی یقیناً اس کو بہت بھلائی دے دی گئی'' اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جسے اللہ تعالیٰ نفع مند علم، عمل صالح کی توفیق اور شریعت کے اسرار اور حکمتوں سے واقفیت دے دیں تو اس سے بڑھ کر کیا بھلائی ہوگی کہ دنیا و آخرت کی ناکامیوں سے بچ کر دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہو جائے۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ خاص بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ یہ انبیاء کا ورثہ ہے۔ ﴿2﴾ حکمت و دانائی اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ بندے کو کمال صرف حکمت سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ کمال نام ہے علمی اور عملی قوت کے کامل ہونے کا۔ علمی قوت تو حق کی معرفت سے اور اس کے مقصود کی معرفت سے کامل ہوتی ہے اور عملی قوت نیکی کرنے اور برائی سے اجتناب کرنے سے مکمل ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں بندہ صحیح قول اور صحیح عمل کا حامل ہو سکتا ہے اور اپنی ذات کے بارے میں نیز دوسروں کے بارے میں ہر حکم کو اس کے صحیح مقام پر رکھ سکتا ہے۔ اس کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی فطرت میں یہ رکھ دیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں، بھلائی سے محبت رکھیں، حق کے طالب ہوں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول مبعوث فرمائے کہ لوگوں کو ان کی عقل و فطرت میں جڑیں رکھنے والی ان اشیاء کی یاددہانی کرائیں اور جو تفصیلات لوگوں کو معلوم نہیں وہ بیان فرمائیں۔ پھر لوگ دو قسموں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے انبیاء کی دعوت کو قبول کیا، تو انہیں اپنے فائدے کی باتیں یاد ہو گئیں۔ انہوں نے اس پر عمل کیا اور انہیں اپنے نقصان کی باتیں معلوم ہو گئیں تو وہ ان سے بچ گئے۔ یہ لوگ کامل عقل و فہم کے مالک ہیں۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے انبیاء کی دعوت قبول نہیں کی بلکہ ان کی فطرت میں جو خرابی پیدا ہو گئی تھی اس کے مطابق عمل کیا۔ یہ لوگ عقل والے نہیں ہیں۔ (تفسیر سعدی: 320,321/1) ﴿4﴾ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ خطبہ میں فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ "جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کی سمجھ عنایت فرما دیتا ہے۔" (صحیح بخاری: 71)

سوال 3: ﴿وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ "اور عقل مند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عقل مند وہ ہیں جنہوں نے انبیاء پر یقین کیا اور ان کے ذریعے اپنے نفع اور فائدے کی باتیں انہوں نے یاد کر لیں اور ان پر عمل کیا۔ انبیاء کی تعلیمات سے عقل والوں کو نقصان دینے والی باتوں کا علم ہو گیا تو وہ ان سے بچ گئے۔ حقیقت یہ ہے عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ عقل والے ہی واقعات سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ ﴿3﴾ عقل والے ہی غور و فکر کر کے برے انجام سے بچ سکتے ہیں۔ ﴿4﴾ عقل والے ہی دوسروں کے حالات سے اپنے لئے سبق حاصل کرتے ہیں اس لئے وہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ ﴿5﴾ عقل والے بے مقصد اور لہو و لعب والی زندگی اختیار نہیں کرتے۔

﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (270)﴾

"اور جو بھی تم خرچ کرو، کوئی خرچ، یا جو بھی نذر مانو، کوئی نذر تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔" (270)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: ﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ﴾ ''اور جو بھی تم خرچ کرو کوئی خرچ'' اس نفقہ ''خرچ'' کا اطلاق کس چیز پر ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو بھی تم خرچ کرو، کوئی خرچ'' اس کا اطلاق عام روزمرہ زندگی میں کیے جانے والے خرچ پر ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ اس نفقہ خرچ سے مراد وہ خرچ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، وہ واجب ہو یا مستحب ہر خرچ کا اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرماتے ہیں۔

سوال2: ﴿اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ﴾ ''یا جو بھی نذر مانو، کوئی نذر'' نذر سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نذر وہ چیز ہے جسے عوامی زبان میں منّت ماننا کہتے ہیں، فقہ میں اس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ کسی مراد کے پورے ہونے پر اپنے اوپر کوئی ایسی چیز لازم کر لینا ہے جو واجب نہ تھی۔ ﴿2﴾ انسان اپنی کسی مراد کے پورا ہونے کے لیے کسی ایسے خرچ یا خدمت کو اپنے ذمے لازم کر لے جو اس کے لیے فرض نہ ہو۔ ﴿3﴾ آدمی اپنی کسی مراد کے بر آنے پر کوئی ایسا نیک کام صدقہ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد کرے جو اس کے ذمے فرض نہ ہو۔ (تیسیر القرآن:220/1)

سوال3: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے نذر ماننا کیسے شرک ہے؟

جواب: نذر نماز اور روزے کی طرح عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے نذر ماننا اس کی عبادت کرنا ہے جو شرک ہے۔

سوال4: کون سی نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وہ نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ ﴿2﴾ جو حلال اور جائز کام کی ہو۔

سوال5: کون سی نذر منع ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وہ نذر منع ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے ہو (بت یا انسان وغیرہ)۔ ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے راستے میں ہو۔ ﴿3﴾ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی وجہ سے ہو۔

سوال6: نذر ماننا کیسا عمل ہے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نذر نہ مانا کرو اس لیے کہ نذر تقدیری امور میں کچھ بھی نفع بخش نہیں۔ بس اس سے اتنا ہوتا ہے کہ بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔ (صحیح مسلم:4241)

سوال7: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے'' اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نیتوں کا پورا علم ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ضمیر کی پوشیدہ خواہشات کو جانتا ہے۔ ﴿3﴾ انسان کی خفیہ حرکات کو بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کس نے خلوص نیت سے عمل کیا ہے اور کس نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلوص سے نہیں کیا۔ ﴿5﴾ جو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کوئی خرچ کرے یا نذر پوری کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ثواب عطا فرماتا ہے۔

سوال 8: ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ ''اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' یہاں ظالم سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں ظالم سے مراد وہ لوگ ہیں جو واجب خرچ نہ کریں یعنی نذر مان کر اسے پورا نہ کریں۔ ﴿2﴾ جو مخلوق کی خوشی کے لیے خرچ کریں یا نذر پوری کریں تو وہ ظالم بن جاتے ہیں۔ ﴿3﴾ جو شخص کسی چیز کو اس کے جائز مقام پر نہیں رکھتا وہ ظالم ہے۔ مخلوق کی خوشی کے لیے عمل کرنے والا اس لیے ظالم بن جاتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے کام کرنا تھا اس نے عمل کو غلط جگہ رکھ دیا۔ ﴿4﴾ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی سخت سزا رکھی ہے کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (271)﴾

''اگر تم صدقات ظاہر کرو تو کیا ہی اچھا ہے اور اگر تم اسے چھپاؤ اور انہیں ضرورت مندوں کو دو تو وہ تمہارے لیے بہت زیادہ بہتر ہے، اور وہ (اللہ تعالیٰ) تمہاری کچھ برائیاں تم سے دور کر دے گا، اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (271)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو اپنا آدھا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ تھا لا کر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو تو چونکہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کافی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو دیے اور فرمانے لگے: اللہ کی قسم! جس کسی نیکی کے کام کی طرف ہم لپکے ہیں اس میں اے صدیق رضی اللہ عنہ! آپ کو آگے ہی آگے پاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

سوال 2: ﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ﴾ ''اگر تم صدقات ظاہر کرو تو کیا ہی اچھا ہے'' ظاہر کر کے صدقہ دینا کس صورت میں افضل ہو جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو صدقہ فرض ہو اس کو اعلانیہ (ظاہر کر کے) دینا افضل ہے۔ ﴿2﴾ ظاہر کر کے صدقہ دینا ایسی صورت میں افضل ہو جاتا ہے جب لوگوں کے لئے صدقہ دینا ترغیب کا باعث بن جائے۔ ایسے مواقع پر اعلانیہ صدقہ فضیلت کا باعث بن جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس میں ریاکاری نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال3: ﴿ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ ''اور اگر تم اسے چھپاؤ اور انہیں ضرورت مندوں کو دو تو وہ تمہارے لیے بہت زیادہ بہتر ہے'' چھپا کر ضرورت مندوں کو دینے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو صدقہ فرض کے علاوہ ہو اس کا چھپانا زیادہ بہتر ہے، اس طرح انسان ریاکاری سے بچتا ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خفیہ صدقہ کرنا باری تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔'' (طبرانی) ﴿2﴾ ''افضل صدقہ وہ ہے جو پوشیدگی سے کسی حاجت مند کو دے دیا جائے اور مال کی قلت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے صدقہ کیا اور اسے اس طرح چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اگر تم صدقہ کو ظاہر کر دو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر پوشیدہ طور پر دو اور فقراء کو دو تو یہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح خبردار ہے۔'' (صحیح بخاری: باب:13) ﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ انسان ہے جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی نہ خبر ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔'' (صحیح بخاری:1423) ﴿4﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو اس نے ہلنا شروع کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ گاڑ دیئے تو وہ ٹھہر گئی۔ فرشتوں نے پہاڑوں کی مضبوطی پر اظہار تعجب کیا اور کہا: ''اے ہمارے رب! کیا تو نے پہاڑوں سے بھی سخت مخلوق پیدا فرمائی ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہاں، لوہا'' انہوں نے کہا: ''کیا لوہے سے بھی سخت مخلوق پیدا کی ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آگ'' انہوں نے کہا: ''کیا آگ سے سخت بھی کوئی مخلوق ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پانی'' انہوں نے کہا: ''کیا پانی سے بھی سخت کوئی مخلوق ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہاں، ہوا'' انہوں نے کہا کہ ''کیا ہوا سے سخت بھی کوئی مخلوق ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آدم کا بیٹا، جب دائیں ہاتھ سے صدقہ کرے اور بائیں ہاتھ سے اسے مخفی رکھے۔'' (ترمذی:3369) ﴿5﴾ پوشیدہ طور پر صدقہ دینا، ظاہر کر کے دینے سے افضل ہے لیکن آیت میں اشارہ ہے کہ جب صدقات نہ دیے جا رہے ہوں تو اس صورت میں پوشیدہ صدقہ ظاہر کرنے سے افضل نہیں ہے۔ ﴿6﴾ صدقات کو پوشیدہ رکھنے اور ظاہر کرنے کا دارومدار مصلحت اور فائدے پر ہے۔ اگر ظاہر کرنے سے امید ہو کہ دوسرے لوگ بھی نیک کام کریں گے تو خفیہ صدقے کی نسبت ظاہر کرنا افضل ہے۔ ﴿7﴾ ﴿ وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ ﴾ ''اور انہیں ضرورت مندوں کو دو'' صدقہ ضرورت مندوں کو تلاش کر کے دینا چاہیئے۔ زیادہ ضرورت مند کی موجودگی میں کم ضرورت مند کو نہیں دینا چاہیئے۔ ﴿8﴾ ﴿ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ ''تو وہ تمہارے لیے بہت زیادہ بہتر ہے'' یعنی صدقہ دینے والے کے لیے صدقہ باعث ثواب ہوگا۔

سوال4: ﴿ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ﴾ ''اور وہ (اللہ تعالیٰ) تمہاری کچھ برائیاں تم سے دور کر دے گا'' صدقہ کیسے برائیوں کو دور کرتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ صدقے کے ذریعے برائیاں دور کر دیتے ہیں اور بندے کو عذاب سے بچا لیتے ہیں۔ ﴿2﴾ صدقہ دینے سے دل کی تنگی دور ہوتی ہے اور مومن بخل سے بچتا ہے۔ ﴿3﴾ صدقہ دینے سے مال کی محبت پر چوٹ پڑتی ہے اس طرح مومن کی حرص میں کمی آتی ہے۔ ﴿4﴾ چھپا کر صدقہ کرنے سے مومن کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور مومن ریا کاری سے بچتا ہے۔ ﴿5﴾ صدقہ کرنے سے مومن کے نفس کی مسلسل اصلاح ہوتی جاتی ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کے توسط سے اسے گناہوں سے دور کر دیتا ہے۔ ﴿6﴾ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ﴾ بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ (ھود:114) نیکی کا ہر کام برائیوں کو دھو ڈالنے والا ہے۔ ﴿7﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: پوشیدگی کا صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔

سوال5: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ ''اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ صدقے سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جس چیز کی بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔ ﴿2﴾ تمہارے اعمال اچھے ہوں یا برے، اللہ تعالیٰ ان سے باخبر ہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلا کر پوشیدہ صدقے کی ترغیب دلائی ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی صفت خبیر سے ثابت ہوتا ہے کہ جزا سزا ہوگی۔

﴿لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (272)﴾

''ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ تمہارے ہی لئے ہے اور تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں خرچ کرتے ہو اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (272)

سوال1: اس آیت کا شان نزول بتائیں۔

جواب: ﴿1﴾ ابن ابی حاتم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ حکم فرماتے تھے کہ صرف اہل اسلام پر صدقہ کیا جائے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگوں کو ہدایت دینے کی ذمہ داری تمہاری نہیں تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جس مذہب کے پیروکار تم سے سوال کریں انہیں صدقہ دیا کرو۔ ﴿2﴾ آیت کے شان نزول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلمان غیر مسلم رشتہ داروں پر خرچ کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ غیر مسلم رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنا اجر کا باعث ہے۔ البتہ زکوٰۃ غیر مسلموں کو نہیں دی جا سکتی۔

سوال2: ﴿لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾ ''ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ ''ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے محمد! لوگوں کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے ۔ آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے پاس اختیار نہیں کہ وہ کسی کو ہدایت دے یا گمراہ کر دے۔ ﴿2﴾ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جو مخلوق کا خالق ہے۔ وہی دلوں کو موڑ سکتا ہے۔ ﴿3﴾ رسول کا کام پہنچا دینا ہے اس لیے ہدایت کے لیے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کر کے دعائیں کرنی چاہئیں۔ ﴿4﴾ ہدایت اللہ تعالیٰ کا حق ہے لہٰذا دعوت دینے والے کے پاس کسی انسان سے نفرت کا جواز باقی نہیں رہتا اور نہ ہی کسی کی ضد کی وجہ سے دل تنگ کرنے کا جواز باقی رہتا ہے۔ ﴿5﴾ داعی انتظار کرے گا کہ کب اللہ تعالیٰ دلوں کو اجازت دے اور وہ ہدایت کے راستے پر آئیں اور اپنے رب کو پہچان لیں۔

سوال3: ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ تمہارے ہی لئے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے کم ہو یا زیادہ چاہے یہ مال تم مسلمانوں پر خرچ کرو یا کافروں پر وہ تمہارے ہی لیے ہے یعنی تمہیں اس کا پورا اجر دیا جائے گا۔

سوال4: انسان جو انفاق کرتا ہے وہ کیسے اس کے کام آتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں انسان بخل، دل کی تنگی اور حرص جیسی بری عادتوں سے بچ جاتا ہے۔ ﴿2﴾ آخرت میں اس کا کئی گنا اجر پاتا ہے۔

سوال5: ﴿وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ﴾ ''اور تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں خرچ کرتے ہو'' کون مال کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خرچ کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر وہ مال خرچ کرتا ہے جو دنیا میں بدلہ نہیں پانا چاہتا۔ ﴿2﴾ جو ایسی مدات میں خرچ کرتا ہے جہاں سے واپسی کی امید نہیں ہوتی۔ ﴿3﴾ مومن کے خرچ کی بنیاد ایمان ہوتی ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے خرچ کرتا ہے۔ ﴿4﴾ ایمان لہو ولعب کے کاموں میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔

سوال6: ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا'' اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ تمہارا ہر صدقہ قبول ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں پورا پورا اجر دے گا۔ ﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رضائے الٰہی کی خاطر تم جو بھی خرچ کرو گے اس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا مقام بلند ہوگا۔ حتیٰ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔ (صحیح بخاری:2742) ﴿3﴾ ﴿وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا یعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہارے گناہوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا اور نیک اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی۔

سوال 7: اسلام نے بلا امتیاز مذہب معاشی تعاون اور امداد کے دروازے کھول کر کیسی فضا قائم کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایک ایسی فضاء جس میں مذہبی آزادیوں کا اصول متعین ہے۔ ﴿2﴾ اور جہاں جبر وتشدد کا قلع قمع کیا گیا ہے۔ ﴿3﴾ ایک ایسی فضا جس میں مذہبی رواداری ہے۔ ایک ایسی فضا جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غیر مسلموں پر کیے جانے والے خرچ پر بھی اجر کا وعدہ ہے۔ ﴿4﴾ یوں انسانی ہمدردی کی فضا پروان چڑھتی ہے۔

﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (273)﴾

''صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں روکے گئے ہوں، وہ زمین میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، ناواقف آدمی سوال سے بچنے کی وجہ سے انہیں مال دار سمجھ بیٹھتا ہے، آپ انہیں ان کے چہرے ہی سے پہچان جائیں گے، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے، اور جو مال میں سے بھی تم خرچ کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔'' (273)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مال والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنا مال ان فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کریں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے، یا دن رات اس کی بندگی اور حصول علم کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہاں مراد اصحاب صفہ ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن:156) ﴿2﴾ حافظ ابن کثیر نے کہا: ان سے مراد وہ تمام مہاجرین ہیں جو مدینہ منورہ میں آ کر اقامت پذیر ہو گئے تھے اور تجارت اور حصول مال کے اسباب وذرائع ان سے منقطع ہو چکے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر:369/1)

سوال 2: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ﴾ ''صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں روکے گئے ہوں، وہ زمین میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی مدات میں سے بڑی مد کون سی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ تمہارے خرچ کے کون لوگ زیادہ مستحق ہیں۔ ان کی چھ صفات بیان فرمائی ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں روکے گئے ہوں'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی مدات میں سے بڑی مد دین کے ان خادموں کی مالی مدد کرنا ہے جو دین کی حفاظت کے کاموں میں مکمل مصروف رہنے کی وجہ سے بے معاش ہو گئے ہوں۔ ﴿3﴾ ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہ زمین میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے'' جو رزق کی تلاش کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لیے سفر کے قابل نہ ہوں۔ ﴿4﴾ جیسے ایک کامیاب تاجر کے پاس اپنے بزنس کے علاوہ وقت نہیں ہوتا ایسے ہی ایک کامیاب داعی کے لیے دین کے علاوہ وقت نہیں ہوتا۔اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ صاحب معاش ان لوگوں کے لیے حصہ نکالیں جو دینی مصروفیات کی وجہ سے اپنی معاشیات فراہم نہ کرسکیں۔

سوال3: دین کے خادموں کی خدمت کرنا ایک خاموش تقسیم کار ہے،اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دین کا خادم خود کو اللہ تعالیٰ کے لیے یک سو کرتا ہے۔نہ وہ کسی انسان سے مانگتا ہے،نہ پانے کا امیدوار ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ صاحب معاش یہ سوچتا ہے کہ میرے پاس معاشی وسائل اس قیمت پر آئے ہیں کہ میں دین کی خدمت نہیں کرسکا تو اس کی تلافی ہونی چاہئے اور وہ ایسے کہ میں اپنے مال میں ان بھائیوں کا حصہ لگاؤں جو میری کمی کی تلافی اللہ تعالیٰ کے ہاں کررہے ہوں۔

سوال4: دین کے خادموں کے لیے اپنا مال لگانا انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا زیادہ مستحق کب بناتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب دین کی جدوجہد اس مرحلے میں ہو کہ دین کے نام پر معاشی عہدے نہ ملتے ہوں۔ ﴿2﴾ جب دین کی راہ میں لگنے والا بے روزگار ہوجائے۔ ﴿3﴾ جب دین کے نام پر کیے جانے والے خرچ کی وجہ سے سزا کا ڈر ہو۔ ﴿4﴾ جب دین کے خادموں کو مال دینا ایک غیر اہم طبقے سے رشتہ جوڑنا ہو۔ ﴿5﴾ جب دین کے کاموں پر خرچ کرنا مجلسوں میں قابلِ تذکرہ نہ ہو اور انسان کی حیثیت اور ناموری میں اضافہ نہ کرتا ہو۔ ﴿6﴾ ایسا خرچ چونکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے اس لیے ایسا خرچ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

سوال5: ﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ﴾ ''ناواقف آدمی سوال سے بچنے کی وجہ سے انہیں مال دار سمجھ بیٹھتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''ناواقف آدمی سوال سے بچنے کی وجہ سے انہیں مال دار سمجھ بیٹھتا ہے'' یعنی ان کی غیرت وخودداری گوارا نہیں کرتی کہ وہ لوگوں سے سوال کریں۔ناواقفوں کو اس سے گمان یہ گزرتا ہے کہ یہ لوگ خوش حال ہیں،محتاج ومستحق امداد نہیں۔ ﴿2﴾ ﴿التَّعَفُّفِ﴾ سے مراد ہے سوال نہ کرنا،سوال کرنے سے بچنا۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک یا دو کھجور، ایک یا دو لقمے دربدر لیے پھریں بلکہ مسکین وہ ہے جو مانگنے سے بچتا رہے اور اگر تم دلیل چاہو تو (قرآن سے) اس آیت کو پڑھ لو کہ ''وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے۔'' (صحیح بخاری:4539)

سوال6: ﴿تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ﴾ ''آپ انہیں ان کے چہرے ہی سے پہچان جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''آپ انہیں ان کے چہرے ہی سے پہچان جائیں گے'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر وقت رہتا تھا،میں خمیری روٹی نہ کھاتا اور نہ عمدہ لباس پہنتا تھا (یعنی میرا وقت علم کے سوا کسی دوسری چیز کے حاصل کرنے میں نہ جاتا) اور نہ میری خدمت کے لیے کوئی فلاں یا فلانی تھی بلکہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ سے پتھر باندھ لیا کرتا۔بعض وقت میں کسی کو کوئی آیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے پڑھ کر اس کا مطلب پوچھتا تھا کہ وہ اپنے گھر لے جا کر مجھے کھانا کھلا دے، حالانکہ مجھے اس آیت کا مطلب معلوم ہوتا تھا۔ مسکینوں کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرنے والے سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ ہمیں اپنے گھر لے جاتے اور جو کچھ بھی گھر میں موجود ہوتا وہ ہم کو کھلاتے۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا کہ صرف شہد یا گھی کی کپی ہی نکال کر لاتے اور اسے ہم پھاڑ کر جو کچھ اس میں ہوتا اسے ہی چاٹ لیتے۔ (صحیح بخاری:3708)

سوال 7: ﴿لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ ''وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے'' ﴿1﴾ جو شخص سوال کرے اور اس کے پاس چالیس درہم ہوں تو اس نے الحاف کیا۔ ﴿2﴾ جو شخص لوگوں سے سوال کرتا ہو حالانکہ اس کے پاس پانچ اوقیہ برابر مال موجود ہو تو گویا اس نے اصرار کر کے سوال کیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک یا دو کھجور، ایک یا دو لقمے در بدر لیے پھریں بلکہ مسکین وہ ہے جو مانگنے سے بچتا رہے اور اگر تم دلیل چاہو تو (قرآن سے) اس آیت کو پڑھ لو کہ ''وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے۔'' (صحیح بخاری:4539)

سوال 8: ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ ''اور جو خیر میں سے بھی تم خرچ کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جو خیر میں سے بھی تم خرچ کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کے لئے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کسی کے عمل کو ضائع کرنے والا نہیں اس لئے خرچ کرو۔

رکوع نمبر 6

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (274)﴾

''جو لوگ اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔'' (274)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بغوی نے سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس آیت کا نزول ان لوگوں کے حق میں ہوا جو جہاد کے لیے گھوڑے پالتے تھے۔ گھوڑوں کو رات دن پوشیدہ اور علانیہ چارہ دیا جاتا تھا۔ (تفسیر الوسیط :392/1) ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ان کے پاس چار درہم تھے۔ انہوں نے اس میں سے ایک رات کو اور ایک دن کے وقت اور ایک پوشیدہ طور پر اور ایک ظاہر کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیے تھے اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے،ان حضرات نے سامان جہاد فراہم کیا تھا۔(الدرالمنثور:642/1)

سوال2: ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾ ''جولوگ اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ نیک لوگ دن رات ،ہر وقت ،کھلے چھپے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ کرتے ہیں۔(تفسیرالمیسّر :61/1) ﴿2﴾ نیک لوگ حرام یا مکروہ کاموں میں یا اپنی خواہشات پوری کرنے یا دل کی مرضی کے لیے خرچ نہیں کرتے۔

سوال3: ﴿سِرًّا﴾ ''چھپے''چھپا کر نیکیاں کرنے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ چھپا کر نیکیاں کرنے سے انسان کے نفس کی مسلسل اصلاح ہوتی ہے۔﴿2﴾ بری صفات (حرص،بخل اور ریاکاری) مٹ جاتی ہیں۔﴿3﴾ اچھے اخلاق نشو ونما پاتے ہیں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان مقبول ہوتا ہے۔

سوال4: ﴿فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''توان کے لیے ان کا اجران کے رب کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی رب رحیم کے پاس دن رات، کھلے چھپے خرچ کرنے والوں کا اجر ہے۔

سوال5: اس سے کون سا اجر مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں لمبی عمر۔﴿2﴾ آخرت میں اچھا انجام۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی رضامندی۔

سوال6: اجر کا شعور انسان سے کیا کروالیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے رات دن اور کھلے چھپے خرچ کرنے کے لئے یہ شعور دلایا ہے کہ اس کام کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو ضائع ہونے والا نہیں،یقینی طور پر ملنے والا ہے۔یہ اجر کا شعور انسان سے ہر حال میں مال خرچ کروالیتا ہے۔﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے اور اس کے وعدہ کو سچا سمجھتے ہوئے کوئی گھوڑا راہ خدا میں کام آنے کے لیے پرورش کرتا ہے تو گھوڑے کا کھانا، پینا، لید، پیشاب (سب کچھ) قیامت کے دن اس کی میزان میں رکھا جائے گا (اور نیکیوں کی تول میں آئے گا۔)(بخاری)

سوال7: ﴿وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ ''اوران پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے والے غم میں مبتلا ہوں گے تو وہ لوگ جو اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں تو ان کے لیے ان کا اجران کے رب کے پاس ہوگا اوران پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔وہ اپنا اصل مقصد حاصل کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اس وقت کامیاب ہوجائیں گے اور ہر قسم کے شر سے محفوظ رہیں گے جب حد سے بڑھنے والے غم میں مبتلا ہوں گے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (275) ﴾

''جولوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھوکر دیوانہ بنادیا ہو، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے، چنانچہ جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آجائے، سو وہ باز آجائے تو جو پہلے گزر چکا وہ اس کے لیے ہے، اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، اور جو دوبارہ سود کھائیں تو وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(275)

سوال1: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ﴾ ''جولوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھوکر دیوانہ بنادیا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کا برا انجام بیان کیا ہے۔ وہ قیامت کے دن اپنی قبروں سے ایسے اٹھیں گے گویا شیطان نے انہیں دیوانہ بنا دیا ہو۔ اس وقت انہیں سخت سزا ملنے کا یقین ہوگا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سود خور کو مخبوط الحواس شخص سے تشبیہ دی ہے۔ سود خور روپے کے پیچھے پاگل ہے اور اپنے اس پاگل پن میں عقل سے بعید حرکات کرتا ہے۔ سود خور کا پاگل پن خود غرضی کا ہے۔ اسے کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ اس سے کس طرح انسانی محبت اور ہمدردی کی جڑیں کٹ رہی ہیں؟ معاشرتی فلاح و بہبود پر کتنے برے اثرات پڑ رہے ہیں؟ کتنے لوگوں کی بدحالی سے وہ اپنی خوش حالی کا سامان کر رہا ہے؟ اکثر مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ سود خور قیامت کے دن ایک دیوانے اور مخبوط الحواس شخص کی حالت میں اٹھے گا۔ سید قطب لکھتے ہیں کہ زمین پر ہماری زندگی میں بھی یہ خوفناک تصویر عملاً موجود ہوتی ہے۔ اقتصادی نظام میں ایک سود خور دیوانہ وار کوششوں میں مصروف ہے جس طرح شیطان کا چھوا ہوا شخص دیوانہ ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ لفظ ''المس'' کے معنی جنون کے ہیں جسے دیوانگی بھی کہتے ہیں۔ فراء نے یہی تفسیر کی ہے۔ مس کا معنی جنوں کا چھونا۔ (بخاری کتاب التفسیر) سود خور آخرت میں ایسے شخص کی طرح اٹھے گا جسے شیطان نے چھوکر دیوانہ بنا دیا ہو۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں سود خور آخرت میں مجنون اٹھے گا۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿4﴾ سود خور کا پاگل پن خود غرضی ہے۔ اسے صرف اپنی ذات کی فکر ہے۔ اسے کوئی ہوش نہیں کہ میرے جیسا دل، میرے جیسی ضروریات کسی اور کی بھی ہیں، میرے جیسے مسائل کسی اور کے بھی ہو سکتے ہیں، ان کے اندر بھی زندگی ہے، سود خور کو کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، وہ پتھر دل، سنگ دل، تنگ دل اور خود غرض انسان ہے۔ اسے کوئی پروا نہیں کہ انسانی محبت کی جڑیں کٹ رہی ہیں۔ اس کے اس رویے کی وجہ سے انسانیت کن تکلیفوں میں مبتلا ہے۔ اسے کوئی پروا نہیں اسے کوئی فکر نہیں ہوتی کہ معاشرے کی فلاح و بہبود کے کام ہونے چاہئیں۔ وہ کبھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں سوچتا کہ کتنے لوگ بدحال ہوتے ہیں اور میں خوش حال ہوتا ہوں؟ میں کتنے گھروں کو دکھ میں مبتلا کرتا ہوں؟ وہ لوگوں سے زندگی چھین کر انہیں موت کی مجبوریوں تک پہنچا کر بھی اپنی خوش حالی چاہتا ہے۔

سوال2: اہل جاہلیت کیسے سود وصول کرتے تھے؟

جواب: امام رازی کی تحقیق میں اہل جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ وہ ایک شخص کو ایک معین مدت کے لیے روپیہ دیتے اور اس سے ماہ بہ ماہ ایک مقرر رقم سود کے طور پر وصول کرتے رہتے۔ جب وہ مدت ختم ہو جاتی تو مدیون سے رأس المال کا مطالبہ کیا جاتا۔ اگر وہ ادا نہ کر سکتا تو پھر ایک مزید مدت کے لیے مہلت دی جاتی اور سود میں اضافہ کر دیا جاتا۔ (تفسیر کبیر:2:351)

سوال3: سود کب حرام ہوا؟

جواب: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب سود کے سلسلے میں سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں پڑھ کر لوگوں کو سنایا اور اس کے بعد شراب کی تجارت بھی حرام قرار پائی۔ (صحیح بخاری:4540)

سوال4: سود کس درجے کا گناہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے بچو۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ سات ہلاکت میں ڈال دینے والی چیزیں کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور جادو کرنا اور کسی نفس کا قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا سوائے حق کے اور یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد میں دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا اور پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔'' (صحیح مسلم :262) ﴿2﴾ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب والی طویل حدیث میں بیان فرمایا: پھر ہم ایک نہر پر آئے وہ خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا نہر کے کنارے پر بھی ایک آدمی تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے۔ یہ تیرنے والا شخص تیرتا رہتا، اور جب اس شخص کے پاس آتا جس نے اپنے پاس پتھر جمع کر رکھے تھے تو وہ اس کے منہ کو کھولتا اور اس میں ایک پتھر داخل کر دیتا۔ پھر اس کی تعبیر میں آپ ﷺ نے فرمایا اس سے مراد سود کھانے والا ہے۔ (صحیح بخاری :7047) ﴿3﴾۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کے ستر درجے ہیں ان میں سے کم درجے کا گناہ اس قدر ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے نکاح (یعنی زنا) کرے۔ (ابن ماجہ:2274) ﴿4﴾ سود کا لین دین بہت ہی بڑا گناہ ہے اس لیے سود سے متعلق ہر شخص پر لعنت کی گئی ہے۔ ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے گودنے والی اور گدوانے والی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور مصور پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری :2238) ﴿5﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے سود دینے والے، سود تحریر کرنے والے اور سودی لین دین کے گواہوں پر لعنت کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (گناہ میں) سب برابر ہیں۔ (صحیح مسلم:4093)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال5: سودخور کی بھیانک تصویر کا انسانی زندگی پر کیا اثر ہوسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سودخور کی بھیانک تصویر کا انسانی زندگی پر گہرا اثر ہوتا ہے، اس سے انسان میں خوف پیدا ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ سرمایہ کاری کرنے والے سودخوروں کے انسانی جذبات جاگ سکتے ہیں، متحرک ہو سکتے ہیں۔ ﴿3﴾ اس آیت کے ذریعے انہیں جھنجھوڑا جارہا ہے اور مروجہ سودی نظام سے نکالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ﴿4﴾ یہ آیت لالچ اور خودغرضی کی فضا سے نکالنے کے لیے انتہائی مؤثر ہے۔

سوال6: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾ ''یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ بات کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے کوئی دیوانہ ہی کہہ سکتا ہے یا ایسا شخص جو دین کا دشمن ہو یا جس کی عقل اوندھی ہوگئی ہو۔ اسی وجہ سے ان کو بدلہ بھی ان کے عمل کی طرح ملے گا یعنی قیامت کے دن وہ پاگلوں کی طرح اٹھیں گے۔

سوال7: کیا تجارت سود کی طرح ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تجارت سود کی طرح نہیں ہے: (i) تجارت میں نقد رقم کا تبادلہ ہوتا ہے جب کہ سود میں نہیں۔ (ii) تجارت میں نفع اور نقصان کا امکان رہتا ہے جب کہ سود میں ایک کو یقینی نفع ہوتا ہے اور دوسرے فریق کے نفع ونقصان کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ (iii) تجارت کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام اس لئے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں حرمت سود کے عقلی دلائل لکھے ہیں۔ انہوں نے پہلے نمبر پر یہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ سود کی رقم آخر کس چیز کا معاوضہ ہوتی ہے؟ بجز مفت خوری کی بدترین شکل کے اور یہ ہے کیا؟ (تفسیر ماجدی: 505/1) ﴿2﴾ سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی انہوں نے فرمایا کہ تم ایسی سرزمین میں رہتے ہو جہاں سود کا لین دین رواج پائے ہوئے ہے۔ جب کسی پر کچھ قرض ہو پھر وہ تمہیں بھوسہ کا ایک گٹھڑ یا جو کی گٹھری یا رسی میں بندھی ہوئی سبزی بھی دینا چاہے تو اس کو مت لینا کیونکہ وہ سود ہے۔ (بخاری) ﴿3﴾ جو لوگ سودی کاغذات لکھتے ہیں اس کی فائلیں بنا کر رکھتے ہیں وہ سودی لین دین کی فرموں، کمپنیوں اور بینکوں میں کام کرتے ہیں اور جو سود لیتے ہیں اور سود دیتے ہیں وہ اپنے بارے میں غور کرلیں کہ لعنت کے کام میں مشغول ہیں۔ گناہ کی مدد بھی حرام ہے اور جس نوکری میں گناہ پڑے وہ بھی حرام ہے اس کی تنخواہ بھی حرام ہے۔ سود کا لین دین کرنے والوں اور زیادہ آمدنی کی خواہش رکھنے والوں کو مفتیوں کی بات ناگوار تو لگتی ہے مگر حق تو کہنا ہی پڑتا ہے۔ (انوار البیان: 419/1)

سوال8: سودخوروں کے نظریے کی خرابی یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ''تجارت بھی تو آخر سود جیسی چیز ہے'' وضاحت کریں؟

جواب:

سودخوروں کا مؤقف

تجارت = **سود**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿1﴾ تجارت میں لگے ہوئے روپے کا منافع جائز ہے۔

﴿2﴾ ایک شخص اپنے روپے کو تجارت میں لگا کر اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

﴿2﴾ قرض پر دیئے ہوئے روپے کا منافع بھی جائز ہونا چاہیے۔

﴿2﴾ ایک شخص روپے سے خود فائدہ اٹھانے کی بجائے قرض دیتا ہے اور دوسرا شخص فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس فائدے میں سے قرض دینے والے کو ادا کرنا چاہئے۔

سوال 9: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے'' اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ سود حرام ہے اور تجارت حلال ہے، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے کہ اس میں سب کے لیے نفع ہے چونکہ سب کو تجارت کی ضرورت ہے اس لیے اسے حرام قرار دینے میں نقصان ہے۔ تجارت حصول رزق کی ایک عظیم بنیاد ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے حلال قرار دیا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ''اور سود کو حرام کیا ہے'' سود ظلم پر مبنی ہے اس کا انجام ہلاکت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ ﴿3﴾ تجارت اور سود کے بارے میں:

اسلام کا مؤقف

تجارت	سود
﴿1﴾ ہر تجارت خواہ وہ سرمائے سے ہو یا محنت اور سرمائے سے اس میں نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔	﴿1﴾ سود میں قرض دینے والے سرمایہ دار کو نقصان کا خطرہ نہیں ہوتا۔
﴿2﴾ تجارت میں وقت، محنت، قابلیت اور سرمایہ لگا کر بھی مقرر منافع کی ضمانت نہیں ہوتی۔	﴿2﴾ سود میں قرض خواہ نہ وقت لگاتا ہے، نہ محنت اور نہ قابلیت، صرف سرمایہ لگا کر مقررہ منافع کی ضمانت ہوتی ہے۔ اس کا مال محفوظ ہوتا ہے اور دوسرے کا مال غیر محفوظ ہوتا ہے۔
﴿3﴾ تجارت میں خریدار اور فروخت کرنے والے کے درمیان منافع کا تبادلہ مساویانہ ہوتا ہے۔ (فروخت کرنے والا محنت، ذہانت اور وقت کی اجرت لیتا ہے جو وہ چیز کو مہیا کرنے کے	﴿3﴾ سودی لین دین میں منافع کا تبادلہ برابری کے ساتھ نہیں۔ سود لینے والا مال کی مقرر مقدار لیتا ہے منافع یقینی ہے۔ سود دینے والا صرف مہلت لیتا ہے جس کا منافع بخش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے لگا تا ہے)۔

﴿4﴾ تجارت کا معاملہ نفع اور نقصان میں شراکت کا ہے۔

﴿5﴾ تجارت میں منافع خواہ کتنا ہی زائد ہو ایک بار ہوتا ہے۔

﴿6﴾ تجارت میں شے اور اس کی قیمت کے تبادلے پر معاملہ ختم ہو جاتا ہے، مکان یا زمین یا سامان کے کرائے میں اصل شے (جس کے استعمال کا معاوضہ دیا جاتا ہے) ختم نہیں ہوتی برقرار رہتی ہے اور مالک کو واپس کر دی جاتی ہے۔

﴿7﴾ تجارت، صنعت اور زراعت میں انسان محنت، ذہانت اور وقت کا فائدہ لیتا ہے۔

﴿8﴾ تجارت میں نفع و نقصان کی شراکت نفع کے تناسب اور نقصان کے تناسب سے ہوتی ہے۔

﴿9﴾ تجارت انسانی تمدّن کی تعمیر کرنے والی

ہونا یقینی نہیں۔ (اگر سرمایہ ذاتی ضروریات کے لیے لیا ہے تو مہلت نفع مند نہیں ہے)۔

﴿4﴾ سود کا معاملہ ایک فریق کے فائدے اور دوسرے کے نقصان پر ہوتا ہے۔

﴿5﴾ سود کے معاملے میں مال دینے والا مال پر مسلسل منافع وصول کرتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ منافع بڑھتا چلا جاتا ہے چاہے قرض لینے والے کے تن کے کپڑے اور گھر کے برتن تک بک جائیں۔

﴿6﴾ سود کے معاملے میں قرض دار سرمایہ لیتا ہے اسے صرف کر لیتا ہے۔ پھر صرف شدہ مال دوبارہ پیدا کرتا ہے۔ اضافے کے ساتھ واپس کرتا ہے۔

﴿7﴾ سودی کاروبار میں نہ محنت، نہ ذہانت، نہ وقت، محض ضرورت سے زیادہ مال دے کر بغیر کسی محنت کے دوسرے کی کمائی کے زیادہ حصے میں شریک بن جاتا ہے۔

﴿8﴾ سود پر قرض دینے والا نفع و نقصان میں نہیں بلکہ صرف نفع میں ہی شریک ہوتا ہے۔ نقصان ہو تب بھی اس کا منافع fix ہے۔ پھر منافع میں بھی بلا لحاظ تناسب طے شدہ منافع لیتا ہے۔

﴿9﴾ سود انسانی تمدن کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوت بن جاتی ہے۔لوگوں کی صلاحیتیں لگتی ہیں،معاشرا ترقی کرتا ہے۔
﴿10﴾ تجارت امداد باہمی اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔
﴿11﴾ تجارت کا فائدہ عوام الناس کو ہوتا ہے۔
﴿12﴾ تجارتی سرگرمیاں انسانیت کے لیے مفید ہیں۔
﴿13﴾ تجارت حلال ہے۔

ذہانت بھی قومی سرمایہ ہے جو سود کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔
﴿10﴾ سود افراد میں بخل،خودغرضی،شقاوت،بے رحمی اور زر پرستی جیسی صفات پیدا کرتا ہے۔
﴿11﴾ سود کا فائدہ چند سرمایہ کاروں کا گروہ اٹھاتا ہے۔
﴿12﴾ سودی لین دین اصلاً انسانیت کے لیے تباہ کن ہے۔
﴿13﴾ سود حرام ہے۔

سوال10: ﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ﴾ ''چنانچہ جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آجائے جس سے وہ باز آجائے تو جو پہلے گزر چکا وہ اس کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جس کو اللہ تعالیٰ نے نصیحت حاصل کرنے کی توفیق دی اس کے لیے رحمت ہے۔﴿2﴾ سعید بن جبیر نے اس آیت کے متعلق کہا: یعنی قرآن کا سود کی حرمت کے بارے میں بیان آجائے تو وہ اس سے رک جائے۔اس نے ربا کی حرمت سے پہلے جو کھالیا وہ اس کے لیے ہے۔(ابن ابی حاتم:2/545) ﴿3﴾ ﴿فَانْتَهٰى﴾ ''چنانچہ وہ باز آجائے'' جو سود کے لین دین سے توبہ کرلے اس کے لیے قانونی رعایت ہے یعنی جو پہلے کھا چکا اسے واپس کرنے کا قانونی مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

سوال11: سودخور کو قانونی رعایت دینے کے بعد فرمایا ﴿وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن توبہ کرنے والے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا۔وہ جو چاہے گا فیصلہ کرے گا۔اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور مشیت پر ہے یعنی اخلاقی حیثیت سے اس مال کی نجاست برقرار ہے۔﴿2﴾ اس سے ایک خطا کار مسلمان کے دل میں ہمیشہ یہ خوف رہتا ہے کہ اس نے جو کیا بہرحال غلط تھا۔ایک تو وہ توبہ واستغفار کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سابقہ گناہوں کو معاف کردیں گے۔دوسرے یہ کہ وہ آئندہ اس سرمائے میں اضافہ نہیں چاہے گا۔﴿3﴾ اب اسے سزا دینا اور مستقبل میں اس کے عمل کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

سوال12: ﴿وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور جو دوبارہ سود کھائیں تو وہی لوگ آگ والے ہیں،وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یہ انسان کی تربیت کا قرآنی انداز ہے،وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَمَنْ عَادَ﴾ ''اور جو دوبارہ سود کھائیں'' جس نے دوبارہ سود لیا اس نے سود پر اصرار کیا۔﴿2﴾ ﴿فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴾ ''تو وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' قرآن حکیم انسان کے اندر آخرت کا خوف پیدا کر کے انسان کی اصلاح کرتا ہے۔ انسانوں میں سے کچھ انسان آخرت کا علم تو رکھتے ہیں لیکن یقین نہیں رکھتے۔ اس لیے قرآن آگاہ کرتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو نہ مانے وہ گناہ گار ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے گناہ گاروں سے، کافروں سے نفرت کرتے ہیں۔

﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ (276) ﴾

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے، گناہ گار کو پسند نہیں کرتا۔'' (276)

سوال 1: ﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا ﴾ ''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے'' اللہ تعالیٰ سود کو کیسے مٹاتا ہے, وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ 1 ﴾ لفظ ﴿ يَمْحَقُ ﴾ 'بمعنی ﴿ یــذهــب ﴾ کے ہے یعنی مٹا دیتا ہے اور دور کر دیتا ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر) ﴿ 2 ﴾ ﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا ﴾ ''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے'' یعنی اس کی برکت لے جاتا ہے اور جس میں شامل ہوتا ہے اس مال کو ہلاک کر دیتا ہے۔ (تفسیر البیضاوی: 575/1) ﴿ 3 ﴾ عباد بن منصور نے حسن سے اس آیت ﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ قیامت کا دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ سود کو مٹائے گا اور صدقات کو بڑھائے گا۔ (ابن ابی حاتم: 547/2) ﴿ 4 ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نہ ان سے صدقہ قبول کرے گا، نہ حج نہ، جہاد اور نہ صلہ رحمی۔ (تفسیر خازن: 211/1) ﴿ 5 ﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حرام مال کما کر صدقہ کرے گا تو وہ قبول نہ ہوگا اور جو کچھ اس میں سے خرچ کرے گا اس میں برکت نہ ہوگی اور اپنے پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو اس کے لیے دوزخ کی آگ میں لے جانے والا توشہ بنے گا۔ (مشکوٰۃ: 242) ﴿ 6 ﴾ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو گوشت حرام سے بڑھا ہو جنت میں داخل نہ ہوگا اور جو گوشت حرام سے بڑھا دوزخ کی آگ اس کی زیادہ مستحق ہوگی۔ (احمد و دارمی) ﴿ 7 ﴾ اس آیت کا ایک سیدھا سادا مفہوم تو یہ ہے کہ سود میں برکت نہیں ہوتی یعنی سود خور کا مال بالآخر برباد ہو جاتا ہے۔ ﴿ 8 ﴾ دوسرا مفہوم ذرا زیادہ دقیق ہے اور وہ یہ ہے کہ سود سے اصل سرمایہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور قوم کے لئے یہ خسران مبین کا باعث ہوتا ہے۔ اقتصادیات کا یہ اصول ہے کہ دولت میں اس وقت اضافہ ہوتا ہے جب اسے زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے اور سود سے روپیہ بجائے پھیلنے کے چند ہاتھوں میں سمٹ کے رہ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم کی تمدنی ترقی رک جاتی ہے۔ بخلاف اس کے اگر تعاونی جذبات کی ترقی ہو۔ روپیہ محدود ہاتھوں میں نہ رہے اور پھیلتا رہے تو قوم کے سرمایہ میں اضافہ ہوگا۔ (سراج البیان: 109/1) ﴿ 9 ﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ سود اگرچہ بہت ہو جائے اس کا انجام کمی کی طرف ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ: 246) ﴿ 10 ﴾ یعنی سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے مگر انجام کار نتیجہ اس کا قلت ہے۔ سود آفات کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اور اس کی برکت کو ختم کر دیتا ہے۔ اگر اس کمائی کو سود خور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو اسے اجر نہیں ملے گا بلکہ اسے یہ جہنم میں لے جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: ﴿وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ ''اور صدقات کو بڑھاتا ہے'' اللہ تعالیٰ صدقات کو کیسے نشوونما دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾﴿وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ ''اور صدقات کو بڑھاتا ہے'' یعنی جس مال سے صدقہ دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت نازل کرتا ہے اور اس کے ثواب کو بڑھاتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ صدقات کا ثواب بڑھا دیتا ہے اور جس مال سے صدقہ نکلتا ہے اس میں برکت دیتا ہے۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری:1410)

سوال3: صدقات اور سود کے معاشرے پر کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا اور سود کو مٹاتا ہے۔

باہمی تعلقات

صدقات	سود
﴿1﴾ جس معاشرے کے لوگ صدقات دیتے ہیں وہ ذاتی غرض اور ذاتی فائدے کے بغیر ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔	﴿1﴾ سود کھانے والے خودغرضی کا معاملہ کرتے ہیں۔ ایک شخص دوسرے کی ضرورت کو اپنے لیے نفع حاصل کرنے کا موقع سمجھ کر پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔
﴿2﴾ صدقات کی وجہ سے مال دار طبقوں کا مفاد عوام الناس کے مفاد کے مطابق ہوتا ہے۔	﴿2﴾ سود کی وجہ سے مال دار طبقوں کا مفاد عوام الناس کے مفاد کی ضد ہوتا ہے۔
﴿3﴾ صدقات کی وجہ سے سوسائٹی مضبوط ہوتی ہے۔	﴿3﴾ سود کی وجہ سے سوسائٹی مستحکم نہیں ہوتی۔
﴿4﴾ جس معاشرے میں صدقات دیے جاتے ہیں وہاں افراد معاشرہ کے درمیان باہمی ہمدردی، غم خواری، دکھ درد میں شرکت، باہمی تعاون، ایثار، باہم احسان، باہم رضامندی جیسی صفات پروان چڑھتی ہیں۔	﴿4﴾ جہاں سود لیا اور دیا جاتا ہے اس معاشرے کے افراد کے درمیان باہمی بغض، حسد، بے دردی اور بے تعلقی نشوونما پاتی ہے۔
سوسائٹی کا اجتماعی نظام:	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿1﴾صدقات والے معاشرے میں اجتماعی تعاون اور باہمی کفالت پر استوار ہوتا ہے۔	﴿1﴾سودی معاشرے میں ذاتی غرض اور ذاتی فائدے کے بغیر کسی کے کام نہ آنا، اپنے مال میں اضافے کی ہوس پر اجتماعی نظام استوار ہوتا ہے۔
﴿2﴾صدقات والے معاشرے میں ہر فرد کی تگ ودو اس لیے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرے۔	﴿2﴾سودی معاشرے میں ہر فرد کی تگ ودو اپنی ذاتی خوشی تک محدود ہوتی ہے۔
﴿3﴾صدقات والے معاشرے میں ہر فرد کی تگ ودو اس لیے ہوتی ہے کہ وہ اجر کا مستحق بن جائے۔	﴿3﴾سودی معاشرے میں ساری تگ ودو کا مقصد مال کا حصول ہے۔
﴿4﴾صدقات والے معاشرے میں ہر وقت اطمینان رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مددگار ہے وہ صدقہ اور احسان کا اجر کئی گنا دے گا۔	﴿4﴾سودی معاشرے میں ہر وقت بے اطمینانی، روحانی قلق اور پریشانی رہتی ہے۔
﴿5﴾صدقات والے معاشرے کے افراد پر برکتیں نازل ہوتی ہیں، مال، رزق، عمر، صحت، قوت میں برکت ہوتی ہے۔	﴿5﴾سودی معاشرے میں ذہنی اور اعصابی کشمکش کی وجہ سے مال، عمر، صحت میں برکت نہیں ہوتی۔
﴿6﴾صدقات والے معاشرے مین دل اطمینان سے سرشار ہوتے ہیں۔	﴿6﴾سودی معاشرے میں دل مطمئن نہیں ہوتے۔

معاشی اعتبار سے

ذاتی ضروریات کے لیے قرض	
ایک دوسرے کے ساتھ تعاون زکوٰۃ کی مد میں حصہ ہے۔صدقات کے ذریعے سے باہمی ہمدردی، تعاون اور باہمی احسان کی فضا پروان چڑھتی ہے۔ کوئی احسان جتلانا اور دکھ دینا نہیں ہے۔قرض کی واپسی نہ ہو سکے تو مہلت پر مزید اجر کی توقع ہے۔ معاف کرنا پڑے تو اللہ تعالیٰ کی خاطر معاف کر دینا آسان ہے۔	سود کی وجہ سے قرض ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے اصل سے کئی گنا ادا کرنے کے باوجود اصل رقم برقرار رہتی ہے۔اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے بھی روپیہ نہیں بچتا دل لگا کر محنت نہیں کر سکتے۔چند افراد لاکھوں انسانوں کا خون چوس لیتے ہیں۔ مال دار طبقے کے خلاف نفرت، غصہ جب پھٹتا ہے تو بسا اوقات جان اور عزت تک سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کاروبار کے لیے قرض

1۔شراکت کے تحت فریقین کی دل چسپی ،محنت، وقت اور سرمائے کی وجہ سے کاروبار پھلتا پھولتا ہے۔	1۔شرحسود جورائج ہے اس کے مطابق اگر کوئی بزنس نفع نہ دے سکے تو وہ بزنس نہیں کیے جاتے چاہے ملک وملت کو اس کی ضرورت ہو۔
2۔ہرطرح کے کاروبار میں سرمایہ لگتا ہے۔	2۔مخصوص بزنس جو5یا6٪ سالانہ شرح سود نکال سکتے ہیں(منافع کے علاوہ)وہ پروان چڑھتے ہیں۔
3۔بزنس کی بھلائی برائی سے دوطرفہ دل چسپی۔	3۔سرمایہ دار کو بزنس کی بھلائی برائی سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔
4۔تجارت اور صنعت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔	4۔تجارت اور صنعت ایک خاص سطح پر جا کر نقصان کا شکار ہو جاتی ہیں۔

سوال4: سود کا کاروبار کرنے والا اور صدقہ کرنے والا، شراکت پر کاروبار کرنے والا اپنے اندر کیسا انسان تیار کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سود کا کاروبار کرنے والا اپنے اندر خودغرض اور دنیا پرست انسان تیار کرتا ہے۔ ﴿2﴾ صدقہ کرنے والا، شراکت پر کاروبار کرنے والا اپنے اندر دوسروں کے لیے خیرخواہ، ذات سے بلند ہو کر سوچنے والا انسان تیار کرتا ہے۔

سوال5: صدقہ اور سود کی روح کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ صدقہ کی روح حاجت مند کو اپنا مال اللہ تعالیٰ کے لیے دینا ہے۔ ﴿2﴾ سود کی روح ضرورت مند کو اپنا مال اس کے استعمال کے لیے دینا ہے۔

سوال6: صدقہ اور سود کس چیز کی علامت ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ صدقہ اس چیز کی علامت ہے کہ انسان آخرت میں اپنے لیے نعمتوں کے ڈھیر دیکھنا چاہتا ہے۔ ﴿2﴾ سود اس بات کی علامت ہے کہ انسان دنیا میں اپنے لیے مال کے ڈھیر لگانے کا خواہش مند ہے۔

سوال7: اللہ تعالیٰ کے یہاں سود خور اور صدقہ دینے والے کا انجام یکساں نہیں، وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے یہاں سود خور اور صدقہ دینے والے کا انجام یکساں نہیں ہے۔ دو الگ خصوصیات رکھنے والے انسانوں کا انجام ایک سا نہیں ہو سکتا۔ جس نے دنیا کے لیے محنت کی اسے دنیا ملے گی۔ جس نے آخرت کے لیے آج اپنے مال کو قربان کیا اسے آخرت ملے گی۔

سوال8: سود کی حرمت پر ایک حدیث لکھیں۔

جواب: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمائی اور ارشاد فرمایا: ''یہ سب (گناہ میں) برابر (شریک) ہیں۔'' (مسلم:4093)

سوال 9: ﴿ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے، گناہ گار کو پسند نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے، گناہ گار کو پسند نہیں کرتا'' ﴿ كَفَّارٍ ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو جوازِ سود کے قائل ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿ اَثِيْمٍ ﴾ سے مراد بڑے گناہ گار، یعنی سود خوری جیسی شدید معصیت میں مبتلا لوگ ہیں۔ ﴿3﴾ اس میں دونوں قسم کے نافرمان آ گئے، وہ جو سودی کاروبار کرتے ہیں اور وہ جو اپنے عمل کے ساتھ ساتھ حرمت سود کے عقیدۃً بھی منکر ہیں۔ ﴿4﴾ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے واجب کردہ زکوٰۃ اور صدقات ادا نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے بندے اس کے شر سے محفوظ نہیں رہے۔ (تفسیر سعدی: 326/1)

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (277) ﴾

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی، ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (277)

سوال 1: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی، ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے'' اصل مومن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسولوں پر اور جو اس نے نازل کیا اس پر ایمان رکھتا ہے، نیک عمل کرتا ہے، نماز قائم کرتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے، سخاوت کرتا ہے اور جو چاہتا ہے کہ مجھ سے ہر ایک کو فائدہ حاصل ہو جائے۔ ﴿2﴾ جو دن رات خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے کہ وہ مجھے بڑھا چڑھا کر دے گا تا کہ لوگوں کو اور دوں اور دیتا ہی جاؤں۔

سوال 2: ﴿ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ ''ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے'' ان کے لیے ان کا کامل ثواب جنت میں ہوگا۔ ﴿2﴾ ''ان پر نہ کوئی خوف ہوگا'' اس سے مراد یہ ہے کہ اس دن کی گھبراہٹوں میں ان پر کوئی خوف نہ ہوگا۔ ﴿3﴾ ''اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' یعنی جو دنیا میں ان سے چھوٹ جائے گا اس پر غم نہیں کریں گے۔ (صفوۃ التفاسیر: 158/1)

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (278) ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور جو سود میں سے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔''(278)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت قبیلہ ثقیف میں سے بنی عمرو بن عوف اور بنی مغیرہ کے بارے میں اتری ہے۔ ﴿2﴾ بنی مغیرہ ثقیف کو سود پر مال دیا کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعے مکہ مکرمہ فتح کر دیا اور اس دن تمام سودی کاروباروں کا خاتمہ کر دیا گیا تو بنی عمرو اور بنی مغیرہ عتاب بن اسید کے پاس آئے بنی مغیرہ نے آ کر کہا کہ اس سود کی وجہ سے ہم تمام لوگوں سے بدتر ہو گئے اور ہمارے علاوہ اور لوگوں نے سود کا خاتمہ کر دیا تو بنی عمرو بولے کہ آپس میں ہم اس شرط پر صلح کر لیں کہ ہمارے لیے ہمارا سود ہے ان کی یہ بات عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھ کر روانہ کی تو اس پر یہ آیت اور اس سے بعد والی آیت نازل ہوئی اور ابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت قبیلہ ثقیف میں سے مسعود حبیب ربیعہ اور عبد یالیل، بنو عمر اور بنو عمیر کے متعلق اتری ہے۔ (تفسیر ابن عباس:166/1) ﴿3﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''جاہلیت کے زمانے کا سود پامال کر دیا گیا ہے اور میں اپنے سود میں سب سے پہلے اپنے چچا عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ کا سود معاف کرتا ہوں۔'' (مسلم:2950)

سوال2: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' سود چھوڑنے کے لیے تقویٰ کا مطالبہ کیوں کیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا خوف انسان سے دنیا میں وہ کام کروا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہیں لیکن انسان کو وہ کام انتہائی مشکل محسوس ہوتے ہیں۔ ﴿2﴾ تقویٰ کا شعور وہ ضمانت ہے جس کی وجہ سے اسلام اپنے قوانین نافذ کرتا ہے۔ ﴿3﴾ تقویٰ انسان کے اندر ضمیر کا چوکی دار ہے، خدا خوفی اور رضائے الٰہی کا نگران ہے۔ ﴿4﴾ وہ اندرونی گارنٹی جو اسلام پیدا کرتا ہے بیرونی دباؤ کی وجہ سے نافذ کرنے والے قوانین کے مقابلے میں انتہائی مؤثر ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم دیا ہے جس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جس کے ذمے موجودہ لین دین میں سود ہے اسے چھوڑ دیں۔ جہاں تک پہلے سود کا معاملہ ہے اگر آئندہ سود نہ لیا تو پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

سوال3: ﴿وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ''اور جو سود میں سے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں کہ ایمان کا مقتضیٰ سارے ہی احکام قرآن پر عمل کرنا ہے۔ محققین نے اس ٹکڑے سے یہ استدلال کیا ہے کہ شریعت کے کسی ایک جزء سے بھی انکار کرنا ساری شریعت سے انکار ہے۔ (تفسیر ماجدی) ﴿2﴾ ''اور جو سود میں سے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول سے یہ قول منقول ہے کہ سود کو بھی چھوڑ دو اور اس کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مشابہ چیزوں کو بھی۔(تفسیر ماجدی:508/1)﴿3﴾ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب ہر کوئی سود کھانے والا ہوگا سود نہ کھائے تو بھی اس کا بخار اور ایک دوسری روایت کے مطابق اس کا غبار اسے ضرور پہنچ کے رہے گا۔(تیسیر القرآن:229/1)

﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ(279)﴾

''پھر اگر تم نے (ایسا) نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو، اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔''(279)

سوال1: ﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''پھر اگر تم نے (ایسا) نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''پھر اگر تم نے (ایسا) نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو''، جس نے اللہ تعالیٰ کی نصیحت قبول نہ کی اور سود سے باز نہ آیا وہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے والا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ ایک کمزور انسان اپنے رب سے جنگ کر سکے جو کہ غالب اور حکمت والا ہے۔﴿2﴾ اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرے جو سودی اقتصادیات کو جاری رکھنے پر بضد ہیں اگرچہ یہ لوگ اعلان کریں کہ ہم مسلمان ہیں۔ نبی ﷺ نے حاکم مکہ کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے آل مغیرہ سے جنگ کریں کیونکہ وہ ان آیات کے نزول کے بعد بھی سودی کاروبار سے باز نہیں آئے۔﴿3﴾ یہ اعلان جنگ ہر اس معاشرے کے خلاف ہے جو اپنے اقتصادی نظام کی بنیاد سود پر رکھتا ہو۔ یہ اعصاب کی جنگ ہے۔ یہ خیر و برکت اور خوش حالی کے خلاف سود کی جنگ ہے۔﴿4﴾ مقاتل بن حیان نے اس آیت ﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ کے بارے میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو لکھا، اگر وہ سود چھوڑنے کے لیے تیار ہوں تو ان کے لیے ان کے اصل اموال ہیں اور اگر ایسا نہ کریں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لیں۔(ابن ابی حاتم:549/2)﴿5﴾ یعنی سود خوروں سے باغیوں اور مرتدوں کی طرح جہاد کیا جائے گا۔

سوال2: ﴿وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ أَمْوَالِكُمْ﴾ ''اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور اگر تم توبہ کرو'' یہاں توبہ کا مطلب ہے کہ انسان سود جیسے حرام کام سے رجوع کر لے۔﴿2﴾ ''تو تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں''، یعنی اصل مال وصول کر لو۔

سوال3: ﴿لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ ''نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اصل زر سے زیادہ وصول کرو گے تو وہ سود تمہاری طرف سے ظلم ہوگا اور اگر تمہیں اصل زر نہ دیا جائے تو یہ تم پر ظلم ہوگا لہٰذا نہ ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔﴿2﴾ سعید بن جبیر نے ﴿وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ کے بارے میں کہا کہ ان کے اعمال میں ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا، نہ ان کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی، اور نہ ان کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔(الدر المنثور:653/1)﴿3﴾ اصل مال کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

واپسی میں قرض خواہ اور قرض دار دونوں کا نقصان نہیں۔

﴿ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (280) ﴾

''اور اگر کوئی تنگ دست ہو تو آسانی تک (اسے) مہلت دینا ہے اور تمہارا صدقہ کرنا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔'' (280)

سوال1: ﴿ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ﴾ ''اور اگر کوئی تنگ دست ہو تو آسانی تک (اسے) مہلت دینا ہے'' اسلام کے اس اصول کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اگر کوئی تنگ دست ہو تو آسانی تک (اسے) مہلت دینا ہے'' ﴿1﴾ اسلام تنگ دست کا تعاقب کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ﴿2﴾ نہ قرض خواہ تعاقب کرے گا نہ قانون اور عدالتوں کو یہ اختیار ہوگا۔ ﴿3﴾ تنگ دست کو حالات کی بہتری تک مہلت دی جائے گی۔ (i) قرض خواہ سے مطالبہ ہے یا تو وہ معاف کردے۔ (ii) یا زکوٰۃ کی مد میں سے قرض کی ادائیگی کے لیے کوشش کی جائے۔ ﴿4﴾ اسلامی نظام کا یہ اصول انسانیت کے لیے گھنی چھاؤں ہے اس میں خودغرضی، لالچ، بخل اور مفاد پرستی نہیں۔ انسانیت یہاں سکون کا سانس لیتی ہے۔ قرض دار کے لیے رحمت ہے۔ قرض خواہ کے لیے بھی اس لیے کہ نہ اس کا اصل زر مارا جاتا ہے نہ اجر۔

سوال2: ﴿ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور تمہارا صدقہ کرنا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سعید بن جبیر نے اس قول ﴿ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ ''اور تمہارا صدقہ کرنا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے'' کے بارے میں فرمایا: جو کسی تنگ دست پر صدقہ کرے گا تو وہ اس کے لیے بڑے اجر کا ذریعہ ہوگا۔ (ابن ابی حاتم: 553/2) ﴿2﴾ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی مر گیا اور جنت میں داخل ہوا تو اسے کہا گیا: تو کیا عمل کیا کرتا تھا؟ اسے یاد آیا یا یاد کرایا گیا۔ تو اس نے کہا: میں لوگوں کو مال فروخت کرتا تھا اور میں تنگ دست کو مہلت دیتا اور سکوں کے پرکھنے یا نقد میں درگزر کرتا تھا۔ تو اس کی مغفرت کر دی گئی۔ سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے بھی یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ (صحیح مسلم: 3995) ﴿3﴾ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کو اس بات کی خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی بے چینیوں سے نجات دے تو تنگ دست (قرض دار) کو مہلت دے دے یا معاف کردے۔ (مسلم: 18/2) ﴿4﴾ سیدنا ابوالیسر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دے یا (قرضہ) معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ (صحیح مسلم: 7512) ﴿5﴾ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ مسجد کی طرف نکلے اور آپ مسجد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے۔ ابوعبدالرحمٰن نے اپنے ہاتھ کے ساتھ زمین کی طرف اشارہ کیا ''جو تنگ دست کو مہلت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے یا اسے معاف کردے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی تیز لو سے بچائے گا۔''(مسند احمد 327/1)《6》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک تاجر لوگوں سے قرضوں کا لین دین کیا کرتا تھا۔قرضے وصول کرنے پر جو غلام اس نے مقرر کر رکھے تھے ان سے کہتا تھا کہ جب کسی تنگ دست کے پاس پہنچو تو اس سے درگزر کر دینا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بھی درگزر فرمائے گا۔ چنانچہ موت کے بعد جب وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرما دیا۔(بخاری:279/1،مسلم:18/2)《7》سیدنا عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (میرے باپ) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی حدرد سے مسجد نبوی میں اپنے قرض کا تقاضا کیا۔ دونوں چلانے لگے۔آپ ﷺ اپنے حجرہ میں تھے ان دونوں کی آوازیں سنیں تو آپ ﷺ حجرے کا پردہ اٹھا کر برآمد ہوئے اور کعب کو پکارا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: حاضر یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا: آدھا قرض چھوڑ دو۔کعب کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ !میں نے چھوڑ دیا۔آپ ﷺ نے ابوحدرد سے فرمایا: اور اس کا قرض ادا کرو۔(تیسیر القرآن:234/1)

سوال3: اگر مال سود پر قرض نہ دیا جائے تو دولت میں اضافہ کیسے کیا جائے؟

جواب:《1》اگر مال سود پر قرض نہ دیا جائے تو دولت میں اضافہ کے لیے افراد ذاتی جدوجہد کریں۔《2》تجارت میں شراکت کر کے دولت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔《3》اقتصادی ترقی، بڑی کمپنیوں کے shares سے جو براہ راست بازار میں حصص فروخت کرتے ہیں، ان کے توسط سے دولت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔《4》ایسی رقومات سے جو امانتاً بینکوں میں جمع ہوں گی، بینک انہیں کاروبار میں لگا کر جو نفع حاصل کرے اور اپنا ایک مقرر منافع رکھنے کے بعد انہیں تقسیم کر کے دولت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ(281)﴾

''اور اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا پھر ہر نفس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''(281)

سوال1: یہ آیت آخری وحی ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب:《1》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ آخری آیت تھی جس کے ساتھ سیدنا جبریل علیہ السلام نازل ہوئے پھر آپ ﷺ نے اسے البقرہ میں دوسواسی والی آیات میں رکھوایا۔(بخاری:4544)《2》رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اکیس دن زندہ رہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اٹھارہ دن زندہ رہے۔(دلائل النبوۃ:137/7)《3》سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، عطیہ اور مقاتل نے کہا قرآن میں یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔《4》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ ﷺ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اکاسی دن زندہ رہے۔《5》ابن جریج نے کہا: رسول اللہ ﷺ اس کے بعد نو دن زندہ رہے۔ مقاتل نے کہا: اس کے بعد سات دن زندہ رہے۔(زاد المسیر :289/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ ’’اور اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا پھر ہر نفس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا تصور دلایا گیا ہے جس کی وجہ سے انسان کانپ اٹھتا ہے۔ ﴿2﴾ اس دن انسان سے اس کے اعمال کا بدلہ لیا جائے گا۔ ﴿3﴾ ﴿ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ ’’پھر ہر نفس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا‘‘ سعید بن جبیر نے کہا ﴿ مَّا كَسَبَتْ ﴾ یعنی: جو انہوں نے خیر یا شر میں سے کوئی عمل کیا۔(ابن ابی حاتم :554/2)؛ ﴿4﴾ اس دن کو جو مصیبت والا ہوگا، مشکل ہوگا، بندہ مؤمن کے دل میں اس کا خوف اجاگر کیا گیا ہے۔ ﴿5﴾ اس دن انسان سے اس کے اعمال کا بدلہ لیا جائے گا۔ ﴿6﴾ اسلام مومن کے دل میں ایک چوکیدار بٹھا دیتا ہے تا کہ اس کے لیے فرار کا کوئی راستہ نہ رہے۔ ﴿7﴾ یہ آیت مبارکہ قرآن مجید کی ان آیات میں شامل ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئیں۔اس پر احکام اور امر ونواہی کو ختم کیا گیا کیونکہ اس میں نیکی پر جزا کا وعدہ ہے، برائی پر سزا کی وعید ہے اور یہ بیان ہے کہ جس شخص کو یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جانے والا ہے، جو اسے ہر چھوٹے بڑے، ظاہر اور پوشیدہ عمل کی جزا دے گا، اور وہ اس پر ذرا برابر ظلم نہیں کرے گا، اس یقین کے نتیجے میں اس کے دل میں رغبت و رہبت (شوق اور خوف) کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔جب تک دل میں یہ یقین جا گزیں نہ ہو، یہ چیز کسی طرح پیدا نہیں ہو سکتی۔(تفسیر سعدی:327/1)

رکوع نمبر 7

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـــًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ ھُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْــَٔـــمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْھَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (282) ﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم کسی مقررہ مدت تک باہم قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور لکھنے والے پر لازم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے اور کسی لکھنے والے کو لکھنے سے انکار بھی نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے (لکھنا) سکھایا پس لازم ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ لکھے اور لازم ہے کہ وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق (قرض) ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ نہ کم کرے پھر جس شخص کے ذمے حق (قرض) ہو اگر وہ ناسمجھ یا کمزور ہو یا خود لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے مختار پر لازم ہے کہ انصاف کے ساتھ لکھوائے اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنالو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو تا کہ ان دونوں (عورتوں) میں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک کو دوسری یاد کرادے اور گواہ انکار نہ کریں جب بھی انہیں گواہی کے لیے بلایا جائے اور تم اس سے نہ اکتاؤ کہ تم اسے لکھو، معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مقررہ مدت تک۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا ہے اور گواہی کو زیادہ قائم رکھنے والا ہے اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو مگر یہ کہ تجارت نقد ہو جس کا لین دین کرتے ہو تو تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم اس کو نہ لکھو، اور جب تم آپس میں سودا کرو تو گواہ بنالیا کرو اور کسی کاتب کو اور کسی گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور اگر تم ایسا کرو گے تو یقیناً وہ تمہاری بڑی نافرمانی ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (282)

سوال1: ﴿ **يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ** ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم کسی مقررہ مدت تک باہم قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ آیت قرض کے مسائل سے متعلق ہے اور آیت الدین کے نام سے جانی جاتی ہے۔ سیدنا سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت آیت الدین ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 378/1) ﴿2﴾ قرض سے مراد دو آدمیوں کے درمیان ادھار کا معاملہ ہے۔ قرض کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب دو آدمیوں کے درمیان نقد معاملہ نہ ہو سکے اور جب لین دین کا معاملہ اسی وقت طے نہ ہو سکے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو قرض کے معاملے میں حکم دیا ہے کہ میعاد مقرر کر کے قرض کے معاملے کو ضبط تحریر میں لائیں تا کہ اس کی رقم اور میعاد پر گواہی رہے۔ ﴿4﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ میعاد مقرر کر کے قرض کے لین دین کی اجازت اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ (ابن کثیر: 378/1) ﴿5﴾ اس آیت سے قرض کی تمام صورتوں کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ ﴿6﴾ قرض کے معاملات کی مشروعیت میں حکمت ہے کہ لوگوں کو اس کی سخت ضرورت ہے اور نہ لکھنے کی صورت میں غلطی، بھول، اختلاف اور جھگڑا واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 329/1) ﴿7﴾ قرض کا معاملہ نقد معاملے کی بہ نسبت مختلف ہے کیونکہ نقد معاملہ لین دین ہو کر اسی وقت ختم ہو جاتا ہے اور ساری بات زبانی ہو تو ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ قرض کے معاملے میں ہر فریق معاملے کو اپنے مفاد کے مطابق واضح کرتا ہے۔ قرض کے معاملے میں کوئی قطعی بنیاد نہیں ہوتی جس پر فیصلہ ہو سکے اسی وجہ سے قرض کے معاملے میں ادائیگی کے وقت شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ ﴿8﴾ ﴿ **اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى** ﴾ ''کسی مقررہ مدت تک'' مفسرین نے اس سے یہ اشارہ سمجھا ہے کہ قرضہ کے معاملات میں مدت بالکل صاف اور متعین ہونی چاہیے گول اور مجمل نہ رہے ''جاڑوں کے زمانہ میں'' ''برسات کے موسم میں'' ''ربیع کی فصل میں'' ان مبہم مدتوں کے بجائے تعین وصراحت ہونی چاہیے کہ فلاں سنہ کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ۔ (تفسیر ماجدی: 510/1) ﴿9﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ فَاكْتُبُوهُ ﴾ ''تو اسے لکھ لیا کرو'' ابن جریج فرماتے ہیں: جو ادھار دے وہ لکھ لے اور جو بیچے وہ گواہ کر لے۔ (جامع البیان:124/3)

سوال2: قرض لینے اور دینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا قانون ہے؟

جواب: قرض لینے اور دینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ ﴿1﴾ اگر قرض کی مدت مقرر ہے تو لین دین کا تحریر میں آنا ضروری ہے۔ ﴿2﴾ قرض کی تحریری دستاویز ایک تیسرا شخص تیار کرے گا، فریقین میں سے نہیں ہوگا۔ ﴿3﴾ املاء قرض دار کروائے گا۔ ﴿4﴾ اگر قرض دار ضعیف ہو یا کم سن تو اس کا ولی املاء کروائے گا۔ ﴿5﴾ قرض کے معاہدے پر دو افراد کو گواہ کر لیا جائے جن کی گواہی مقبول ہو۔

سوال3: ﴿ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ﴾ ''اور لکھنے والے پر لازم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور لکھنے والے پر لازم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے'' سے مراد یہ ہے کہ کاتب تحریر میں کمی بیشی نہ کرے اور وہی بات لکھے جس میں دونوں کا اتفاق ہو۔ ﴿2﴾ کاتب کو حکم ہے کہ وہ لکھے۔ اسے عادل ہونا چاہیے تاکہ اس کی تحریر پر اعتماد کیا جا سکے۔ ﴿3﴾ کاتب پر فرض ہے کہ فریقین کے درمیان انصاف سے کام لے۔ وہ رشتہ داری اور دوستی کی وجہ سے کسی ایک فریق کی طرف مائل نہ ہو۔ ﴿4﴾ کاتب کا ایسی تحریریں لکھنے کے طریق کار سے اور فریقین کے لیے جو چیز واجب ہے اور جس چیز سے تحریر قابل اعتماد بنتی ہے، ان سب امور سے باخبر ہونا ضروری ہے۔ ﴿5﴾ جب کوئی ایسی تحریر موجود ہو، جس کی کتابت معروف عادل (قابل اعتماد) آدمی کے ہاتھ کی ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ اگرچہ لکھنے والا اور گواہ فوت ہو چکے ہوں۔ (تفسیر سعدی:329/1)

سوال4: ﴿ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ﴾ ''اور کسی لکھنے والے کو لکھنے سے انکار بھی نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے (لکھنا) سکھایا پس لازم ہے کہ وہ لکھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب کاتب سے لکھنے کو کہا جائے تو وہ لکھے جس طرح اسے لکھنا نہیں آتا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے سکھایا تو وہ ان کے لیے لکھے جو لکھنا نہیں جانتے۔ ﴿2﴾ ابن جریج اور مجاہد کہتے ہیں کہ کاتب پر واجب ہے کہ وہ لکھے، انکار نہ کرے۔ ﴿3﴾ لکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرض ہے۔ اس کا معاوضہ اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ ﴿4﴾ لکھنے کا کام کاتب کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے ہاں نعمت کا شکر ہے۔ ﴿5﴾ لکھنے والا عدل و انصاف سے لکھے گا۔

سوال5: ﴿ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ ﴾ ''اور لازم ہے کہ وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق (قرض) ہے'' قرض دار کے املا کروانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کاتب کو حکم دیا گیا ہے کہ صرف وہی چیز لکھے جس کو وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق ہے۔ ﴿2﴾ فریقین میں سے لکھوانے کی ذمہ داری اس کی ہے جس کے ذمے قرض ہے۔ ﴿3﴾ اسے حکم ہے کہ پورا حق بیان کرے اس میں سے کچھ نہ چھپائے۔ (تفسیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سعدی:329/1)﴿4﴾ تحریرلکھوانا قرض دار کی طرف سے قرضے کا اعتراف ہے۔ یہ اقرار زیادہ قوی اور مضبوط ہے۔﴿5﴾ جب قرض دار خود تحریری دستاویز لکھوائے گا تو زیادتی سے بچے گا۔﴿6﴾ قرض دار کمزور پوزیشن میں ہوتا ہے اگر وہ خود تحریر نہ کروائے تو ہوسکتا ہے کہ قرض دینے والے کی مخالفت کی وہ جرأت نہ کر سکے۔﴿7﴾ انسان کا اپنے بارے میں اقرار شرعی طور پر معتبر ہے۔﴿8﴾ جس کے ذمے حق ہے اس پر حرام ہے کہ وہ ظاہری اچھائی، مقدار یا مدت میں کمی کرے۔

سوال6: قرض دار دستاویز میں کیا تحریر کروائے گا؟

جواب: ﴿1﴾ قرض کا اعتراف کرے گا۔﴿2﴾ قرض کی مقدار لکھوائے گا۔﴿3﴾ قرض کی طے شدہ شرائط لکھوائے گا۔﴿4﴾ قرض کی مدت لکھوائے گا۔

سوال7: ﴿وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ نہ کم کرے'' قرض دار کے لیے رب کی جانب سے کیا نصیحت ہے؟

جواب: قرض دار کے لیے رب کی جانب سے نصیحت ہے کہ وہ دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھے، گھٹائے بڑھائے نہیں اور نہ کوئی بات چھپائے۔

سوال8: اگر قرض دینے والا تحریر لکھوائے تو کیا زیادتیاں سامنے آسکتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ قرض کی شرائط میں اضافہ کرسکتا ہے۔﴿2﴾ وہ قرض میں اضافہ کرسکتا ہے۔﴿3﴾ مدت مقررہ میں کمی بیشی کرسکتا ہے۔ ﴿4﴾ اپنی مصلحت اور مفادات کے تحت کچھ شرائط لکھ سکتا ہے۔﴿5﴾ قرض دینے والے کی پوزیشن مضبوط ہوتی ہے اور قرض دار چونکہ ہر صورت میں سودا کرنا چاہتا ہے اپنی سخت ضرورت کی وجہ سے اس صورت میں قرض دینے والے کی جانب سے زیادتی ہوسکتی ہے۔

سوال9: ﴿فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ﴾ ''پھر جس شخص کے ذمے حق (قرض) ہو اگر وہ ناسمجھ یا کمزور ہو یا خود لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے مختار پر لازم ہے کہ انصاف کے ساتھ لکھوائے'' قرض دار خود کب املا نہ کروائے؟

جواب: ﴿1﴾ قرض دار خود املا نہ کروائے جب قرض دار نادان ہو یعنی کم سن ہو، کم عقل ہو، ضعیف ہو، گونگا ہو یا بہت بوڑھا ہو یا احمق ہو مضمون لکھوانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل کے ساتھ لکھوائے۔﴿2﴾ قرض دار کی سفاہت سے مراد ہے اپنے معاملات اچھی طرح طے نہ کرسکنا، ان پڑھ اور جاہل ہونا اور اچھے طریقے سے مالی تصرف نہ کرسکنا۔﴿3﴾ قرض دار کے ضعیف ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ عمر میں کم ہو، عقل میں کمزور ہو یا عمر بہت بڑی ہو یا زبان میں لکنت ہو۔﴿4﴾ جو عدل قرض دار پر واجب ہے وہ اس کے سرپرست پر بھی واجب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔﴿5﴾عدل شرط ہے کیونکہ فاسق عدل سے نہیں لکھوا سکتا۔﴿6﴾اس سے مالی معاملات میں سرپرستی کا ثبوت ملتا ہے۔﴿7﴾اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سرپرست کے ذمے حق واجب نہیں ہوتا۔ بچے، کم عقل، مجنون اور کمزور کے ذمے واجب ہوتا ہے۔

سوال10:﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ''اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنالو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے تحریر کے ساتھ دو عادل مردوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا۔ تین شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں کی جاتی ایک تو وہ کہ جس کے گھر بداخلاق عورت ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے دوسرا وہ شخص جو کسی یتیم کا مال اس کی بلوغت سے پہلے اسے سونپ دے، تیسرا وہ شخص جو کسی کو مال قرض دے اور گواہ نہ رکھے۔(تفسیر ابن کثیر:381/1)﴿2﴾سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دو عادل مردوں کو گواہ بنانے سے مراد ہے فضل اور دین والے۔(زادالمسیر :291/1)﴿3﴾اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لین دین کے معاملات میں گواہ بنانا مشروع ہے۔ یہ مشروعیت مندوب ہے۔﴿4﴾اگر تصرف کرنے والا یتیم کا سرپرست ہو یا کسی وقف کا نگران ہو یا ایسا معاملہ ہو جس کی حفاظت واجب ہو تو حق کو محفوظ رکھنے والی گواہی واجب ہو جائے گی۔(تفسیر سعدی:330/1)﴿5﴾بالغ غلام کی گواہی بھی مقبول ہے۔﴿6﴾غیر مسلم مرد ہوں یا عورت ان کی گواہی مقبول نہیں کیونکہ گواہی کے لیے عدل (نیک، قابل اعتماد) کی شرط ہے اور غیر مسلم ''عدل'' نہیں۔

سوال11:﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ ''پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ﴾یعنی دو مرد گواہی کے لئے اگر میسر نہ آئیں﴿فَرَجُلٌ﴾تو ایک مرد ﴿وَّامْرَاَتٰنِ﴾اور دو عورتیں۔﴿2﴾ایک مرد کو دو عورتوں کے مقابلے میں رکھا گیا کیونکہ مرد کا حافظہ مضبوط ہوتا ہے۔﴿3﴾یہودی قانون میں گواہی صرف مردوں کی معتبر ہے اور عورت کی شہادت سرے سے قابل تسلیم نہیں، اسلام نے اسے یہ حق تو دیا ہے لیکن ساتھ ہی اپنے علم کامل اور تحقیق مطلق کی بنا پر عورت کی گواہی کا مرتبہ مرد کے مقابلہ میں نصف مانا ہے۔(تفسیر ماجدی:513/1)﴿4﴾حدیث سے ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا ثابت ہے۔﴿5﴾دو عورتیں جب ایک مرد گواہ کے برابر ہیں تو دو عورتوں اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہوگا۔(فتح القدیر)﴿6﴾اس آیت سے عورت کی گواہی کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔﴿7﴾مرد کے بغیر صرف اکیلی عورت کی گواہی جائز نہیں سوائے ان معاملات کے جن کے بارے میں عورت کے علاوہ دوسرے نہیں جان سکتے۔

سوال12: اسلام نے عورت پر گواہی کی ذمہ داری کیوں نہیں ڈالی؟

جواب: عورت مرد کے مقابلے میں زود رنج، زود مشتعل اور جلد بازی میں جذباتی فیصلہ کرنے والی ہے، نیز عقل اور دور اندیشی میں کمزور ہے۔ علمائے نفسیات وطبیعات بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں: ''عورت کی جسمانی ساخت بچوں کی جسمانی ترکیب سے قریب تر ہوتی ہے، اس لیے عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ وہ بچوں ہی کی طرح جلد متاثر اور منفعل ہو جاتی ہے۔ فرحت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وکلفت، خوف ومسرت کے احساسات جلد ہی اس پر طاری ہوجاتے ہیں اور چونکہ اس میں عقلیت اور غور وفکر کی قوت کو زیادہ دخل نہیں ہوتا اس لیے جلد ہی یہ تاثرات اس سے زائل بھی ہوجاتے ہیں اور اکثر دیر پا ثابت نہیں ہوتے۔اس بنا پر عورت متلون اور غیر مستقل مزاج ہوتی ہے''اور اشترا کی فلسفی کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں: ''عورت کا وجدان مرد کے وجدان سے کمزور ہوتا ہے جتنی کہ اس کی عقل مرد کی عقل سے کم ہوتی ہے اس کے اخلاقی پیمانے بھی مرد سے مختلف ہوتے ہیں۔اس لیے بالکل ضروری نہیں کہ جس کو وہ اچھا یا برا بتائے واقعی وہ اچھا یا برا ہو''۔(دائرۃ المعارف (عربی) فریدوجدی 596/8 بحوالہ'معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں'مؤلفہ مولانا برہان الدین) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ'' اے عورتوں کے گروہ! صدقہ کرتی رہا کرو اور کثرت سے استغفار کرتی رہا کرو کیونکہ میں نے دوزخ والوں میں سے زیادہ تر عورتوں کو دیکھا ہے۔''ان عورتوں میں سے ایک عقل مند عورت نے عرض کیا کہ ہمارے کثرت سے دوزخ میں جانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' تم لعنت بہت کثرت سے کرتی ہو اور اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔میں نے تم عورتوں سے بڑھ کر عقل اور دین میں کمزور اور سمجھ دار مردوں کی عقلوں پر غالب آنے والی نہیں دیکھیں''اس عقل مند عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! عقل اور دین کا نقصان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اور دین کی کمی یہ ہے کہ ماہواری کے دنوں میں نہ تم نماز پڑھ سکتی ہو اور نہ ہی روزہ رکھ سکتی۔''(صحیح مسلم:241)

سوال13: گواہی دینا حق ہے یا ذمہ داری؟

جواب: اسلام نے عورت پر گواہی کی ذمہ داری نہیں ڈالی کیونکہ گواہی دینا نہایت اہمیت کی حامل ذمہ داری ہے۔اسی لئے گواہ کا عاقل و بالغ ہونا، عادل ہونا لوگوں کے درمیان قابل اعتبار ہونا اس کی لازمی شرائط میں سے ہے۔ذمہ داریوں کی تقسیم ہمیشہ دائرہ کار کے اعتبار سے ہوتی ہے اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں تو اکیلی عورت کی گواہی بھی معتبر ہے اور کہیں دو عورتوں کی گواہی ناگزیر قرار دی گئی۔﴿1﴾ وہ معاملات جو عورتوں سے متعلق ہیں مثلاً ولادت، بکارت یعنی کنوارہ پن، بالغ یا نابالغ، لیڈی ڈاکٹر کی شہادت پر رخصت، بچہ زندہ پیدا ہوا یا مردہ، حمل کی مدت کا تعین، زندہ پیدا ہونے والے کی صورت میں نماز جنازہ وغیرہ جیسے معاملات میں تنہا عورت کی گواہی قابل قبول ہے۔فتح القدیر اور تفسیر روح المعانی میں اسی کی وضاحت کی گئی ہے۔امام زہری کہتے ہیں: سنت یہ رہی ہے کہ تنہا عورتوں کی گواہی ان معاملات میں جائز ہے جن سے عورتوں کے ماسوا کوئی واقف نہیں ہوتا یعنی پیدائش اور ان کے عیوب ان معاملات میں مرد کی گواہی کی تائید کی ضرورت نہیں۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ایسے معاملات میں جن پر مرد مطلع نہیں ہو پاتے، تنہا عورتوں کی گواہی کے قبول کرنے پر سب کا اتفاق ہے جس طرح حیض، ولادت اور استحاضہ عورتوں کے عیوب ہیں۔(فتح الباری:328/5) ﴿2﴾ قرض کا لین دین، کاروبار اور خرید وفروخت کے معاملات وغیرہ معاشی امور مرد کی ذمہ داریوں سے متعلق ہیں۔اس بارے میں اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنالیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔(صحیح بخاری:2658) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں آدھی ہے۔(صحیح بخاری: کتاب الحیض)﴿3﴾ حدود وقصاص سے متعلق معاملات مثلاً قتل، زنا، چوری، تہمت تراشی، ڈکیتی وغیرہ کے لئے عینی گواہ چاہئیں۔اس کے لئے اسلامی مؤقف یہ ہے اگر دو مرد نہ ہوں تو دو عورتوں کا متبادل انتظام کیا جائے۔لیکن دو مرد موجود ہیں تو عورت کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں۔حقیقت یہ ہے کہ عورت کا اصل دائرہ کار گھر ہے۔عورت پڑھی لکھی بھی ہو، کچہری جانے سے گھبراتی ہے۔چلی جائے تو جرح میں بسا اوقات بھول جاتی ہے یا غلط بات کہہ بیٹھتی ہے اور پھر حیض، نفاس، حمل، زچگی، رضاعت وغیرہ کے معاملات میں جو اس کی ذمہ داریاں ہیں اس کے اندر چڑچڑا پن اور جذباتی پن پیدا کر دیتے ہیں جب کہ گواہی کے لئے سوچ بچار، ٹھنڈے دل و دماغ سے حقائق کو بلا کم و کاست بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔عورت کی فطری ذمہ داریاں اس کے اندر جذباتی تلاطم پیدا کرتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے گواہی کا عمل متاثر ہوتا ہے۔﴿4﴾ روایت حدیث کے حوالے سے تمام علماء اور فقہاء نے عورت کی گواہی پر اعتماد کیا ہے۔بعض احادیث کی سندوں میں کئی کئی خواتین موجود ہیں۔امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی نے یہ روایات قبول کی ہیں جو عورت پر اعتماد کی دلیل ہیں۔پھر حدیث کی روایت کو قبول یا رد کرنے کے معاملے میں عورتوں کی حدیث کے راویوں پر جرح کو قبول کیا ہے اور اس پر کسی راوی سے حدیث کی روایت کو قبول کرنے یا رد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔﴿5﴾ عورت کی آدھی گواہی عین انصاف ہے۔عورت اور مرد کا مزاج، فطرت اور دائرہ کار الگ الگ ہیں۔عورت اپنے دائرہ کار کے اندر ہونے والے واقعات کا تو جزئیات سے مشاہدہ کر سکتی ہے لیکن جو معاملات مرد کے دائرہ کار سے متعلق ہیں یعنی گھر کے باہر کے معاملات اس میں اس کی عدم دلچسپی کی وجہ سے جزوی معاملات کو درست انداز میں نہ تو حافظے میں محفوظ رکھ سکتی ہے نہ اسے صحیح انداز میں بیان کر سکتی ہے۔ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر ہارڈنگ اپنی کتاب The Way of All Women میں یہ وضاحت کرتا ہے کہ عورت تفصیلی جزئیات یاد نہیں رکھ سکتی اور یاد رکھ لے تو صحت کے ساتھ بیان نہیں کر سکتی۔قرآن حکیم اس بارے میں کہتا ہے: ﴿وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ﴾ اور وہ جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں ہے۔(الزخرف:18) عورت کی اس کمزوری کی وجہ سے عدالت میں گواہی خراب ہوتی ہے۔اسی سے دو عورتوں کی شہادت کی حکمت پتہ چلتی ہے۔عورت کے مزاج، اس کی طبیعت اور اس کے فطری کاموں کے حوالے سے اس کو گواہی جیسی اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ کرنے کا یہ اسلامی مؤقف انصاف ہے کہ اپنے معاملات میں گواہی دے لو۔پوری گواہی ہے۔مرد نہ ملیں تو دوسرے معاملات میں بھی گواہی دے سکتی ہے۔اجازت ہے لیکن بوجھ نہیں ڈالا گیا۔(اسوۂ رسول ﷺ اور عورت کے بارے میں غلط فہمیاں) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مردوں کی نسبت عورتوں کا کمزور ہونا ایسے عام مشاہدے کی بات ہے جو کسی خاص دلیل کی محتاج نہیں۔(فتح الباری، الجنائز:3/233)

سوال 14: گواہی کا کام مردوں کے سپرد کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: اسلامی معاشرے میں معاشی جدوجہد کی ذمہ داری عورت پر نہیں ہے اور عام طور پر خواتین حصول معاش میں مصروف نہیں ہوتیں۔اسلامی معاشرے میں عورت کی ذمہ داریوں کی نوعیت مختلف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال15: اسلامی معاشرے میں عورت کی ذمہ داری کیا ہے؟

جواب: انسانیت کے سب سے بڑے سرمائے یعنی بچوں کی تربیت اور پرورش کرنا۔ بچے مستقبل کے نمائندے ہوتے ہیں۔

سوال16: ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ ''ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس سے مراد فضیلت والے اور دین والے ہیں۔ ﴿2﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہادت درست نہیں خائن مرد کی، نہ خائن عورت کی، نہ اس شخص کی جس کو کوڑے مارے گئے ہوں، نہ کسی دشمن کی اپنے (دشمن) بھائی کے خلاف، نہ قانع کی اپنے گھر والوں کے لیے، نہ اس شخص کی جس پر ولادت یا قرابت کا گمان کیا گیا ہو (یعنی باپ کی بیٹے کے لیے یا بیٹے کی باپ کے لیے یا کسی رشتہ دار کی رشتہ دار کے لیے)۔ (ترمذی)

سوال17: گواہی کے لیے گواہ کے اندر کون سی خصوصیات ہونی لازمی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ عدل۔ ﴿2﴾ افراد معاشرہ میں اس کی گواہی قابل قبول ہو۔ ﴿3﴾ قرض کے دونوں فریق گواہوں پر راضی ہوں۔

سوال18: ﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى﴾ ''تاکہ ان دونوں (عورتوں) میں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک کو دوسری یاد کرادے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے: ﴿1﴾ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''مطلب یہ ہے کہ نسیان عورتوں کی طبیعتوں پر غالب ہے ان کے مزاج میں ٹھنڈک اور رطوبت کی کثرت کی وجہ سے اور دو عورتوں کا نسیان پر جمع ہونا عقلاً ایک عورت سے نسیان کے صدور سے زیادہ بعید ہے۔ اس لیے دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام کیا گیا ہے تاکہ ایک عورت اگر بھول جائے تو دوسری اسے یاد کرادے۔ آیت کا مقصود یہی ہے۔'' (تفسیر کبیر: 7/113) ﴿2﴾ علامہ جمال الدین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جب ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی کو ضروری قرار دے دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ ان عورتوں میں ضبط کی کمی ہے۔ (اور عورت کے بھولنے کا امکان ہے) اس لیے فرمایا کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد کرادے۔'' (تفسیر قاسمی: 382) ﴿3﴾ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ گواہی دینے کے لئے عدالت میں آئیں۔ قاضی نے ان سے گواہی لینے کے بعد دوسری عورت سے کہا کہ اب تم بتاؤ تو انہوں نے کہا رک جایئے۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ ایک بھولے تو دوسری یاد دلائے۔ جب میں بھولی ہی نہیں تو دوسری کیوں یاد دلائے۔ اسی سے پتہ لگتا ہے استثنا کی صورت حال ہو سکتی ہے۔ (اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عورت کے بارے میں غلط فہمیاں)

سوال19: عورت بھولتی کیوں ہے؟

جواب: ﴿1﴾ عورت کو معاہدوں کا زیادہ تجربہ نہیں ہوتا اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ معاہدے کے حالات اور شرائط اس کے ذہن میں پوری طرح نہ بیٹھیں اور گواہی اچھی طرح نہ دے سکے۔ ﴿2﴾ عورت دباؤ قبول کرتی ہے، زیادہ حساس اور زیادہ جذباتی ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال20: ﴿وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا﴾ ’’اور گواہ انکار نہ کریں جب بھی انہیں گواہی کے لیے بلایا جائے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: گواہوں کو جب گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں، گواہی کو قبول کریں۔سیدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’کیا میں تمہیں بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں؟ یہ وہ ہیں جو گواہی کے طلب کرنے سے پہلے ہی گواہی دے دیں۔‘‘(صحیح مسلم :4494)

سوال21: گواہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا پابندیاں ہیں؟

جواب:﴿1﴾ گواہی دینا فریضہ ہے حق کو واضح کرنے اور عدل کو قائم کرنے کے لیے۔اس لیے گواہ دل کی خوشی اور شعور کی آمادگی کے ساتھ گواہی دیں۔﴿2﴾ گواہ نقصان کا احساس کیے بغیر بلاہچکچاہٹ گواہی دیں۔﴿3﴾مقدمے کے فریقین میں سے کسی پر احسان نہ کریں چاہے وہ ایک فریق کی طرف سے بلائے جائیں یا دونوں کی طرف سے۔

سوال22: ﴿وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ﴾’’اور تم اس سے نہ اکتاؤ کہ تم اسے لکھو، معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مقررہ مدت تک‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾’’اور تم اس سے نہ اکتاؤ کہ تم اسے لکھو، معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مقررہ مدت تک‘‘ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرض چھوٹے ہوں یا بڑے سب لکھنے چاہئیں۔قرض کی مدت، اس کی شرائط اور قیود لکھنا ضروری ہے۔﴿2﴾﴿وَلَا تَسْئَمُوْٓا﴾اور تم اس سے نہ اکتاؤ کیونکہ اکتاہٹ کا اظہار کرنے سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کا حکم انصاف پر مبنی ہے اس لیے لکھنے کی تاکید ہے کیونکہ تحریر سے گواہی مضبوط ہوجاتی ہے، انصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور گواہی درست رہتی ہے۔﴿4﴾ گواہ کے فوت ہونے یا غائب ہونے کی صورت میں تحریر کام آتی ہے اور دونوں فریق شک وشبہ سے محفوظ رہتے ہیں۔﴿5﴾انسان سستی تب کرتا ہے جب وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ کسی کام کے لیے کی جانے والی محنت اس کی قدر وقیمت سے زیادہ ہے تو اس وقت انسان وہ کام کرنے سے کتراتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو سستی سے بچانے کے لیے تحریر کے فوائد اور حکمتیں واضح کی ہیں تاکہ چھوٹے بڑے قرض کے معاملے میں دل کی خوشی اور آمادگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انسان تحریر کا اہتمام کرے۔

سوال23: ﴿ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا﴾ ’’یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا ہے اور گواہی کو زیادہ قائم رکھنے والا ہے اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾’’یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا ہے‘‘ قرض کی دستاویز بنوانا زیادہ انصاف والا معاملہ ہے۔کسی معاملے میں زبانی گواہی کے مقابلے میں تحریری گواہی کے ساتھ انصاف زیادہ سہولت سے کیا جاسکتا ہے۔﴿2﴾﴿وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ﴾’’اور گواہی کو زیادہ قائم رکھنے والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کا لکھنے کا حکم زیادہ انصاف پر مبنی ہے جو گواہی کو مضبوط کردیتا ہے۔تحریری شہادت

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

سے گواہی مضبوط ہوجاتی ہے، بھولی ہوئی بات یاد آجاتی ہے اور شک جاتا رہتا ہے کیونکہ تحریر موجود ہے، گواہ کی وفات ہوسکتی ہے، وہ بھول سکتا ہے، وہ غائب ہوسکتا ہے جب کہ تحریری شہادت موجود ہونے کی وجہ سے جھگڑے سے بچا جا سکتا ہے۔﴿3﴾﴿وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا﴾ ''اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو'' قرض کے معاملے میں انسان کو شک لاحق ہو سکتے ہیں کبھی معاہدے میں شامل بیانات پر۔کبھی دل کے اندر شک ابھرتے ہیں۔دوسرے لوگوں کے دلوں میں شکوک آجاتے ہیں۔کسی بھی معاملے میں شک ہوسکتا ہے۔﴿4﴾اس سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ جسے گواہی میں شک ہوجائے اسے گواہی دینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔اس کے لیے یقین ضروری ہے۔(تفسیر سعدی: 331/1)﴿5﴾زبانی گواہی کا دارومدار حافظے پر ہوتا ہے اور تحریری گواہی میں چونکہ موقع پر فریقین کی رضامندی پر گواہوں کی تصدیق کا ریکارڈ ہوتا ہے اس لیے شک کی گنجائش کم ہوجاتی ہے۔

سوال24:﴿اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ﴾ ''مگر یہ کہ تجارت نقد ہو جس کا لین دین کرتے ہو تو تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم اس کو نہ لکھو اور جب تم آپس میں سودا کرو تو گواہ بنالیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾معاملہ اگر نقد ہو تو اسے لکھنے کی ضرورت نہیں یعنی نہ لکھنے کی اجازت ہے۔﴿2﴾روزمرہ کے تجارتی لین دین کے لیے قانون میں رخصت ہے کیونکہ ہر کام میں تحریر کو لازم کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تجارتی اور کاروباری سرگرمیوں میں رکاوٹیں پیدا ہوجائیں اس لیے کہ روزمرہ کی تجارتی سرگرمیاں تیزی سے ہوتی ہیں اور مختصر وقت میں ہوتی ہیں۔﴿3﴾اسلام قانون زندگی کی بہتری کے لیے بناتا ہے۔وہ انسانی زندگی کے تمام حالات کے مطابق قانون بناتا ہے۔یہ قانون عملی ہے اس میں کوئی پیچیدگی نہیں، اس کی وجہ سے زندگی کے کاموں کی رفتار میں کمی نہیں آتی۔﴿4﴾﴿وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ﴾ ''اور جب تم آپس میں سودا کرو تو گواہ بنالیا کرو'' نقد لین دین میں تحریر نہ کرنا تو جائز ہے تاہم اس میں گواہ بنانا مشروع ہے۔(تفسیر سعدی:331/1)﴿5﴾اس سے مراد ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک کوئی گھر یا باغ یا جانور خریدے تو اس تجارت پر گواہ کرلیا کرے۔(ایسر تفاسیر:151)﴿6﴾اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب آپ تجارت کرو تو اس پر گواہ کرلیا کرو خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا۔(جامع البیان:314/1)

سوال25:﴿وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ﴾ ''اور کسی کاتب کو اور کسی گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾**﴿وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ﴾** ''اور کسی کاتب کو اور کسی گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ کسی کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔اس سے جھوٹی بات نہ لکھوائی جائے۔گواہ کو جھوٹی گواہی کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔﴿2﴾ گواہ کو نقصان پہنچانے سے مراد ہے کہ انہیں دور کے علاقے سے بلوایا جائے جس سے ان کی تجارت اور مصروفیات میں حرج ہو یا گواہ کو جھوٹی گواہی پر مجبور کیا جائے۔﴿3﴾ کاتب اور گواہ کو مکمل تحفظ اسلامی ریاست کی جانب سے حاصل ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال26: گواہی کا چھپانا کیسا فعل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ گواہی چھپا کر انسان کے اندر مجرمانہ ذہنیت پروان چڑھتی ہے۔ ﴿2﴾ انسان جب گواہی چھپاتا ہے تو معاملات میں انصاف کے راستے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ ﴿3﴾ انسان کا ضمیر یہ چاہتا ہے کہ حق کا اعتراف کرے اور ناحق کا اعلان کرے۔ جو شخص مصلحتاً اپنی زبان بند رکھتا ہے وہ اپنے جرم پر خود گواہ بن جاتا ہے۔

سوال27: ﴿وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ﴾ ''اور اگر تم ایسا کرو گے تو یقیناً وہ تمہاری بڑی نافرمانی ہوگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اگر تم ایسا کرو گے تو یقیناً وہ تمہاری بڑی نافرمانی ہوگی'' فسق کسی بھی انسان میں کم یا زیادہ موجود ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم فاسق ہو بلکہ یہ فرمایا کہ تمہارے اندر نافرمانی ہے۔ ﴿2﴾ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گواہ کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہ ہو تو اس کی گواہی بھی قبول نہیں حتیٰ کہ اس کے نیک ہونے کی تصدیق ہو جائے۔ (تفسیر سعدی:332/1)

سوال28: فسوق سے کیا مراد ہے؟

جواب: سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ نہ بتادوں، شرک اور والدین کی نافرمانی۔ نبی اقدس ﷺ اس وقت تکیہ کا سہارا لگائے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا سن لو اور جھوٹ بولنا، سن لو اور جھوٹی شہادت دینا، نبی ﷺ ان الفاظ کو بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے (دل میں) کہا کہ کاش نبی ﷺ خاموش ہو جاتے۔ (تفسیر مظہری:93/2)

سوال29: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' اللہ تعالیٰ سے اس کے احکامات کے بارے میں ڈر جاؤ۔ اس کے اوامر کو پورا کرو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کے نواہی سے اجتناب کرو۔ (ایسر التفاسیر)

سوال30: ﴿وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے تمہارے لیے واضح کیا ہے اس لیے اس کے حکم پر عمل کرو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے قانون کی اطاعت کے لیے احساس دلایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم ہے، یہ اس کا فضل ہے اس لیے اس پر بھروسہ رکھو۔

سوال31: ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے سے مومن کے ضمیر کو جگایا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے قانون کی اطاعت کے لیے احساس دلایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم ہے، اس کا فضل ہے اس لیے اس پر بھروسہ رکھو کہ وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ہی ایسا قانون دے سکتا ہے جو سب کے لیے مفید ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 32: ﴿عَلِيْمٌ﴾ ''خوب جاننے والا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور کس مقصد کے تحت دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے قرض کے معاملے میں دی جانے والی ہدایات کو قبول کرنے کے لیے یہ شعور دلایا ہے کہ قانون تمہیں ایک علیم ہستی کی طرف سے سکھائے جا رہے ہیں اس لیے ان کو قبول کرلو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنا خوف پیدا کرنے کے لیے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ اس خوف کی وجہ سے اس کی ہدایت قبول کرلیں۔

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (283)﴾

''اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو قبضے میں دیا گیا رہن لازم ہے پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اس کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔'' (283)

سوال 1: ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾ ''اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو قبضے میں دیا گیا رہن لازم ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ'' اگر تم سفر میں ہو اور کاتب نہ پاؤ تو تحریر کی بجائے قرض دینے والے کے پاس کوئی چیز گروی رکھ کر اس کے قبضے میں دے دو۔ اگر تمہیں کاتب نہ ملے جو تحریر لکھ دے جس سے بات قابل اعتماد ہو جائے۔ ﴿2﴾ ﴿فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾ تو رہن قبضے میں رکھ لیا کرو۔ قرض دینے والا اسے قبضے میں رکھے گا۔ یہ اس کے پاس ضمانت ہے کہ قرض واپس مل جائے گا۔ رہن کے ساتھ قبضے کی شرط ہے۔ بلا قبضہ کوئی رہن نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک مدت مقرر کر کے ادھار خریدا اور اپنے لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔ (بخاری:2068) ﴿3﴾ اگر رہن رکھی ہوئی چیز پر قرض دینے والے کا قبضہ نہ ہو تو ضمانت نہیں ملتی۔ ﴿4﴾ اگر رہن رکھی ہوئی چیز کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو رہن رکھ کر قرض دینے والے کے قول کو قبول کیا جائے گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رہن کو تحریر کے قائم مقام بنایا ہے۔ ﴿5﴾ رہن کا مقصد اعتماد اور اعتبار ہے۔ اس لیے سفر اور حضر دونوں میں جائز ہے۔ اس آیت میں سفر کا ذکر اس لیے ہے کہ سفر میں ہو سکتا ہے کہ کاتب نہ ملے۔ ﴿6﴾ رہن رکھنے کا حکم اس موقع کے لیے ہے جب قرض دینے والے کو تسلی نہ ہو۔

سوال 2: رہن رکھی ہوئی چیز کا کیا حکم ہے؟

جواب: رہن رکھی ہوئی چیز سے قرض خواہ کو خود فائدہ اٹھانے کا حق نہیں۔ رہن لیے ہوئے گھر میں خود رہنا یا اسے کرائے پر دینا سود کھانا ہے۔ اگر جانور رہن ہے تو فائدہ اٹھا سکتے ہیں کیونکہ وہ چارے کا معاوضہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال3: ﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ﴾ ''پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے'' اگر کوئی کسی کو امانت دار سمجھتا ہو اور اس کی امانت کا اعتبار ہو تو کتابت نہ کروانے اور گواہ نہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ جس پر اعتماد کیا گیا ہو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر پوری امانت ادا کرنی چاہیے۔ قرض دینے والے کو اگر تسلی ہو تو وہ بغیر رہن کے معاملہ کر سکتا ہے، یعنی اگر تمہیں اعتبار ہے تو جس پر اعتبار ہے، امانت ادا کرے۔ ﴿2﴾ قرض لینے والے کو پورا قرض ادا کرنا چاہیے۔ ﴿3﴾ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کا شعور دلا کر اپنی ذات سے ڈرایا ہے تاکہ قرض لینے والا احسن طریقے سے قرض ادا کر دیا ور نیکی کا احسن بدلہ دے۔

سوال4: رہن بالقبض Mortgage کا مقصد کیا ہے؟

جواب: قرض دینے والے کو اپنے قرض کی واپسی کا اطمینان ہو جائے۔

سوال5: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ﴾ ''اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اس کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ﴾ ''اور گواہی کو نہ چھپاؤ'' شہادت نہ چھپاؤ یعنی امانت میں خیانت نہ کرو۔ گواہی چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔ اس پر قرآن وحدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ صحیح گواہی دینے کی بڑی فضیلت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر وہ گواہ ہے جو گواہی طلب کرنے سے پہلے ہی خود گواہی کے لئے پیش ہو جائے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ) ﴿2﴾ گواہی چھپانے سے اس لیے روکا گیا کہ گواہی چھپانے والے کا دل گناہ گار ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے یہاں دل کے گناہ گار ہونے کا خصوصی ذکر اس لیے کیا ہے کہ ''کتمان'' گواہی کو چھپانا دل کا فعل ہے۔ اور دل تمام اعضاء کا سردار ہے باقی اعضاء اسی کے مطابق کام کرتے ہیں۔ دل درست رہے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر یہ خراب ہو جائے تو سارا جسم فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا گیا، وہ کہتے تھے میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: سن لو! بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہوگا تو سارا بدن درست ہوگا اور جہاں وہ بگڑا، سارا بدن بگڑ گیا۔ سن لو! وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔'' (صحیح بخاری:52)

سوال6: ﴿وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دل کی گناہ گاری کو دور کرنے کے لیے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ تمہارے دلوں کے حال کو جانتا ہے اگر دل گواہی چھپائے گا تو کسی اور کے علم میں تو نہیں آ سکتا لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ سخت حساب لینے والا ہے لہٰذا اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہرعمل کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ۔

سوال 7: ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' یہ کہہ کر کس طرف توجہ دلائی جارہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' یہ کہہ کر توجہ دلائی گئی ہے کہ اپنے معاملات کی اصلاح کرلو۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق چھپے ہوئے دل کے حالات پر بھی جزا سزا دے سکتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ تمہارے دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ اگر دل گواہی چھپائے گا تو کسی اور کے علم میں تو نہیں آسکتا لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ سخت حساب لینے والا ہے لہٰذا اپنے ہر عمل کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ۔

رکوع نمبر 8

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (284)﴾

''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے اور جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم وہ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (284)

سوال 1: ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے'' اسی نے تخلیق کیا اور اسی کی ملکیت ہے۔ (تفسیر بیضاوی :583/1) ہر چیز اس کے قانون کی پابند ہے۔ ﴿2﴾ آسمانوں اور زمین کی ہر چھوٹی بڑی، کثیر اور قلیل چیز کا وہی مالک ہے اور انسان ہر وقت اپنے مالک کی نظر میں ہے اس کا ہر چھوٹا بڑا کام اس کے اندر ہو یا باہر اس کی نگرانی میں ہے۔ (جامع البیان:153/3) ﴿3﴾ ہر چیز کی تدبیر وہی کرتا ہے، اس کو گھمانے پھرانے اور استعمال کے اختیارات اسی کے ہیں، اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں، کیونکہ وہ ہر چیز کا مدبر، مالک اور منتظم ہے۔ انسان کو بھی کائنات کی طرح پابند زندگی گزارنی ہے لیکن اپنے اختیار سے کیونکہ مالک نے ہر پوشیدہ اور ظاہری عمل کا حساب لینا ہے۔

سوال 2: ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ ''اور جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم وہ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا'' کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو تخلیق کیا، وہی رزق دیتا ہے۔ ہر طرح کے انتظامات وہی کرتا ہے۔ سب اس کی ملکیت میں ہیں اس کے غلام ہیں۔ سب اپنی ذات کے لیے نہ نفع کا اختیار رکھتے ہیں نہ نقصان کا، نہ موت کا نہ زندگی کا، نہ موت کے بعد جی اٹھنے کا۔ اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے وہ اپنی حکمت سے جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ اس نے کچھ کام کرنے کا حکم دیا کچھ سے روکا ہے اس لیے وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کا حساب لے گا۔ ﴿2﴾ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ﴾ ''اور جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم وہ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ'' مجاہد نے کہا: یقین اور شک میں سے ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔ (الدر المنثور: 663/1) ﴿3﴾ جو چیز بھی دل میں قرار پکڑے اور اعمال سے ظاہر ہو مثلاً کینہ حسد وغیرہ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔ ﴿4﴾ ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے جو سینے چھپاتے ہیں۔ (غافر: 19) ﴿5﴾ وہ خالق و مالک سب کچھ جانتا ہے، اسے کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا ہر وقت علم ہے، اسے ظاہر و باطن کی ہر وقت خبر ہے یہاں تک کہ انسان کے دل میں جو وسوسے آتے ہیں ان کو بھی وہ خوب جانتا ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم ان کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ (ق: 16) ﴿6﴾ اس کی رحمت ہے کہ صرف ان وسوسوں اور ارادوں پر وہ مؤاخذہ کرتا ہے جن کو دل میں پختہ کر لیا جائے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہیں نہیں پکڑتا، وہ اس کی وجہ سے تمہیں پکڑتا ہے جو تمہارے دلوں نے کمایا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔ (البقرہ: 225) ﴿7﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دل میں آنے والی باتوں کو معاف کر دیا ہے البتہ ان پر گرفت ہوگی جن پر عمل کیا جائے یا جن کا اظہار زبان سے کیا جائے۔'' (صحیح بخاری) ﴿8﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو اور اگر اس برائی کو وہ میرے خوف سے چھوڑ دے تو اس کے حق میں ایک نیکی لکھو اور اگر بندہ کوئی نیکی کرنا چاہے تو اس کے لئے ارادہ پر ہی ایک نیکی لکھو اور اگر وہ اس نیکی کو کر لے تو اس جیسی دس نیکیاں اس کے لیے لکھو۔ (صحیح بخاری: 7501) ﴿9﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ! کبھی کبھی تو ہمارے دل میں ایسے وسوسے اٹھتے ہیں کہ زبان سے ان کا بیان کرنا بھی ہم پر گراں گزرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا واقعی تم اسی طرح پاتے ہو (یعنی گناہ سمجھتے ہو)؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ صریح ایمان ہے۔'' (صحیح مسلم: 340) ﴿10﴾ برائی کا پختہ ارادہ کرنا گناہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جب دو مسلمان تلواروں کے ساتھ ملتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: قاتل کا جہنمی ہونا تو ٹھیک ہے لیکن مقتول کیوں جہنمی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا خواہش مند تھا۔'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دل کا پختہ ارادہ قابل گرفت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال3: اس آیت کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا طرز عمل تھا؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت (یعنی اگر تم نے اپنے دل کی باتوں کو ظاہر کیا اسے پوشیدہ رکھا سب پر مواخذہ ہوگا) نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے یہ چیز سخت حیرانی اور پریشانی کا باعث ہوئی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر گھٹنوں کے بل گر گئے اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ہم اس حکم کی کہاں طاقت رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسی طرح کہنا چاہتے ہو جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے تم سے پہلے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی، بلکہ یہ کہو ہم نے سنا اور اطاعت کی پروردگار ہم آپ سے اپنے گناہوں کی معافی کے طلب گار ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ چنانچہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ جملہ دہرایا اور اس سے ان کی زبانیں تر ہو گئیں تو حق تعالیٰ نے اس کے بعد ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ آیت نازل فرمائی۔ جب اس پر سب نے گواہی دے دی تو اللہ تعالیٰ نے پہلے حکم کو منسوخ کر کے یہ آیت ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ نازل فرمائی، یعنی اللہ تعالیٰ ہر ایک انسان کو اس کی طاقت کے بقدر مکلّف بناتا ہے۔ امام مسلم وغیرہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال4: اللہ تعالیٰ نے آخرت کے محاسبے کا خوف دلایا ہے، اس کا مقصد کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ محاسبے کا مقصد اصلاح ہے۔ آج کے کاموں کا حساب لیں تاکہ اس کی تیاری ہو۔ ﴿2﴾ انسان کی اصلاح اس تصور سے ہی ممکن ہے کہ جو میں چھپاؤں جو میں ظاہر کر دوں سب کا حساب اللہ تعالیٰ نے لینا ہے۔ ﴿3﴾ اگر انسان محاسبے کا تصور چھوڑ دے تو اس کے لیے گناہ کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ ﴿4﴾ محاسبے کی روح اخلاص ہے۔ ﴿5﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محاسبے کا گہرا شعور رکھتے تھے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کسی باغ کی طرف گزرتے اور چڑیوں کو چہچہاتے ہوئے دیکھتے تو سرد آہ کھینچ کر فرماتے: ''پرندو! تمہیں مبارک ہو جہاں چاہتے ہو چرتے چگتے ہو، جس درخت کے سائے میں چاہتے ہو بیٹھ رہتے ہو اور قیامت میں تم سے کوئی حساب کتاب نہ ہوگا، کاش ابو بکر بھی تمہاری ہی طرح ہوتا۔'' ﴿6﴾ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ حسرت سے آہ بھرتے اور کہتے کہ کاش میں پرندہ ہوتا اور آخرت کے حساب سے بچ جاتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو محاسبے کا اتنا خوف تھا کہ ایک بار کہنے لگے: ''علی رضی اللہ عنہ! میں تو صرف اتنا ہی چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن مجھے نہ میری نیکیوں کا اجر ملے اور نہ گناہوں کے عوض میری پکڑ ہو، میرے لیے یہی بڑی کامیابی ہے۔'' ﴿7﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اندیشۂ آخرت کا یہ حال تھا کہ فرماتے: ''اگر مجھے دوزخ و جنت کے متعلق اختیار دے دیا جائے کہ ان میں سے اپنے لیے جس کو چاہو پسند کر لو، یا راکھ ہو جاؤ تو میں راکھ ہو جانا پسند کروں گا تاکہ مجھ سے میرے اعمال کے متعلق کچھ جواب وسوال نہ ہو۔'' آخرت کے خوف سے اکثر کہا کرتے تھے: ''کاش ہم گھاس ہوتے۔''

سوال5: ﴿فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ﴾ ''پھر وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا'' کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''پھر وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا'' اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جو کچھ وہ چاہتا ہے اس میں رحمت اور عدل ہے۔ اس کے عدل میں سے ہے کہ وہ نیکیاں کرنے والوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دے۔ وہ اپنے فضل سے ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیتا ہے۔ ﴿2﴾ ﴿وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا'' اللہ تعالیٰ کے عدل میں سے ہے کہ وہ گناہ گار کو اس کے گناہ کے مطابق جزا دیتا ہے اور اس کے گناہ کا بدلہ نہیں بڑھاتا۔ ﴿3﴾ ﴿فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''پھر وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا'' جن کے پاس مغفرت کے اسباب موجود ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا۔ ﴿4﴾ ﴿وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا'' انسان کو ان گناہوں پر اللہ تعالیٰ عذاب دیں گے جن کی مغفرت کے اسباب اسے حاصل نہیں ہوں گے ۔ ﴿5﴾ سیدنا صفوان بن محرز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ''آپ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کے متعلق کیا سنا ہے؟'' انہوں نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن ایک مومن اپنے رب کے قریب کیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال دے گا۔ پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروایا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو (گناہوں کو) جانتا ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے رب! میں جانتا ہوں (اقرار کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دنیا میں بھی میں نے تیرے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی اور اب آج کے دن بھی میں ان تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہوں۔ پھر اسے اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دیا جائے گا اور کفار و منافقین کو علی الاعلان لوگوں کے سامنے بلایا جائے گا اور پکارا جائے گا کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا۔'' (صحیح مسلم:7015)

سوال 6: ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے قانون سازی کے اختتام پر اپنی ملکیت اور قادر مطلق ہونے کا کیسے احساس دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین پر اپنی ملکیت سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو مالک ہے اختیار اسی کا، فیصلے اسی کے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے دلوں کے معاملات کے چھپانے اور ظاہر کرنے پر اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے کہ ظاہر کرو یا چھپاؤ وہ قادرِ مطلق تم سے حساب لے لے گا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور عذاب دینے کے اختیار سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ فیصلے اس کے ہیں جس کو چاہے معاف کر دے جس کو چاہے عذاب دے دے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین پر اپنی ملکیت سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ کوئی چیز اس کے بس سے باہر نہیں بلکہ تمام مخلوقات اس کے غلبہ، مشیت، تقدیر اور جزا و سزا کے قوانین کے ماتحت ہیں۔ (تفسیر سعدی:334/1)

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (285)﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''رسول ایمان لایا ہے اس پر جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے اور مومن بھی، سب ہی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، اس کے رسولوں میں سے ہم کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے۔ اور انہوں نے کہا: ''ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے۔''(285)

سوال1: سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتوں کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو (معراج کے لئے) سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا جو کہ چھٹے آسمان میں واقع ہے۔ زمین سے اوپر چڑھنے والی چیز اور اوپر سے نیچے آنے والی چیز یہاں آ کر رک جاتی ہے۔ پھر اسے لے جایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى﴾ جب کہ سدرہ (بیری) کو ڈھانپ رہا تھا وہ جو ڈھانپ رہا تھا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یعنی سونے کے پتنگے۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں عطا کی گئیں: (الف) پانچ نمازیں۔ (ب) سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں۔ (ج) اور آپ ﷺ کی امت میں ہر ایک ایسے آدمی کو بخش دیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔ (صحیح مسلم:431) ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمارے درمیان سیدنا جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک اوپر سے ایک آواز سنی تو آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ دروازہ آسمان کا ہے جسے صرف آج کے دن کھولا گیا ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔'' پھر اس سے ایک فرشتہ اترا، سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ فرشتہ جو زمین کی طرف اترا ہے، یہ آج سے پہلے کبھی نہیں اترا۔'' اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا: ''آپ ﷺ کو ان دونوروں کی خوش خبری ہو جو آپ ﷺ کو دیئے گئے اور آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے: ایک سورۃ الفاتحہ اور دوسرے سورۃ البقرۃ کی آخری آیات، آپ ﷺ ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے، آپ ﷺ کو اس کے مطابق دیا جائے گا۔'' (صحیح مسلم :1877) ﴿3﴾ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے سورہ بقرہ کی دو آخری آیتیں رات میں پڑھ لیں وہ اسے ہر آفت سے بچانے کے لئے کافی ہو جائیں گی۔ (بخاری:5009) ﴿4﴾ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ اسلام کے جاننے والوں میں سے کوئی شخص آیت الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھے بغیر سو جائے۔ یہ وہ خزانہ ہے جو تمہارے نبی ﷺ عرش تلے کے خزانہ سے دیے گئے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر:385/1) ﴿5﴾ ابن مردویہ میں ہے کہ ''ہمیں لوگوں پر تین فضیلتیں دی گئیں ہیں: میں سورۂ بقرہ کی یہ آخری آیتیں عرش تلے کے خزانوں سے دیا گیا ہوں جو نہ میرے پہلے کسی کو دی گئیں نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔'' (تفسیر ابن کثیر، جلد1:385)

سوال2: ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''رسول ایمان لایا ہے اس پر جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے اور مومن بھی'' کی وضاحت کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ ''رسول ایمان لایا ہے'' رسول کا ایمان اعلیٰ درجے کا ہوتا ہے۔اگر چہ نفس ایمان میں رسول ﷺ اور سب مسلمان شریک ہیں لیکن درجات ایمان کے اعتبار سے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ایمان علم، مشاہدہ اور سماع کی بناء پر تھا اور دوسروں کا ایمان غیب پر۔ ﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوا، انہوں نے براہ راست وحی قبول کی۔اس لیے وہ وحی پر یقین کے جس درجے میں تھے باقی مومن نہیں ہوسکتے۔ ﴿3﴾ ﴿بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اس پر جو جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی وحی پر ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے کے ذریعے اسے نازل کیا ہے۔ ﴿4﴾ ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ اور مومن ایمان لائے ہیں۔رسول کے ایمان اور ایک عام انسان کے ایمان کی حقیقت اور کیفیت میں زمیں آسمان کا فرق ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صفت ایمان میں شریک کر کے اعزاز عطا فرمایا ہے۔

سوال3: ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا مَا الْاِیْمَانُ ؟ ایمان سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اَلْاِیْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَبِلِقَائِهِ، وَرُسُولِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ، اور اس کے فرشتوں کے وجود پر، اور اس (اللہ تعالیٰ) کی ملاقات کے برحق ہونے پر، اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاؤ۔'' (صحیح بخاری:50)

سوال4: ﴿كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ﴾ ''سب ہی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر' اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے اس کی تمام صفات کمال و جمال پر ایمان لانا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے بتائی ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال وجلال پر اجمالاً اور تفصیلاً ایمان لانا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تشبیہ، تمثیل، تعطیل اور تمام نقص والی صفا ت سے پاک ماننا۔ ﴿4﴾ ﴿وَمَلٰٓئِكَتِهٖ﴾ ''اور اس کے فرشتوں پر'' فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے اور انہیں اپنے احکامات کی مکمل اطاعت اور ان کو نافذ کرنے کی پوری قوت عطا کی ہے اور وہ کبھی اپنے کاموں سے نہیں تھکتے۔اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور نبی ﷺ کی احادیث میں جن فرشتوں کے ناموں اور ان کی جن صفات اور جن افعال کا ذکر کیا ہے ان پر پختہ اعتقاد رکھا جائے۔(جنت کا راستہ) ﴿5﴾ ﴿وَكُتُبِهٖ﴾ ''اور اس کی کتابوں پر'' اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے مراد اس کے احکام اور فرمودات کے وہ مجموعے ہیں جو ہر زمانے کے نبی اور رسول پر نازل ہوئے اور اکٹھا ترتیب پا کر آسمانی کتابوں کے نام سے دنیا میں آتے رہے۔(ابوبکر الجزائری، عقیدۃ المؤمن:280) ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ اس کی تصدیق کرنا کہ تمام کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ہیں اور اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کے ذریعے کلام فرمایا ہے۔(جنت کا راستہ) اللہ تعالیٰ کی کتابیں انسان کی ہدایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے اتاری گئی ہیں۔ان کتابوں میں موجود تمام خبروں اور احکامات پر ایمان رکھنا بھی اسی میں شامل ہے۔﴿7﴾﴿وَرُسُلِهٖ﴾''اور اس کے رسولوں پر'' رسولوں پر ایمان لانے سے مراد یہ پختہ یقین رکھنا ہے کہ:(الف)اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے اپنا پیغام پہچانے کے لیے کچھ بندوں کو چن لیا۔کسی نہ کسی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔(ب)سارے رسولوں کی دعوت کی اصل بنیاد توحید تھی۔سب اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت کی دعوت دیتے رہے اور غیر اللہ کی عبادت سے روکتے رہے۔(ج)سارے رسول سچے، امانت دار، متقی اور ہدایت کا راستہ دکھانے والے تھے۔(د)رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات اپنی امتوں کو پہنچانے میں نہ کچھ چھپایا، نہ اضافہ کیا، نہ کمی کی۔(و)سارے رسول صراط مستقیم پر چلنے والے تھے۔(ہ)اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور بعض کے درجات بلند کئے۔(جنت کا راستہ)

سوال5: فرشتوں پر ایمان لانے کے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ رب پر ایمان لانے میں انسان اور فرشتے شریک ہیں۔﴿2﴾فرشتوں پر ایمان کی وجہ سے انسان میں یہ شعور پیدا ہوتا ہے کہ کائنات میں پھیلے ہوئے بہت سے مومنین ہیں جو نظر نہیں آتے لیکن اس کے دوست ہیں۔﴿3﴾انسان تسکین محسوس کرتا ہے کہ فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔﴿4﴾انسان کو یقین آتا ہے کہ ہر نیکی کے کام میں فرشتے معاون اور مددگار ہیں۔ ﴿5﴾فرشتوں پر ایمان ایک لطیف اور ہر دم ساتھ رہنے والے ساتھی کا شعور ہے۔﴿6﴾ کائنات کے بارے میں انسانی شعور کو وسعت ملتی ہے۔

سوال6: ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾''اس کے رسولوں میں سے ہم کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے''اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾مقاتل بن حیان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو کچھ رسول لے کر آئے ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور نہ ہم انہیں جھٹلاتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:576/2)﴿2﴾مومن یہود و نصاریٰ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ بعض پر ایمان رکھیں گے اور بعض کا کفر کریں گے۔(تفسیر ثعالبی:557/1)

سوال7: ﴿وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾''اور انہوں نے کہا:''ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾''اور انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی''اطاعت سے مراد عملی حوالگی ہے۔ایمان والے اللہ تعالیٰ کی بات سنتے ہیں اور ہر حکم مانتے ہیں۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے اس کے ہر چھوٹے بڑے حکم کی اطاعت کرتے ہیں۔﴿2﴾﴿سَمِعْنَا﴾ کے بارے میں مقاتل بن حیان کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو حکم قرآن (مجید) میں آیا ہم اس کو سنتے ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم:576/2)﴿3﴾ انہوں نے کہا﴿اَطَعْنَا﴾ جو کچھ ہمیں رسول سے پہنچا ہم نے اسے سنا، سمجھا اور اس پر تدبر کیا۔جو کچھ ہمیں اوامر و نواہی میں سے پہنچا ہم نے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی دل سے اطاعت کی۔(تفسیر مراغی:442/1)

سوال8:﴿ غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا ﴾''ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿ غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا ﴾''ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب'' سے مراد ہے ہمارے گناہ اس طرح ڈھانپ دے کہ دنیا میں ہماری رسوائی نہ ہو اور آخرت میں کمال کے مرتبے تک پہنچنے کے راستے کی رکاوٹ نہ ہو۔(تفسیر مراغی:442/1)﴿2﴾بندے سے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کوتاہی ہو جاتی ہے اس لیے ہمیشہ مغفرت کی ضرورت رہتی ہے۔

سوال9:انسان کب اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار رہتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار تب ہوتا ہے جب وہ یقین رکھتا ہے کہ میرے اندر کوتاہیاں ہیں، مجھ سے غلطیاں ہو جاتی ہیں، مجھ سے اپنے فرائض پورے طور پر ادا نہیں ہوتے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہے کہ وہ اس کی غلطیوں کو معاف کر دے اور اس کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیں۔﴿2﴾انسان اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار تب ہوتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی بات سنتا ہے اور اطاعت کرتا ہے۔﴿3﴾جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مکمل طور پر سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔﴿4﴾جب اسے یہ یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی قوت بچانے والی نہیں۔﴿5﴾جب اسے یہ یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔﴿6﴾جب اسے یقین آ جاتا ہے کہ اسے اپنے ہر معاملے کی اللہ تعالیٰ کو جواب دہی کرنی ہے۔﴿7﴾جب اسے یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہوگا اور کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔﴿8﴾جب اسے یہ یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صرف اس کی مغفرت بچا سکتی ہے پھر وہ معافی کا طلب گار رہتا ہے۔

سوال10:﴿ وَإِلَيۡكَ ٱلۡمَصِيرُ ﴾''اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:''اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے'' سے مراد قیامت کے بعد جی اٹھنے پر یقین ہے۔﴿1﴾اس یقین کے ساتھ بندہ نیکی کے راستے کو تلاش کرتا ہے اور اس پر چلتا ہے۔﴿2﴾وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع فرمان ہو جاتا ہے۔﴿3﴾اس کو دنیا میں مشقت ملے یا راحت، اسے فائدہ ہو یا نقصان، وہ کچھ کھو رہا ہو یا پا رہا ہو اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اصل جزا آخرت کے دن ملے گی جہاں وہ امتحان میں کامیاب ہو جائے گا۔﴿4﴾بندے کا عزم پختہ ہو جاتا ہے۔وہ حق کے راستے سے نہیں ہٹتا چاہے پوری دنیا مخالف ہو جائے۔

سوال11:اس آیت میں اسلامی عقیدہ ''بعث بعد الموت'' کی وضاحت ملتی ہے یہ عقیدہ انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب:﴿1﴾عقیدہ ''بعث بعد الموت'' انسان کا بحیثیت انسان اعتراف کرواتا ہے۔(الف)ایک طرف اسے حیوانات سے، جمادات سے مقام بلند دیتا ہے۔(ب)دوسری طرف فرشتوں اور شیطانوں سے بھی الگ تشخص دیتا ہے۔﴿2﴾عقیدہ ''بعث بعد الموت'' انسان کے مختلف رجحانات، میلانات اور اس کی روح کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ایسے فرائض عائد کرتا ہے جن کو انسان ادا کر سکے۔﴿3﴾عقیدہ ''بعث بعد الموت'' انسان کے فرائض اور اس کی صلاحیتوں اور طاقت کے درمیان بہترین توازن قائم کرتا ہے۔﴿4﴾عقیدہ ''بعث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعدالموت'' انسان کے جسمانی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔﴿5﴾ عقلی تقاضوں کا خیال رکھتا ہے۔﴿6﴾ انسان کی روحانی دنیا کو بھی آباد رکھتا ہے۔﴿7﴾ عقیدہ ''بعث بعدالموت'' انسان کو آزادی عطا کرتا ہے کہ وہ جو راستہ چاہے اختیار کرلے۔

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ(286)﴾

''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق، اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا، اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور تو ہم سے نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت ہی نہیں، اور ہم سے درگزر فرما اور تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مولیٰ ہے، چنانچہ کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔''(286)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آیت (وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ) کے متعلق بتلایا کہ اس آیت کو اس کے بعد کی آیت (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا) نے منسوخ کر دیا ہے۔(صحیح بخاری، کتاب التفسیر:4546)

سوال2: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ محمد بن کعب القرظی نے ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ کے بارے میں کہا: اس سے مراد ہے کہ وہ اس عمل کے مکلّف نہیں ہیں جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:2/578) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔(التغابن:16) ﴿3﴾ ﴿وُسْعَهَا﴾ سے مراد اس کی طاقت ہے۔

سوال3: ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق'' اس کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق'' کے اثر سے انسان یہ سوچتا ہے کہ اس کا رب رحیم ہے، اس نے جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں وہ عادلانہ ہیں، جو آزمائشیں ڈالی ہیں وہ بھی میری طاقت کے مطابق ہیں اور قیامت کے دن بھی ٹھیک انصاف ہوگا۔﴿2﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا'' اس پر یقین کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض پر تنگی محسوس نہیں کرتا۔﴿3﴾ اس یقین کی وجہ سے مومن ذمہ داریوں کو بوجھ نہیں سمجھتا۔﴿4﴾ اس یقین کی وجہ سے ایمان والے کا دل اطمینان سے بھر جاتا ہے۔﴿5﴾ اس کی وجہ سے مومن یقین رکھتا ہے کہ اگر میرے اندر یہ فرائض ادا کرنے کی طاقت نہ ہوتی تو وہ یہ فرائض عائد ہی نہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرتا۔﴿6﴾جب بھی یہ یقین رکھنے والا انسان تھکتا ہے یا کمزوری محسوس کرتا ہے یا فرائض بھاری ہونے لگتے ہیں تو وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی ذاتی کمزوری ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ بوجھ نہیں ہے۔﴿7﴾ایمان والا اس یقین کی وجہ سے اپنے عزم، اپنے ارادے کو نئے سرے سے تازہ کرتا ہے۔﴿8﴾ایمان والا اس یقین کی وجہ سے اپنی کمزوریوں کو دور کرتا ہے اور اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے پختہ ارادہ کر لیتا ہے۔﴿9﴾یہ یقین مومن کی ہمت بندھاتا ہے اور اس کے ارادے میں قوت پیدا کرتا ہے۔

سوال4:﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾''اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی''**﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ﴾** میں کسب سے مراد خیر ہے۔(جامع البیان:3/163)﴿2﴾**﴿وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾**میں''اکتساب'' سے مراد شر ہے۔یعنی جو اس نے برائی کمائی اسی پر ہے۔جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے۔﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی پر ہے (وبال) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی، پھر تمہارے رب کی طرف ہی تمہارا لوٹنا ہے، چنانچہ وہ تمہیں اس کے بارے میں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔(الانعام:164)﴿3﴾''اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی'' سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہے۔ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے کمایا، سزا صرف اس جرم کی ملے گی جو کسی نے خود کیا ہوگا۔﴿4﴾کسی شخص کو وہاں کسی مدد اور سفارش کی امید نہ ہوگی۔﴿5﴾ہر شخص اپنا نامہ اعمال اپنے رب کے سامنے خود لے کر جائے گا۔﴿6﴾ہر شخص بحیثیت ایک فرد کے اپنے رب کے سامنے ہوگا۔

سوال5:''ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا''اس یقین کے مومن کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین جب مومن کے دل کے اندر راسخ ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔کسی دوسرے انسان کی وجہ سے ان حقوق کی ادائیگی میں کمی نہیں کرتا نہ ہی ان کو چھوڑتا ہے۔﴿2﴾اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین کی وجہ سے ایک مومن یہ سوچتا ہے کہ اگر کوئی گمراہ کر دے، دھوکہ دے دے، مجبور کر دے اور میں اللہ تعالیٰ کے حق میں کمی کر دوں تو قیامت کے دن ان سارے انسانوں میں سے کوئی میرے کام نہیں آئے گا نہ مدافعت کر سکیں گے، نہ سفارش کر سکیں گے، نہ میرا بوجھ اتار سکیں گے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہی کے یقین کی وجہ سے مومن معاشرے میں اپنی اجتماعی ذمہ داریاں پوری کرنے کے بارے میں پوری طرح سے فکر مند ہوتا ہے۔﴿4﴾اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن اپنے مال اور اپنی دولت سے اجتماعی ذمہ داریاں پوری کرتا ہے۔﴿5﴾اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن دوسروں کو تواصوا بالحق کرنے کے لیے اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتا ہے۔﴿6﴾اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن اجتماعی معاملات کے حوالے سے بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی کارکردگیوں اور کوتاہیوں کے بارے میں یہ یقین رکھتا ہے کہ اعمال نامہ میں درج ہوں گی، ان کا حساب کتاب ہوگا، ان پر جزا سزا ملے گی۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے: اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔

سوال 6: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ ''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ یہ کہیں ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہمیں نہ پکڑنا۔ (زادالمسیر: 297/1) ﴿2﴾ جب سیدنا جبریل علیہ السلام نبی ﷺ سے یہ کہہ رہے تھے: ''اے ہمارے ربّ! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہمیں نہ پکڑنا'' تو نبی ﷺ جواب میں کہہ رہے تھے: آمین رب العالمین۔ (الدرالمنثور: 668/1) ﴿3﴾ ﴿اِنْ نَّسِيْنَآ﴾ سے یہ مراد ہے کہ اگر وہ چیز ہمیں بھول جائے جو ہم پر فرض کی گئی ہو۔ (جامع البیان: 164/3) ﴿4﴾ ﴿اَخْطَاْنَا﴾ سے یہ مراد ہے کہ انسان ایک جائز کام کا ارادہ کرے لیکن اس سے کام اس انداز سے ہوجائے جو جائز نہ ہو۔ ﴿5﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت سے خطا اور نسیان پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا جب تک انہوں نے ایسے کاموں کو برا سمجھا۔'' (طبرانی) ﴿6﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان چیزوں کے بارے میں درگزر فرمادیا ہے جو ان کے نفسوں میں آجائیں جب تک کہ ان پر عمل نہ کریں یا زبان سے نہ کہیں۔ (مسلم: 75/1)

سوال 7: نسیان (بھول) اور خطا (غلطی) میں کیا فرق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بھول اور غلطی میں فرق یہ ہے کہ نسیان (بھول) کا مطلب ہوتا ہے مامور کام کا دل سے فراموش ہوجانا اور بھول جانے کی وجہ سے اس عمل کا چھوٹ جانا۔ خطا (غلطی) یہ ہوتی ہے کہ انسان ایک جائز کام کا ارادہ کرے لیکن اس سے کام اس انداز سے واقع ہوجائے جو جائز نہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر رحمت اور احسان فرماتے ہوئے اس سے واقع ہونے والے یہ دونوں طرح کے کام معاف فرمادیئے۔ ﴿3﴾ اس اصول کی روشنی میں کہا جاتا ہے کہ جو شخص چھینے ہوئے یا ناپاک کپڑے پہن کر نماز پڑھے، بدن پر سے نجاست دور کرنا بھول گیا ہو یا نماز کے دوران بھول کر کسی سے بات کرلے یا روزے کے دوران بھول کر کچھ کھالے یا احرام کے دوران بھول کر کوئی ممنوع کام کرلے بشرطیکہ اس میں کسی جان دار کی ہلاکت شامل نہ ہو تو اس کی یہ غلطیاں معاف ہیں۔ ﴿4﴾ اسی طرح اگر ایک کام نہ کرنے کی قسم کھارکھی ہو پھر بھول کر وہ کام کرلے۔ اس طرح اگر غلطی سے کسی کی جان یا مال کا نقصان کر بیٹھے تو اس کو گناہ نہیں ہوگا۔ نقصان پورا کرنے کے لیے ادائیگی کرنے کا تعلق نقصان کرنے سے ہے (ارادہ یا بھول وغیرہ سے نہیں) اس طرح جن موقعوں پر (بسم اللہ) پڑھنا واجب ہے اگر وہاں (بسم اللہ) پڑھنا بھول جائے تو کام درست سمجھا جائے گا۔ (تفسیر سعدی: 336/1)

سوال 8: غلطی پر مومن کے لیے صحیح طریقہ کار کیا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ انسان سے بھول چوک، غلطیاں اور خطائیں ہوسکتی ہیں۔ جان بوجھ کر انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی نہ کرے تو معافی کی گنجائش ہے۔ ﴿2﴾ غلطی پر مومن کے لیے صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ اپنے رب سے فوراً معافی مانگ لے۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرنا معافی کی شرائط میں سے ہے۔

سوال 9: ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا﴾ ''اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے'' یہ دعا انسان کی زبان پر کب آتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے'' یہ دعا انسان کی زبان پر تب آتی ہے جب وہ ذمہ دار بن جاتا ہے۔ جب وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ امت مسلمہ پر تمام رسولوں کی رسالت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ جب وہ پچھلی قوموں کے حالات جان لیتا ہے کہ انہوں نے رسولوں کی نافرمانی کی اس کی پاداش میں ان پر کیا کیا بوجھ ڈال دیئے گئے تب وہ یہ دعا کرتا ہے کہ ''اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے۔'' ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ إِصْرًا عہد وعدہ کے معنی میں ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر) ﴿3﴾ ابن زید نے کہا ﴿إِصْرًا﴾ ایسا گناہ ہے جس کا نہ کفارہ ہے نہ توبہ۔ (المحرر الوجیز: 394/1) ﴿4﴾ ﴿كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا﴾ ''جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے'' مقاتل بن حیان نے کہا جیسے یہود ونصاریٰ پر بوجھ ڈالا تو وہ ہلاک ہوگئے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 580/2) ﴿5﴾ جیسے بنی اسرائیل پر واجب تھا کہ جب ان کے کپڑے پر نجاست لگ جائے تو وہ اسے قطع کر دیں گے۔ (تفسیر مراغی: 445/1) اس سے مشکل احکام مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ درخواست قبول فرمالی اور اس امت پر طہارت اور عبادت کے مسائل میں ایسی نرمی فرمادی جو کسی اور امت پر نہیں فرمائی تھی۔ (تفسیر سعدی: 336/1)

سوال 10: پہلی امتوں پر ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے کیا کیا بوجھ ڈالے گئے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل پر بعض قسم کی پاکیزہ غذائیں حرام کر دی گئیں۔ ﴿2﴾ جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ان پر سب ناخن والے جانور حرام کر دیے گئے۔ ﴿3﴾ گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کر دی گئی۔ ﴿4﴾ انہیں بچھڑا پوجنے کی سزا کے طور پر ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم ملا۔ ﴿5﴾ ان پر سبت کے دن شکار کو حرام کیا گیا۔ اسی لیے اہل ایمان کو دعا سکھائی گئی کہ ''اے ہمارے رب! ہم پر اس طرح کا بوجھ نہ ڈال جس طرح کا بوجھ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔''

سوال 11: اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر سے انسان کی غلامی کو کیسے ختم کرنے کی کوشش کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر سے انسان کی غلامی کو انبیاء کے ذریعے سے ختم کرنے کی کوشش کی ہے اور نبی ﷺ کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ وہ اہل ایمان اور پوری انسانیت سے وہ بوجھ اتار دیں جو انسانیت پر ڈالے گئے تھے۔ ﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ کا احسان یہ ہے کہ انہوں نے ساری غلامیوں سے چھڑا کر ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بندگی کے ذریعے پوری انسانیت کے لیے آزادی کا راستہ دکھانے کی کوشش کی ہے۔﴿4﴾انسان کو مذہبی پروہتوں، کاہنوں اور پیشواؤں کی غلامی سے آزاد کرنے کی کوشش کی ہے۔﴿5﴾انسان کو اوہام وخرافات سے آزاد کرنے کی کوشش کی ہے۔﴿6﴾انسان کو رسم ورواج کے بندھنوں سے آزاد کرنے کی کوشش کی ہے۔﴿7﴾انسان کو خواہشات اور مرغوبات کی غلامی سے آزاد کرنے کی کوشش کی ہے۔﴿8﴾ایسی غلامیاں جنہوں نے انسان کی کمر توڑ کر رکھ دی، جس کی وجہ سے انسان کا سر اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں دوسرے جباروں کے سامنے جھکتا تھا ان ساری غلامیوں سے آزاد کروانے کی کوشش کی ہے۔

سوال12:﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ﴾''اے ہمارے رب! اور تو ہم سے نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت ہی نہیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿وَلَا تُحَمِّلْنَا﴾ سے مراد سزائیں، آزمائشیں اور مشقت والے احکامات ہیں۔ابن عباس اور قتادہ نے کہا: طاقت سے مراد وسعت ہے۔(زادالمسیر:296/1)﴿2﴾اے ہمارے رب! ہمیں آسان احکامات دینا اور ہمیں ایسے احکامات نہ دینا جن کو بجالانا ہمارے بس میں نہ ہو۔(تفسیر مراغی:445/1)﴿3﴾''ے ہمارے رب! اور تو ہم سے نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت ہی نہیں''اس دعا سے ایمان والوں کے شعور کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کی غلامی سے آزاد ہوگئے ہیں۔مومن کو یہ خوف لاحق نظر آتا ہے کہ کہیں اپنی غلطیوں کی وجہ سے دوبارہ اس غلامی میں نہ چلے جائیں اور یہ پتہ چلتا ہے کہ اہل ایمان کے اندر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا ارادہ نکل گیا ہے۔﴿4﴾اس دعا سے مکمل سپردگی کا اظہار ہوتا ہے۔﴿5﴾اس دعا سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مومن اپنے آپ کو کمزور سمجھ کر مالک کو مہربان سمجھتا ہے۔﴿6﴾اس دعا سے مومن کے پختہ ارادے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اطاعت کرے گا لیکن احکامات ماننے میں غلطی نہ ہو یہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

سوال13:﴿وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا﴾''اور ہم سے درگزر فرما اور تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَاعْفُ عَنَّا﴾ سے مراد ہے کہ ہمارے گناہ مٹا دے۔(تفسیر بیضاوی:588/1)﴿2﴾راغب نے کہا''العفو''سے مراد ہے عقوبت کو ترک کر کے گناہ کا ازالہ کرنا۔(بحرالمحیط:766/2)﴿3﴾﴿وَاغْفِرْ لَنَا﴾ سے مراد ہے ہمارے عیوب ڈھانپ دے اور مؤاخذہ کر کے ہمیں رسوا نہ کرنا۔(تفسیر بیضاوی:588/1)﴿4﴾﴿وَارْحَمْنَا﴾ سے مراد ہے ہمارے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمائیں اور ہم پر فضل فرمائیں۔(تفسیر بیضاوی:588/1)﴿5﴾بزرگوں کا قول ہے کہ گناہ گار کو تین باتوں کی ضرورت ہے ایک تو اللہ تعالیٰ کی معافی تا کہ عذاب سے نجات پائے، دوسرے پردہ پوشی تا کہ رسوائی سے بچے، تیسرے عصمت کی تا کہ دوسری بار گناہ میں مبتلا نہ ہو، اس پر بھی جناب باری نے قبولیت کا اعلان کیا۔(تفسیر ابن کثیر:386/1)

سوال14:﴿أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾''تو ہی ہمارا مولیٰ ہے چنانچہ کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿ **اَنْتَ مَوْلٰىنَا** ﴾سے مراد ہے آپ ہمارے امور میں ہمارے مددگار ہیں، ہماری حفاظت کرنے والے، ہمارے ولی ہیں۔ (تفسیر خازن:221/1)﴿2﴾سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ احد کے موقع پر ابوسفیان نے کہا:''ہبل بلند رہے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کا جواب دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو، اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور بزرگ و برتر ہے۔ ابوسفیان نے کہا: ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:''اس کا جواب دو'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:''کیا جواب دیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و مددگار ہے اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔ (صحیح بخاری: 4043)﴿3﴾ایمان والے مولیٰ کا مضبوط سہارا تھام کر جاہلیت کی ہر علامت، ہر بت، ہر محبت اور ہر رغبت کو توڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کے سائے میں جاتے ہیں۔﴿ **اَنْتَ مَوْلٰىنَا** ﴾تو ہی ہمارا مولا ہے۔ ہماری زندگی، ہماری نمازیں، ہماری قربانیاں، ہماری موت سب آپ کے لیے ہے۔ یہ مومن کا اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ سے ایک مومن کی دعا ہے کہ اے اللہ تیرے دین کو پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس کا بول بالا کرنا چاہتے ہیں۔ اہل کفر کے ساتھ مقابلہ ہے۔ آپ ہی کے لیے جینا ہے آپ ہی کے لیے مرنا ہے آپ ہماری مدد فرمائیں۔﴿5﴾یعنی تو ہمارا رب، ہمارا بادشاہ اور ہمارا معبود ہے۔ جب سے تو نے ہمیں پیدا فرمایا تیری مدد اور توفیق ہمیں حاصل رہی ہے تیری نعمتیں ہر وقت مسلسل ہمیں مل رہی ہیں پھر تو نے ہم پر ایک عظیم احسان کیا کہ اسلام کی نعمت عطا فرما دی۔ باقی سب نعمتیں اس کے تابع ہیں۔ اس لیے اے ہمارے مالک اور ہمارے مولیٰ ہم تجھ سے اس نعمت کی تکمیل کا سوال کرتے ہیں کہ ان کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما جنہوں نے تیرے ساتھ کفر کیا، تیرے نبیوں کا انکار کیا، تیرا دین ماننے والوں سے مقابلہ کیا، تیرے احکامات کو پس پشت ڈالا۔ لہٰذا دلیل و براہان اور شمشیر وسناں کے ساتھ ہماری مدد فرما۔ ہمیں زمین میں شوکت عطا فرما، ان کو ذلیل کر دے۔ ہمیں ایسا ایمان اور ایسے اعمال نصیب فرما، جن کی برکت سے فتح حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:336,337/1)

اٰیاتُہا ۲۰۰ | ۳ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِیَّۃٌ ۸۹ | رکوعاتُہا ۲۰

سوال1: اس سورۃ کا نام آل عمران کیوں ہے؟

جواب: اس سورۃ میں ایک جگہ پر آل عمران کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی کو سورۃ کا نام قرار دیا گیا ہے۔

سوال2: سورۃ کی آیات اور رکوعات کی تعداد لکھیں نیز یہ بھی بتائیں کہ سورۃ مکی ہے یا مدنی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اس سورۃ کی 200 آیات ہیں اور یہ 20 رکوعات پر مشتمل مدنی سورت ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن قرآن مجید اور ان لوگوں کو جو اس پر عمل کرنے والے تھے، لایا جائے گا۔ ان کے آگے سورۃ البقرہ اور آل عمران ہوں گی۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کے لیے تین مثالیں ارشاد فرمائی ہیں جنہیں میں اب تک نہیں بھولا، وہ اس طرح سے ہیں جس طرح کے دو بادل ہوں یا دو سیاہ سائبان ہوں اور ان دونوں کے درمیان روشنی ہو یا صف بندھی ہو، پرندوں کی دو قطاریں ہوں، وہ اپنے پڑھنے والوں کے بارے میں جھگڑا کریں گی۔ (صحیح مسلم: 1876) ﴿2﴾ سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا اور دو روشن سورتوں کو پڑھا کرو: سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران کیونکہ یہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے کہ دو بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا دو اڑتے ہوئے پرندوں کی قطاریں ہوں اور اپنے پڑھنے والوں کے بارے میں جھگڑا کریں گے۔ سورۃ البقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا چھوڑنا باعث حسرت ہے اور جادوگر اس کو حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' (صحیح مسلم: 1874)

رکوع نمبر 9

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

﴿الٓمّٓ (1)﴾

''ا۔ل۔م'' (1)

سوال: ﴿الٓمّٓ﴾ ''ا۔ل۔م'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ حروف مقطعات ہیں یعنی کٹے ہوئے حروف۔ ان کی مراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔ ان پر ایمان لانا فرض ہے۔ ان کے معانی کی کھوج میں نہیں پڑنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حروف کی کوئی تفسیر بیان نہیں کی۔

﴿اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (2)﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے۔'' (2)

سوال 1: ﴿اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ اس جملے میں نفی اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہو اور اثبات اس بات کا ہے کہ ہر قسم کی الوہیت اور عبودیت کے حق دار صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ ﴿2﴾ اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی کسی قسم کی عبادت نہ کی جائے۔ اس کے سوا نہ کسی کے لیے قیام ہے، نہ رکوع، نہ سجدہ، نہ قربانی، نہ نذر و نیاز۔ ہر حالت میں صرف اسی سے دعا کی جائے، اس کے سوا کسی سے دعا نہ کی جائے، صرف اسی کے گھر بیت اللہ کا طواف کیا جائے، صرف اسی کی قسم کھائی جائے، صرف اسی کی غیر مشروط حاکمیت تسلیم کی جائے۔ اس کی عبادت میں کوئی اس کا ساجھی، شریک اور مدمقابل نہیں ہے۔ ﴿3﴾ اس سورت کی شروع کی اسی (80) سے زیادہ آیات عیسائیوں سے مباحثہ اور ان کے مذہب کی تردید اور انہیں سچے دین یعنی اسلام کو قبول کرنے کی دعوت پر مشتمل ہیں۔ جس طرح سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات یہود سے مناظرہ پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اپنی الوہیت کے اعلان سے شروع کی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ وہی ایسا معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ عبادت صرف اسی کی اور اسی کے لیے ہونی چاہیے۔ لہٰذا اس کے سوا جس معبود کی بھی پوجا کی جاتی ہے وہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سچا معبود ہے جو الوہیت کی تمام صفات سے موصوف ہے جن سب کا تعلق حیات اور قیومیت کی صفات سے ہے۔ (تفسیر سعدی:338,337/1)

سوال2: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔ (سنن نسائی:10599) ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب کبھی بھی بندہ کبائر سے اجتناب کرتے ہوئے اخلاص سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ (کلمہ توحید) عرش تک پہنچ جاتا ہے۔'' (ترمذی:3824) ﴿3﴾ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی۔'' (مسلم:47)

سوال3: اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿الْحَيُّ﴾ ''ہمیشہ زندہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿الْحَيُّ﴾ ''ہمیشہ زندہ ہے'' سے مراد ہے: ﴿1﴾ وہ ذات کہ جس کی زندگی ذاتی اور دائمی ہے یعنی انہیں کسی اور نے زندگی نہیں دی۔ دائمی زندگی سے مراد ہے کہ ان کی زندگی میں تسلسل اور دوام ہے۔ نہ پہلے اور نہ کبھی بعد میں، کبھی زوال نہیں ہے۔ ﴿2﴾ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں اسم مبارک ﴿الْحَيُّ﴾ تمام صفات کمال کو لازم کر دیتا ہے اور یہی اسم اعظم ہے۔ (مجموع الفتاویٰ:311/18) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کو عظیم ترین اور کامل ترین حیات کی صفات حاصل ہیں، جو ان تمام صفات کو مستلزم ہیں جن کے بغیر صفات حیات کی تکمیل نہیں ہوتی مثلاً سمع و بصر، قدرت، قوت، عظمت، بقا، دوام اور غلبہ۔ (تفسیر سعدی:338/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿ الْقَيُّوْمُ ﴾ ''ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿ الْقَيُّوْمُ ﴾ '' ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے'' سے مراد ہے: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کی تخلیق، رزق، دیکھ بھال اور حفاظت کرنے والے ہیں۔ ہر چیز کا وجود، بقا اور تدبیر اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ ﴿2﴾ القیوم کا مطلب ہے کہ وہ خود بخود قائم ہے لہٰذا تمام مخلوقات سے بے پرواہ ہے اور وہ سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس لیے تمام مخلوقات وجود میں آنے، تیار ہونے اور ترقی کرنے میں اس کی محتاج ہیں۔ وہی تمام مخلوقات کا مدبر اور ان میں تصرف کرنے والا ہے۔ جسموں، روحوں اور دلوں کے تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کی قیومیت اور رحمت کی بنا پر اس نے اپنے رسول محمد ﷺ پر وہ کتاب نازل کی جو سب سے عظیم کتاب ہے۔ (تفسیر سعدی: 338/1) ﴿3﴾ شیخ عبدالرحمٰن سعدی رضی اللہ عنہ نے لکھا: ''بلاشبہ سب صفات افعال ﴿ الْقَيُّوْمُ ﴾ میں داخل ہیں کیونکہ القیوم وہ ہیں جو خود بخود قائم ہیں اور اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہیں انہوں نے ساری موجودات کو قائم کیا، انہیں وجود میں لائے انہیں باقی رکھا اور انہیں اپنے وجود کی بقا کے لیے جو کچھ درکار ہے وہ مہیا فرمایا۔'' (تیسیر الکریم الرحمٰن: 202/1) ﴿4﴾ کائنات کی ہر چیز کا قیام صرف اللہ رب العزت کے ساتھ ہے۔ وہ کمزور کو برقرار رکھتا ہے تو اسے کوئی گرا نہیں سکتا اور طاقت ور کو ہٹا اور مٹا دے تو اسے کوئی سہارا نہیں دے سکتا۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی صفت القیوم میں کمزور اور ضعیف کے لیے حقیقی اطمینان ہے کہ جب معاملہ رب قیوم کے ساتھ ہے تو ساری کائنات مل کر بھی گرا نہیں سکتی۔ اس میں طاقت ور کے لیے تنبیہ ہے کہ سارا زور اور قوت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے، پھر وہ چاہے تو نشان بھی مٹ جائے۔ ﴿6﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے: اَعُوْذُ بِعِزَّتِکَ الَّذِیْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ. تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی معبود تیرے سوا نہیں، تیری ایسی ذات ہے جسے موت نہیں اور جن وانس فناہ ہو جائیں گے۔ (صحیح بخاری: 7383)

﴿ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (3) ﴾

''اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس نے تورات اور انجیل بھی نازل کی۔'' (3)

سوال 1: ﴿ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ﴾ ''اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے'' کتاب کو حق کے ساتھ نازل کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کتاب کو حق کے ساتھ نازل کرنے سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ اس کو اتارا۔ اس میں کوئی شک نہیں اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے علم کے ساتھ اتارا ہے، اس پر فرشتے گواہ ہیں۔ ﴿2﴾ قرآن مجید عظیم کتاب ہے، اس کی خبریں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احکامات حق پر مبنی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کوحق کے ساتھ اس لیے نازل کیا تا کہ بندے اس کتاب کا نفع مند علم حاصل کریں،اس پر عمل کریں اور اپنے رب کی عبادت کریں۔

سوال2: ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے'' یہ بتا کر اللہ تعالیٰ نے کس حقیقت سے روشناس کروایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے'' اللہ تعالیٰ نے یہاں اس حقیقت سے روشناس کروایا ہے کہ اگر قرآن مجید کسی انسان کی کوشش کا نتیجہ ہوتا یا کسی اور کی طرف سے نازل ہوتا تو ان آسمانی کتابوں میں ایک جیسے مضامین نہ ہوتے بلکہ یہ کتابیں ایک دوسرے سے ٹکراتیں۔ ﴿2﴾ قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔جس بارے میں یہ کتاب فیصلہ کردے وہی حق ہے اور مقبول ہے اور جس بارے میں قرآن مجید تردید کردے وہ ناقابل قبول ہے۔ ﴿3﴾ قرآن مجید ان تمام مسائل کے مطابق ہے جن پر تمام رسولوں کا اتفاق ہے۔اس سے اس کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے۔اہل کتاب جب تک قرآن (مجید) پر ایمان نہ رکھیں تب تک اپنی کتابوں کو سچا نہیں مان سکتے کیونکہ قرآن (مجید) کا انکار ان کتابوں پر ایمان کو کالعدم کر دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:338/1)

سوال3: ﴿وَأَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ﴾ ''اور اس نے تورات اور انجیل بھی نازل کی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اور اس نے تورات اور انجیل بھی نازل کی'' سے مراد یہ ہے کہ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اور عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کو نازل کیا۔قرآن مجید تورات اور انجیل میں بتائی گئی سچائیوں اور پیشن گوئیوں کا اعتراف کرتا ہے۔ ﴿2﴾ یعنی پہلی کتابیں قرآن مجید کی سچائی کو تسلیم کرتی ہیں کیونکہ ان میں قرآن مجید کی بشارت اور قرآن مجید میں ان کی صداقت ہے۔

﴿مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ (4)﴾

''اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے۔اور اسی نے حق اور باطل میں فرق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے،یقیناً جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیا،ان کے لیے زبردست عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب،بدلہ لینے والا ہے۔''(4)

سوال1: ﴿مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ﴾ ''اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور اسی نے حق اور باطل میں فرق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿مِن قَبْلُ﴾ اس سے پہلے یعنی قرآن مجید کو نازل کرنے سے پہلے۔ ﴿2﴾ ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ لوگوں کی ہدایت کے لیے یعنی قرآن مجید کو لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے راہ نما بنا کر نازل کیا جیسے تورات اور انجیل کو نازل کیا تھا۔ ﴿3﴾ اب جو کوئی قرآن مجید کی ہدایت کو قبول کرلے وہ ہدایت پا گیا اور جو انکار کردے وہ گمراہ ہو گیا۔ ﴿4﴾ تورات اور انجیل اپنے دور کے لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔قرآن مجید نازل ہونے کے بعداب صرف یہی کتاب ہدایت کا ذریعہ ہے۔

سوال2: ﴿ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ﴾ ''اوراسی نے حق اور باطل میں فرق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے'' قرآن حکیم کے فرقان ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید میں ایسے دلائل ہیں جن سے حق اور باطل کے درمیان فرق واضح ہوجاتا ہے۔ ﴿2﴾ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضرورت کے مطابق تفصیل بیان کی ہے جس سے احکامات واضح ہوجاتے ہیں۔ ﴿3﴾ قرآن حکیم ساری آسمانی کتابوں کی اصل ہدایات اور بدلی گئی باتوں کے درمیان فرق کرتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ اصل کیا ہے اور تبدیلی کیا ہے۔ ﴿4﴾ یہ قرآن مجید ہدایت اور گمراہی میں،حق اور باطل میں،صحیح اور غلط میں اپنی دلیلوں اور واضح بیانات سے فرق کردیتا ہے۔جو اس پر ایمان نہیں لاتا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں رہنے دیتا۔اس لیے قرآن حکیم فرقان ہے۔

سوال3: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیا،ان کے لیے زبردست عذاب ہے'' اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرنے والوں کے لیے کیا سزا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کا کفر کرنے والوں کو دھمکی دی ہے کہ جن لوگوں نے معزز رسولوں کی مخالفت کی اور اس کی آیات کو جھٹلایا وہ انہیں انتقام لیے بغیر نہیں چھوڑے گا،ان کے لیے زبردست عذاب ہے کیونکہ اس نے تمام شبہات کو دور فرمادیا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کا کفر کرنے والوں کو دھمکی دی ہے کہ قیامت کے دن ان کی سخت پکڑ ہوگی،اس کے قہر اور عذاب سے کوئی چھڑا نہیں سکے گا،جس کی شدت کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔

سوال4: ﴿ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ سب پر غالب،بدلہ لینے والا ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ عزیز ہے،سب پر غالب ہے۔اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔اس کے سامنے انسان مغلوب ہوجائیں گے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ذوانتقام ہے،انتقام لینے پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ بے پناہ قوتوں کا مالک ہے،اس کی پکڑ شدید ہے،وہ خوفناک انتقام بھی لے سکتا ہے۔جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ اس سے انتقام لے گا لہٰذا آیات کا انکار کرنے سے بچ جاؤ۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ (5) ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں رہتا نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں۔''(5)

سوال: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں رہتا نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں'' یہ کہہ کر کس حقیقت کا احساس دلایا جارہا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں رہتا نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں'' یہ کہہ کر اس حقیقت کا احساس دلایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ظاہر اور پوشیدہ تمام معلومات پر محیط ہے۔ ﴿1﴾ اس کائنات میں اس سے کوئی چیز پوشیدہ رکھی نہیں جاسکتی۔ ﴿2﴾ کسی نیت اور ارادہ کو بھی اللہ تعالیٰ سے چھپایا نہیں جاسکتا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ہی آسمان وزمین کے غیب کو جانتا ہے۔ ﴿4﴾ کوئی تدبیر اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ ﴿5﴾ اس لیے کوئی سزا سے بچ جائے اس کا امکان نہیں۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ غالب ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، اس سے کوئی چھپ نہیں سکتا، کوئی بچ نہیں سکتا، اس لیے اس کی آیات کا انکار کرنے سے باز آجاؤ۔

﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ(6)﴾

''وہی ہے جو رحموں میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنادیتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(6)

سوال1: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ﴾ ''وہی ہے جو رحموں میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنادیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہی ہے جو رحموں میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنادیتا ہے'' ماؤں کے پیٹوں کے بچوں کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ باریک بینی سے انہیں سنبھالتا ہے۔ مکمل وجود رکھنے والے اور ناقص بچوں کو بھی وہ پورے طریقے سے سنبھالتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ جو خود ماں کے پیٹ سے جنم لے وہ الٰہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے سلسلے کو خود قائم کیا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر کشی کی جیسے اس نے چاہی لہٰذا یہ عقیدہ باطل ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام رب ہیں یا اس کے بیٹے۔ ﴿4﴾ جو رب ماں کے پیٹ میں جیسی چاہتا ہے صورتیں بناتا ہے پھر وہ بچے کی چھوٹی بڑی ضرورتیں پوری کرتا ہے، یقیناً وہی راہ نمائی کرسکتا ہے۔

سوال2: ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب پر غالب کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب پر غالب کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس سے اس کا معبود ہونا ثابت اور متعین ہوتا ہے یعنی الوہیت اور عبودیت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اس کے ماسوا جس جس کو پوجا جاتا ہے ان کی الوہیت باطل ہے۔ ﴿2﴾ اس سے عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید ہوجاتی ہے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو معبود سمجھتے ہیں۔ ﴿3﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی کسی قسم کی عبادت نہ کی جائے، اس کے سوا نہ کسی کے لیے قیام ہے، نہ رکوع، نہ سجدہ، نہ قربانی، نہ نذر ونیاز۔ ہر حالت میں صرف اسی سے دعا کی جائے، اس کے سوا کسی سے دعا نہ کی جائے، صرف اسی کے گھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیت اللہ کا طواف کیا جائے،صرف اسی کی قسم کھائی جائے،صرف اسی کی غیر مشروط حاکمیت تسلیم کی جائے۔اس کی عبادت میں کوئی اس کا ساجھی شریک اور مدمقابل نہیں ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ حیات اور تصویر سازی پر پوری طرح غلبہ رکھتا ہے۔وہ ایسی غیر فانی عزت والا ہے جسے کوئی پا نہیں سکتا۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ ﴿الْحَكِيْمُ﴾''کمال حکمت والا ہے''اس کے تمام احکام حکمتوں پر مبنی ہیں۔اس کا تخلیقی عمل جو گہری ٹیکنالوجی پر مبنی ہے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں آتی،نہ کوئی دوسرا اس کام میں اس کا شریک ہوتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ(7)﴾

''وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری جس میں سے بعض محکم آیات ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں پھر جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے ان آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں،فتنہ کی تلاش کے لئے اور اس کی اصل مراد کی تلاش کے لئے،حالانکہ ان کی اصل مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم میں پختگی رکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے،سب ہی ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت نہیں قبول کرتے مگر جو عقل مند ہیں۔''(7)

سوال1:﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾''وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری جس میں سے بعض محکم آیات ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾''وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری''اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر کتاب نازل کی ہے۔

﴿2﴾﴿مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ﴾جس میں سے بعض محکم آیات ہیں۔قرآن مجید سب کا سب محکم(پختہ،مضبوط)ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے،پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔(ہود:1)لہٰذا یہ انتہائی مضبوطی،عدل اور احسان پر مشتمل ہیں۔﴿وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾اور کون اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرنے میں بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں؟(المائدہ:50)(الف)﴿مُّحْكَمٰتٌ﴾سے مراد وہ آیات ہیں جن کا مفہوم سمجھنے میں کسی کو مشکل پیش نہیں آتی۔ان کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے اور ہر شخص اسے سمجھ لیتا ہے،اس میں کائناتی نشانیاں شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ان میں احکامات،مسائل،تاریخی واقعات،عبرت اور نصیحت کی باتیں محکم ہیں۔(ب)جن میں اللہ تعالیٰ کی حجتیں،لوگوں کا بچاؤ اور حق و باطل کے نزاع کے فیصلے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:200/1)(ج)محکم کی سب سے بہتر تعریف یہ ہے کہ جس کا معنی واضح اور جس کی دلالت ظاہر ہو۔(تیسیر الرحمٰن:165/1)(د)ایسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیات میں دنیا کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے، ان آیات میں گمراہیوں کی تردید اور سیدھے راستے کی وضاحت کی گئی ہے، ان آیات میں دین کے بنیادی اصول بتائے گئے ہیں، دنیا کی زندگی کے احکامات ہیں مثلاً عبادات، اخلاق، فرائض اور امرونہی وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ﴾ ''وہی کتاب کی اصل ہیں'' ﴿أُمُّ﴾ ہر شے کی اصل کو کہتے ہیں۔ مقاتل بن حیان نے کہا: ﴿أُمُّ الْكِتٰبِ﴾ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اہل دین میں سے کوئی ایسا نہیں جو ان پر راضی نہ ہو۔ (ابن ابی حاتم:593/2) ﴿4﴾ ﴿وَأُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ ''اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں'' ﴿مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ سے مراد وہ آیات ہیں جن کے معنی سمجھنے میں بعض لوگ شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ جن کا مفہوم ذہن انسانی کی دسترس سے بالا ہوتا ہے۔ (تیسیر القرآن:246/1) جس کا معنی واضح نہ ہو یا جس کی دلالت ظاہر نہ ہو۔ (تیسیر الرحمٰن:165/1) مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات، اللہ تعالیٰ کی صفات، مثلاً ''رحمٰن عرش پر مستوی ہے'' کسی کو معلوم نہیں یا جنت دوزخ کے حالات، تقدیر کے مسائل اور ملائکہ وغیرہ کے بارے میں ذکر کیا گیا ہو۔ ﴿5﴾ قرآن مجید کی بہت زیادہ آیات محکم ہیں جو آسانی سے ہر شخص کی سمجھ میں آجاتی ہیں ان کی طرف ہر شخص کو رجوع کرنا چاہئے۔ قرآن مجید کی کچھ آیات متشابہ ہیں جو بعض لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ ایسی آیات کو ایسی صورت میں محکم آیات کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ اس طریقے سے آیات ایک دوسرے کی تائید کرتی ہوئی نظر آنے لگتی ہیں۔

سوال 2: ﴿مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ کس کے دل میں شک پیدا نہیں کرتیں؟

جواب: ﴿مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ اس شخص کے دل میں شک پیدا نہیں کرتیں جس کو یہ یقین آجاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے پھر اس کے اندر خلجان پیدا نہیں ہوتا اس لیے کہ: ﴿1﴾ ایسا شخص سیدھا سادا مفہوم لیتا ہے۔ ﴿2﴾ جہاں پیچیدگی پیدا ہوتی ہے وہاں کھوج لگانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے کلام پر ایمان لا کر اپنی توجہ دوسری طرف کر لیتا ہے۔

سوال 3: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ﴾ ''پھر جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے ان آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں فتنہ کی تلاش کے لئے اور اس کی اصل مراد کی تلاش کے لئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ﴾ ''پھر جن کے دلوں میں کجی ہے'' پھر جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے یعنی جو لوگ سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ جن کے دل ہدایت پر نہیں، جو گمراہ ہیں، جن کے ارادے ٹیڑھے ہیں۔ ﴿زَيْغٌ﴾ ''دل کی کجی'' سے مراد عقل کی کجی ہے یعنی وہ کسی معاملے کو نہ صحیح رخ سے دیکھے، نہ صحیح رائے قائم کر سکے اور اس طرح غلط فہمیوں میں پڑ جائے۔ دل کی کجی سے مراد شبہات، شہوات اور فتنوں کی وجہ سے حق سے ہٹ جانا ہے۔ (ایسر التفاسیر:157,158) ﴿2﴾ ﴿فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ﴾ ''وہ اس میں سے ان آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں'' یعنی دل اور عقل کی کجی والے محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور محکم آیات کو متشابہ کی روشنی میں سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ﴿مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ کے پیچھے وہ لوگ پڑتے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے۔ سیدنا ابن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شک کرنے والے ﴿ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾ کے پیچھے پڑتے ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم:595/2)﴿3﴾﴿ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ ﴾ ''فتنہ کی تلاش کے لئے''یعنی وہ لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرتے ہیں۔متشابہ میں چونکہ اشتباہ موجود ہوتا ہے اس لیے اس کے ذریعے دل اور عقل کی کجی والے فتنہ اٹھاتے ہیں۔''فتنہ کی تلاش کے لئے''لوگ ﴿ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾ کے پیچھے ایسے پڑتے ہیں جیسے عیسائی پڑے۔انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہی گئی بات ''عبداللہ''یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ اور ''نبی''یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو چھوڑ کر ''کلمۃ اللہ''اور ''روح اللہ'' کو لے کر اس کی ایسی تاویلیں کیں جس سے ان کے عقائد کی گمراہی کی تائید ہوتی ہے۔ ایسے ہی مسلمانوں میں سے بھی بدعات میں مبتلا ہونے والوں کا حال ہے۔﴿4﴾﴿ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ﴾ ''اور اس کی اصل مراد کی تلاش کے لئے''تاویل سے مراد کسی چیز کی اصل حقیقت ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آیات کی حقیقی مراد نہیں جانتا۔دل اور عقل کی کجی والے تاویل کی تلاش میں اس طرح رہتے ہیں کہ آیت کو اپنے خیال کے مطابق لے کر اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں یعنی قرآن کو اپنی رائے کے مطابق بنا دیتے ہیں۔

سوال4:﴿ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ ''حالانکہ ان کی اصل مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''حالانکہ ان کی اصل مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا''اس سے مراد یہ ہے کہ ﴿ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾ کی تاویل یعنی ان کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوال5:﴿ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾ کے بارے میں نبی ﷺ نے کیا راہ نمائی فرمائی ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:'' قرآن کریم میں شبہہ کر کے جھگڑنا کفر ہے۔''(سنن ابی داؤد:4603)﴿2﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک قوم ہوگی جو قرآن تو پڑھے گی لیکن اسے اس طرح پھینکے گی جیسے کوئی کھجور کی گٹھلیاں پھینکتا ہو اس کے غلط مطالب بیان کرے گی۔(تفسیر ابن کثیر:390/1)﴿3﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی (هو الذی انزل علیک الکتاب آخر آیت اولوا الباب تک) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جب تم لوگ ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہوں تو یاد رکھو کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، اس لیے ان سے بچتے رہو۔''(صحیح بخاری:4547، جامع ترمذی:2994)﴿4﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے آیت (فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ) ''وہ لوگ جن کے دلوں میں کج روی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں فتنہ تلاش کرتے ہوئے اور اس کی تاویل تلاش کرتے ہوئے''کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''جب تم انہیں دیکھو گی تو پہچان لو گی۔''یزید کہتے ہیں: آپ ﷺ نے یہ کلمات دو یا تین بار ارشاد فرمائے۔(جامع ترمذی:2993)

سوال6:﴿ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ﴾ ''اور علم میں پختگی رکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، سب ہی ہمارے رب کی طرف سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ﴾ ''اورعلم میں پختگی رکھنے والے لوگ'' سے مرادعلماء ہیں جومحکمات اورمتشابہات کوجانتے ہیں۔ ﴿2﴾ نافع بن یزید کہتے ہیں کہ راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جومتواضع ہوں، جوعاجزی کرنے والے ہوں، رب کی رضا سے راضی ہوں، اپنے سے بڑوں سے مرعوب نہ ہوں اوراپنے سے چھوٹے کوحقیر سمجھنے والے نہ ہوں۔ (تفسیرابن کثیر:392/1) ﴿3﴾ یعنی جولوگ مخلص ہوتے ہیں اوراس کے ساتھ علم وفہم بھی رکھتے ہیں وہ محکمات کواصل سمجھتے ہیں اورمتشابہات کے من عنداللہ ہونے پرایمان تو رکھتے ہیں لیکن ان کی تفصیلات سمجھنے اورمتعین کرنے کے درپے نہیں ہوتے۔ (تفسیرالحواشی:61/1) ﴿4﴾ ﴿یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ '' کہتے ہیں کہ ہم اس پرایمان لائے'' پختہ علم والے لوگ علم کی وجہ سے جان لیتے ہیں کہ انسانی عقل وفکراپنی موجودہ قوت اورموجودہ ذرائع سے متشابہات کے مفہوم کونہیں پاسکتیں، اس لیے وہ پورے اطمینان سے کہتے ہیں ہم ان پرایمان لائے۔ ﴿5﴾ ﴿كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾ '' سب ہی ہمارے رب کی طرف سے ہے'' پختہ علم والوں کوان کا ایمان آگے بڑھاتا ہے اوروہ کہتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اس لیے حق ہیں۔ ﴿6﴾ جن اشیاء کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات کی حقیقت وکیفیت، آخرت میں پیش آنے والے اوصاف کی حقیقت وغیرہ، ان کواللہ تعالیٰ کے سوا واقعی کوئی نہیں جانتا۔ اس کومعلوم کرنے کی کوشش کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ یہ ایسی چیز کی کوشش ہے جسے جاننا ممکن ہی نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ رحمان عرش پرمستوی ہے۔ (طٰہٰ:5) سائل نے کہا: ''کس طرح مستوی ہے؟'' امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: استواء (قائم ہونا) معلوم ہے (یعنی واضح لفظ ہے جس کی تشریح کی ضرورت نہیں) اس کی کیفیت نامعلوم ہے۔ اس پرایمان لانا واجب ہے۔ اوراس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے بارے میں یہی طرز عمل اختیار کرنا چاہئے کہ اگرکوئی شخص ان کی کیفیت دریافت کرے تو امام مالک رحمہ اللہ کی طرح کہہ دیا جائے کہ یہ صفت تو معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت نامعلوم ہے۔ تاہم اس پرایمان لانا واجب ہے اوراس کے بارے میں سوال کرنا (کہ یہ صفت کس طرح ہے) بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ صفات بتائی ہیں۔ ان کی کیفیت بیان نہیں فرمائی لہٰذا ہمیں اپنی حدتک آکررک جانا چاہئے۔ حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ گمراہ لوگ ان متشابہ امور کے بارے میں بے فائدہ بحث کرتے ہیں، اوراس چیز کے حصول کی کوشش کرتے ہیں جنہیں معلوم کرنے کا کوئی طریقہ موجود نہیں، کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پختہ کار اہل علم ان پرایمان لاتے ہیں، اوران کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اس طرح (فرمان الٰہی کو) تسلیم کرکے (تکلفات اورغلطیوں) سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔ (تفسیرسعدی:341/1)

سوال 7: علم میں پختگی کیسے آتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ علم میں پختگی اللہ تعالیٰ کی ذات پریقین سے آتی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے وعدوں اوروعیدوں پریقین سے آتی ہے۔ ﴿3﴾ تکبر میں مبتلا نہ ہونے سے آتی ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہونے سے آتی ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ سے ہدایت پر استقامت کی دعاؤں سے آتی ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ پرتوکل کرکے آتی ہے۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کے کلام اوراللہ تعالیٰ کے عہد پر پورا بھروسہ کرکے پختگی آتی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے۔﴿8﴾اللہ تعالیٰ کے فضل اوراس کی رحمت کے صحیح شعور سے پختگی پیدا ہوتی ہے۔﴿9﴾اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر پر پختہ یقین رکھنے سے علم میں پختگی آتی ہے۔﴿10﴾اللہ تعالیٰ کا خوف دل کے اندر موجزن ہونے سے پختگی آتی ہے۔﴿11﴾اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی غافل نہ رہنے سے پختگی آتی ہے۔﴿12﴾اپنے روز وشب میں فرائض کی ادائیگی کو نہ بھولنے سے علم میں پختگی آتی ہے۔

سوال8:﴿وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾''اور نصیحت نہیں قبول کرتے مگر جو عقل مند ہیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾''اور نصیحت نہیں قبول کرتے مگر جو عقل مند ہیں''اللہ تعالیٰ کی نصیحت اور اس کی طرف سے آنے والے علم کو قبول کرنے والے صرف وہ لوگ ہیں جو عقل میں کامل ہیں۔ان کی عقلوں تک نصیحت پہنچتی ہے تو انہیں اپنا فائدہ نظر آتا ہے اور وہ اس پر عمل کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے نقصان کی باتیں معلوم ہوتی ہیں تو وہ ان سے بچ جاتے ہیں۔دوسرے لوگوں کے پاس عقل ہی نہیں جن سے وہ فائدہ اٹھا سکیں۔﴿2﴾نبی ﷺ نے عقل وفہم کی درستگی کے لیے راہ نمائی فرمائی ہے۔سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:علم حاصل کرو اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے حاصل کرنا باعث خشیت ہے،اور اس کی جستجو عبادت ہے،اسے دہرانا تسبیح ہے،اس کی تحقیق جہاد ہے،اسے سکھانا صدقہ ہے،اسے مستحقین کے لیے عام کرنا باعث تقرب ہے کیونکہ یہ حلال وحرام کی نشاندہی کرتا ہے اور اہل جنت کے راستوں کا مینار ہے۔یہ بے زاری میں باعث الفت اور سفر کا ساتھی ہے،تنہائی میں باتیں سنانے والا اور تنگی اور آسانی میں راہ نما ہے،دشمنوں کے خلاف ہتھیار اور دوستوں کے لیے زینت ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے لیے کئی لوگوں کو رفعت بخشے گا اور انہیں ایسا بہترین قائد اور پیش رو بنائے گا کہ ان کے قدموں کے نشانات کی پیروی کی جائے گی،ان کی عادات کو اپنایا جائے گا اور ان کی رائے کو صحیح سمجھا جائے گا۔فرشتے ان سے دوستی کے خواہاں ہوں گے اور اپنے پروں سے ان کی گرد ہٹائیں گے۔ہر خشک وتر ان کی مغفرت کی دعا کرے گا یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور آبی جانور،جنگل کے درندے اور خشکی کے چوپائے بھی،کیونکہ علم دلوں کو جہالت (کی موت) سے (بچا کر) زندگی بخشتا ہے اور نگاہوں کو اندھیروں سے نکال کر روشن چراغ کا کام دیتا ہے۔علم کے ذریعے آدمی اچھے لوگوں کے مرتبے کو جا پہنچتا ہے اور دنیا وآخرت میں بلندیوں سے ہمکنار ہوتا ہے۔علمی سوچ بچار روزے کے برابر ہے۔اسے پڑھنا پڑھانا تہجد کے برابر ہے۔اسی کے ذریعے صلہ رحمی کا سبق ملتا ہے اور اسی کے ذریعے حلال وحرام کا امتیاز ہوتا ہے۔یہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کا مقتدی ہے۔یہ سعادت مندوں کو نصیب ہوتا ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔(جامع بیان العلم:268)

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ(8)﴾

''اے ہمارے رب! آپ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا،اس کے بعد کہ جب آپ نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمانا،بے شک آپ ہی بے حد عطا کرنے والے ہیں۔''(8)

سوال1:﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾''اے ہمارے رب! آپ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا،اس کے بعد کہ جب آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے ہمیں ہدایت دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾ ''اے ہمارے رب! آپ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا، اس کے بعد کہ جب آپ نے ہمیں ہدایت دی'' اے ہمارے رب ہمیں سیدھے راستے پر چلنے والا بنا، ہدایت پانے والا بنا اور ہدایت دینے والا بنا۔ ہمیں ان برے اعمال سے محفوظ رکھیں جن میں گم راہ لوگ مبتلا ہو چکے ہیں۔ ﴿2﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اکثر اوقات یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ ''یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ'' ''اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما دے'' میں نے عرض کیا: آپ ﷺ یہ دعا بہت زیادہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمام دل اللہ رحمان کی دو انگلیوں کی گرفت میں ہیں۔ جب وہ دلوں کو سیدھا کرنا چاہتا ہے سیدھا کر دیتا ہے اور جب وہ ٹیڑھا کرنا چاہے تو ٹیڑھا کر دیتا ہے۔ (ترمذی:2140) ﴿3﴾ سیدھے راستے پر آنے کے بعد بھی دل پھر جاتے ہیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا دل بھی پھر جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہر ایک کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے خواہ وہ اسے ہدایت پر قائم رکھے یا پھیر دے۔'' (ابن حاتم)

سوال 2: اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کے بعد دلوں کو ٹیڑھا کیسے کر دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب لوگ جہالت یا عناد کی وجہ سے حق سے روگردانی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دلوں کو ٹیڑھا کر دیتا ہے۔ ﴿2﴾ دل متشابہ آیات کی وجہ سے ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔ دل دنیا کی محبت اور غیر اللہ کی محبت کی وجہ سے ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔

سوال 3: ﴿وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً﴾ ''اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمانا'' اس دعا میں جس یقین کی جھلک ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس دعا میں یہ یقین جھلک رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہر بھلائی کا حصول ممکن ہے اور اس کی رحمت کی وجہ سے ہر برائی سے بچنا ممکن ہے۔

سوال 4: ﴿إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ''بے شک آپ ہی بے حد عطا کرنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی صفت ''الوہاب'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ''الوہاب'' ہے کثیر عطا کرنے والا ہے، موقع پر پہنچانے والا ہے۔ وہ اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق جیسے چاہے تقسیم کرتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، جس قدر چاہتا ہے ہدایت کے راستے پر ثبات عطا فرماتا ہے۔ ہدایت اس کی عطا ہے، ثبات اس کی عطا ہے۔ ﴿3﴾ پختہ علم والے اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک الوہاب کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں کہ تو کثیر عطا کرنے والا ہے۔ ہمیں ہدایت عطا فرما دے، تو ہی مواقع بہم پہنچانے والا ہے ہمیں نفع مند علم کے مواقع عطا فرما دے۔ تو اپنی حکمت کے تقاضوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطابق تقسیم کرتا ہے،تو ہمارے حق میں اعمال صالحہ اور اپنی رضا کو رکھ دے۔آمین۔

﴿ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ(9) ﴾

''اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ ہی لوگوں کو اس دن جمع کرنے والے ہیں جس میں کوئی شک نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔''(9)

سوال1: ﴿ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ ''اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ ہی لوگوں کو اس دن جمع کرنے والے ہیں جس میں کوئی شک نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ اے ہمارے رب! آپ لوگوں کو جزا کے دن جمع کرنے والے ہیں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کیونکہ آپ نے ہمیں اس کی خبر دی ہے اور آپ کی بات حق ہے اور اس میں جزا دینے کا وعدہ کیا ہے اور آپ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔(تفسیر مراغی:458/1) ﴿2﴾ ام ہانی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پہلے اور بعد میں آنے والوں کو قیامت کے دن ایک میدان میں جمع کرے گا۔(مسلم:327) ﴿3﴾ یہ ایمان عمل پر آمادہ کرتا ہے اور غلطیوں سے بچاتا ہے۔

سوال2: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس کے لیے ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا۔(تفسیر ابن ابی حاتم:602/2)

رکوع نمبر 10

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ(10) ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے اور وہی لوگ آگ کا ایندھن ہیں۔''(10)

سوال1: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا'' اللہ تعالیٰ نے کفر یعنی انکار حق کے پیچھے کام کرنے والی نفسیات پر ایسے ضرب لگائی ہے کہ آج جو چیزیں تمہیں اہم دکھائی دیتی ہیں،کل حشر کے دن وہ تمہارے کام نہیں آئیں گی۔آج کی چیزوں کی اہمیت اس وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک ہے جب تک معاملہ انسان اور انسان کے درمیان ہے۔کل جب معاملہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہو جائے گا، جب غیب کا پردہ پھٹ جائے گا تو یہ چیزیں اتنی بے وقعت ہو جائیں گی جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔﴿2﴾﴿لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا﴾''ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے''جو لوگ اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں ،کتابوں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں اپنے کفر کی وجہ سے سخت عذاب کے مستحق ہیں۔وہاں ان کے اعمال اور ان کی اولادیں کام نہیں آئیں گی۔اللہ تعالیٰ کا یہ قانون امتوں میں بھی جاری رہا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان اور اعمال صالح کی قدر ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ﴾اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قرب میں نزدیک کر دیں مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل کی بنا پر ان کی دوگنی جزا ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں پرامن ہوں گے۔(سبا:37)

سوال2:﴿وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ﴾''اور وہی لوگ آگ کا ایندھن ہیں''کون سی چیز انسان کو دوزخ کا ایندھن بناتی ہے؟

جواب:حق کا انکار کرنا اور کفر کرنا انسان کو دوزخ کا ایندھن بناتا ہے۔

﴿كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ(11)﴾

''جیسے فرعون کی قوم کا اور ان سے پہلوں کا حال ہوا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے باعث پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''(11)

سوال1:﴿كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ﴾''جیسے فرعون کی قوم کا حال ہوا اور ان سے پہلوں کا حال ہوا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے باعث پکڑ لیا''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ﴾''جیسے فرعون کی قوم کا حال ہوا''آل فرعون اور ان سے پہلے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو، اس کے طریق کار کو نہیں مانا۔انہوں نے رسولوں کی تعلیمات کو ماننے سے انکار کیا اور ان سے دشمنی رکھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے بدلے میں پکڑ لیا۔﴿2﴾﴿وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾''اور ان سے پہلوں کا''پہلوں سے مراد پہلی امتیں ہیں مثلاً قوم نوح، قوم ہود، قوم شعیب وغیرہ۔﴿3﴾﴿كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا﴾''جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا''آیات کو جھٹلانے سے مراد آیات کا انکار کرنا، ان کو غلط ثابت کرنا، ان کو اپنے لیے ضروری خیال نہ کرنا اور انہیں قابل عمل نہ سمجھنا ہے۔﴿4﴾﴿فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ﴾''تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے باعث پکڑ لیا''اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور آیات کو جھٹلانے کے سبب انہیں پکڑ لیا تھا۔

سوال2:﴿وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾''اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے''کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آل فرعون کے انجام سے اپنے ﴿شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ یعنی سخت عذاب والا ہونے کا شعور دلایا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔

﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (12)﴾

''آپ ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے کفر کیا عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ بہت ہی براٹھکانہ ہے۔'' (12)

سوال1: ﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''آپ ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے کفر کیا'' کافروں سے یہاں کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: یہاں کافروں سے مراد یہود مدینہ بنوقینقاع ہیں۔ (ایسر التفاسیر:159)

سوال2: ﴿سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ''عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ بہت ہی براٹھکانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿سَتُغْلَبُوْنَ﴾ ''عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے'' نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کافروں سے کہہ دیں۔ کافروں کی مغلوبیت کی پیشین گوئی جلد پوری ہوگئی۔ بنوقینقاع اور بنونضیر جلاوطن کئے گئے اور بنوقریظہ قتل کئے گئے پھر خیبر فتح کر کے تمام یہودیوں پر جزیہ عائد کر دیا گیا۔ (فتح القدیر) ﴿2﴾ ﴿وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ﴾ ''اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی موت کے بعد تم جہنم میں اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ بہت براٹھکانہ ہے۔ یہ تمہارے کفر، عناد اور حق کو پہچاننے کے بعد انکار کی بناء پر ہے۔ ﴿3﴾ ﴿وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ''اور وہ بہت ہی براٹھکانہ ہے'' اپنی موت کے بعد حق کو پہچاننے کے بعد انکار کی بناء پر تم جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ بہت ہی براٹھکانہ ہے۔ (ایسر التفاسیر:160) ﴿4﴾ اس آیت میں مومنوں کی مدد اور فتح کی جانب اشارہ ہے اور کافروں کے لیے تنبیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودی اور عیسائی کافروں کے خلاف مومنوں کی مدد فرمائی۔ وہ قیامت تک مدد فرماتا رہے گا۔ اس میں عبرت ہے اور قرآن کی ایسی نشانی ہے جو آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر دنیا میں مغلوب ہونے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن جمع کر کے جہنم کی طرف ہانک دیے جائیں گے جو براٹھکانہ ہے اور ان کے بداعمال کا برا بدلہ ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی وعید کہ کافر مغلوب کیے جائیں گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے'' یہ الفاظ انسان کو اس کی سرکشی کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ کفر حق کو چھپانا بھی ہے اور سرکشی کا رویہ بھی، مغلوبیت کے ساتھ جہنم کی طرف اکٹھے کیے جانے کے الفاظ سے انسان سرکشی کی وجوہات پر غور وفکر کر کے سرکشی چھوڑنے کے لیے اندر سے مجبور ہو جاتا ہے۔ ﴿3﴾ ''بہت ہی براٹھکانہ ہے'' کے الفاظ تو مہر ثبت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کر دیتے ہیں اور انسان اگر شعور سے کام لینے والا ہو تو کفر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔

﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (13) ﴾

''یقیناً تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے۔ ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا، وہ کھلی آنکھوں سے انہیں اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت پہنچاتا ہے۔ بلاشبہ اس میں یقیناً اہل بصیرت کے لیے بڑی عبرت ہے۔''(13)

سوال1: ﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ﴾ ''یقیناً تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے'' دو گروہوں سے کون سے گروہ مراد ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ ﴾ ''یقیناً تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشانی تھی'' یقیناً تمہارے لیے عظیم عبرت تھی۔ ﴿2﴾ ﴿ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ﴾ دو گروہوں میں جو ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے۔ یہ معاملہ غزوہ بدر میں ہوا تھا۔ ﴿3﴾ سیدنا مجاہد نے کہا: اس سے مراد محمد ﷺ اور ان کے اصحاب اور مشرکین قریش ہیں جو بدر کے دو گروہ ہیں۔

سوال2: ﴿ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ ﴾ ''ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ جن کی تعداد 313 تھی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے لڑ رہے تھے۔ ﴿2﴾ ﴿ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں'' سعید بن جبیر اللہ عزوجل کے قول ﴿ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں: اس سے مراد ہے اللہ عزوجل کی اطاعت میں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 605/2) ﴿3﴾ ﴿ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ ﴾ ''اور دوسرا گروہ کافر تھا'' اس سے مراد مشرکین قریش ہیں جن کی تعداد 1000 کے قریب تھی جو طاغوت کے راستے میں لڑ رہے تھے۔

سوال3: ﴿ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ﴾ ''وہ کھلی آنکھوں سے انہیں اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ کھلی آنکھوں سے انہیں اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے'' مومن اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ کافر تعداد میں ان سے بہت زیادہ ہیں۔ یہ اضافہ تین گنا سے زیادہ تھا۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ ﴾ اور جب تم مقابل ہوئے، وہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم دکھاتا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں بہت کم کرتا تھا۔ (الانفال: 44) یہ اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی مدد تھی کہ وہ ظاہری طور پر کھلی آنکھوں سے کفار کو دوگنا دیکھنے کے باوجود مشرکین کی تعداد کو کم محسوس کررہے تھے۔اس وجہ سے بھی مسلمان حوصلے میں تھے۔﴿3﴾ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر والے دن ہمیں مشرکین کی تعداد اس قدر کم معلوم ہوئی کہ میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر ہوں گے اس نے کہا نہیں نہیں سو ہوں گے جب ان میں سے ایک شخص پکڑا گیا تو اس سے مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ مشرکین ہم سے دوگنے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:395/1)

سوال4:﴿وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت پہنچاتا ہے''اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنی مدد سے کیسے قوت پہنچائی؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی مدد یہ تھی کہ کفار کو مومن اپنے سے دوگنا نظر آنے لگے۔اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے کیا تاکہ کفار پر رعب طاری ہو جائے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرشتوں کے ذریعے بھی کی۔﴿3﴾ جب دونوں فوجیں ٹکرا گئیں تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی نظر میں مومنوں کو دوگنا کرکے دکھایا تاکہ ان پر رعب طاری ہو جائے اور وہ بری طرح شکست کھائیں۔﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد کی تو انہوں نے کفار کو شکست دی،ان کے سرداروں کو قتل کیا اور بہت سے افراد کو قید کرلیا۔اس لیے کہ جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اور جو کفر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے چھوڑ دیتا ہے۔

سوال5:﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾''بلاشبہ اس میں یقیناً اہل بصیرت کے لیے بڑی عبرت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''بلاشبہ اس میں یقیناً اہل بصیرت کے لیے بڑی عبرت ہے''،یعنی جن کی بصیرت اور عقل کامل ہے جس کی وجہ سے وہ دیکھ رہے ہیں کہ جس جماعت کی مدد کی گئی ہے وہی اہل حق ہیں اور دوسرے باطل ہیں۔ورنہ محض ظاہری اسباب،سامان اور تعداد پر نظر رکھنے والا یہی فیصلہ کرسکتا ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کا اتنی بڑی جماعت پر فتح پانا بالکل محال اور ناممکن ہے۔ان اسباب کے پیچھے ایک عظیم تر سبب بھی ہے جسے بصیرت،ایمان اور توکل علی اللہ کی نظر ہی دیکھ سکتی ہے اور وہ سبب ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندوں کو تقویت بخشنا اور اپنے کافر دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کرنا۔(تفسیر منان:345/1)

سوال6: غزوۂ بدر سے کیا اسباق ملتے ہیں؟

جواب: غزوۂ بدر سے یہ سبق ملتا ہے کہ ﴿1﴾ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قوت سے غافل ہوتے ہیں اور اپنے اسلحے اور افرادی قوت پر پھولے نہیں سماتے انہیں اللہ تعالیٰ کیسے شکست دلواتے ہیں۔وہ دیکھ لیں کہ چند مفلس مہاجرین اور مدینے کے کاشتکاروں کی چھوٹی سی جماعت سے قریش کے مضبوط قبیلے کو جو عرب کا سرتاج تھا اللہ تعالیٰ نے کیسے شکست دلوائی۔﴿2﴾ غزوۂ بدر سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کی قوت اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔﴿3﴾ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اس جہان میں قوت والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔﴿4﴾ اس سے یہ سبق بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے فتح دے دے اور جسے چاہے شکست دے دے۔

سوال 7: غزوۂ بدر کے ذریعے مومنوں اور کافروں کا فرق کیسے واضح ہوا؟

جواب: دونوں میں اخلاقی اعتبار سے واضح فرق تھا۔ ﴿1﴾ کافروں کے لشکر میں شراب کے دور چل رہے تھے، ناچنے اور گانے والی لونڈیاں آئی ہوئی تھیں اور خوب دادعیش دی جارہی تھی۔ ﴿2﴾ مسلمانوں کے لشکر میں پرہیزگاری، خداخوفی اور انتہا درجے کا نظم وضبط ان کی نمازوں کے ذریعے پتہ چل رہا تھا۔ بات بات پر اپنی قوت کا نہیں اللہ تعالیٰ کا نام تھا اور اسی کے آگے دعائیں اور التجائیں تھیں۔ ﴿3﴾ کامل عقل والے مومنوں اور کافروں کا فرق بھی دیکھ رہے تھے اور یہ بھی کہ جن لوگوں کی مدد کی گئی ہے وہ حق پر ہیں اور دوسرے باطل پر ہیں۔ ظاہری معاملات کو دیکھنے والا یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ چھوٹی جماعت اتنی بڑی جماعت پر غالب نہیں آسکتی۔ اہل بصیرت ایمان اور توکل علی اللہ کی وجہ سے بصارت سے نظر نہ آنے والے اسباب کے پیچھے عظیم سبب دیکھتے ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے خلاف اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (14)﴾

''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنادی گئی، جو عورتیں اور بیٹے اور سونا چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان زدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے۔'' (14)

سوال 1: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ﴾ ''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنادی گئی'' اس سے کیا واضح کیا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اس نے لوگوں کے لیے دنیا کی مرغوب چیزوں کی محبت مزین کردی ہے۔ ان میں سے کچھ چیزوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ باقی چیزیں ان کے بعد آتی ہیں۔ اس آیت کے ذریعے خواہشات اور مرغوبات کے مزاج اور ان کی حقیقت کو سمجھا دیا گیا ہے۔ ﴿2﴾ خواہشات اور مرغوبات مستحب ہیں۔ ﴿3﴾ خواہشات اور مرغوبات مکروہ اور غلیظ نہیں ہیں۔ ﴿4﴾ انسان اپنی شہوتوں سے اندھی محبت کرتا ہے لیکن جب وہ حداعتدال سے بڑھ جاتی ہیں تو ان کا غلام جانوروں سے قریب ہوجاتا ہے۔ ﴿5﴾ یہ آیت خواہشات اور مرغوبات کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے قائم کرتی ہے۔ ﴿6﴾ مرغوبات میں دلوں کو مائل کرنے کی صفت پائی جاتی ہے۔ اس لیے دل ان کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کی دو قسمیں ہوجاتی ہیں ایک طرف وہ لوگ ہیں جو مادی اشیاء کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ ان کی فکر، ان کے خیالات، ان کے اعمال، ان ہی مرغوبات کے لیے ہوکر رہ گئے ہیں۔ وہ اپنا مقصد زندگی بھول گئے ہیں۔ دنیا سے ان کا تعلق جانوروں کا سا ہے۔ وہ مرغوبات سے لذت لیتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ انہوں نے انہیں کیسے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا عذاب کے مقام جہنم تک جانے کا سبب بن جاتی ہے، دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے مرغوبات کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصل مقصد سمجھ لیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہیں تاکہ یہ دیکھا جائے کہ کون اپنی خواہشات اور لذتوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دیتا ہے۔انہوں نے دنیا کو آخرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا۔وہ دنیا سے اس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے مددگار ثابت ہو۔ان کے جسم،ان لذتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے میں مددگار ہوں۔ان کے جسم تو ان کے ساتھ ہوتے ہیں مگر دل ان سے دور ہوتے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے۔﴿7﴾اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایک روحانی تعلق کے ذریعے سے انسان کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ مرغوبات کا استعمال بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔

سوال2:﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنانے میں کیا حکمتیں ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی محبت طبعی طور پر انسان کے دل میں ڈال دی ہے،جس میں بے شمار حکمتیں ہیں:﴿1﴾اگر انسان طبعی طور پر ان چیزوں کی طرف مائل اور ان سے محبت کرنے والا نہ ہوتا تو دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہوجاتا،دنیا کی بقا کا انحصار اس پر تھا کہ لوگوں میں فطری طور پر ان چیزوں کی محبت پیدا کردی جائے تاکہ وہ ان چیزوں کے مہیا کرنے اور باقی رکھنے کی فکر میں پڑ جائیں۔﴿2﴾اگر خواہشات کی محبت ورغبت انسان کے دل میں نہ ہوتو اس کو آخرت کی نعمتوں کا ذائقہ ہی معلوم نہیں ہوگا نہ ہی ان میں رغبت ہوگی پھر نیک اعمال کی کوشش کرکے جنت حاصل کرنے کی اس کو کیا ضرورت ہوگی؟اور برے اعمال چھوڑ کر دوزخ سے بچنے کی کیا فکر ہوگی؟﴿3﴾خواہشات کی محبت اور رغبت فطری طور پر انسان کے دل میں پیدا کرکے انسان کا امتحان لینا مقصود ہے کہ کون ان چیزوں کی محبت میں مبتلا ہوکر آخرت کو بھلا بیٹھتا ہے اور کون ان کی اصل حقیقت اور ان کے فانی ہونے کا یقین کرکے اپنی ضرورت کے مطابق ان کی فکر کرتا ہے اور ان کو آخرت کے کام میں لگاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے خواہشات کی محبت کو آزمائش کے لیے مرغوب بنادیا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا:﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾یقیناً ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اس کی زینت بنایا ہے تاکہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔(الکھف:7)

سوال3:﴿مِنَ النِّسَآءِ﴾''عورتیں''خواہشات کی محبت میں عورتوں کو پہلے درجے پر کیوں رکھا گیا؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے عورت میں مرد کے لیے رغبت رکھی ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے عورت کے پاس ہی سکون رکھ دیا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرسکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی،بلاشبہ اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔(الروم:21)﴿3﴾سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مجھے عورتیں اور خوشبو بہت پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''(نسائی:3391)﴿4﴾سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتنہ سے بڑھ کرنقصان دینے والا اورکوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔(صحیح بخاری:5096)﴿5﴾سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''دنیا سے بچ کر رہواورعورتوں سے بھی محتاط رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورت کی وجہ سے پیدا ہوا۔''(صحیح مسلم:6948)

سوال4:﴿وَالْبَنِيْنَ﴾''اور بیٹے''بیٹوں کی محبت کوانسان کے لیے کیوں خوش نما بنادیا گیا؟

جواب: بیٹوں کی محبت کوانسان کے لیے اس لیے خوش نما بنادیا گیا کہ بیٹوں کی محبت نسل کے تسلسل اور بقاء کے لیے ہوتی ہے۔﴿1﴾رب العزت نے فرمایا:﴿اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾جان لوتمہارے اموال اورتمہاری اولادواقعتاً آزمائش ہیں۔(الانفال:28)﴿2﴾﴿اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾یقیناً تمہاری بیویوں اورتمہاری اولادوں میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔چنانچہ ان سے ہوشیاررہو۔(التغابن:14)

سوال5:﴿وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ﴾''اورسونا چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے''سونا چاندی کی محبت کوانسان کے لیے خوش نما بنادیا گیا،اس کی وضاحت کریں؟

جواب: سونا چاندی سے انسان محبت کرتے ہیں اسی لیے انہیں خزانوں کی صورت میں جمع کرتے ہیں۔﴿1﴾سیدنا کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''دوبھوکے بھیڑیئے جن کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے وہ اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا دین کو مال اورعزت کی حرص برباد کرتی ہے۔''(جامع ترمذی:2376)﴿2﴾سیدنا کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا،آپ ﷺ نے فرمایا:''ہرامت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اورمیری امت کا فتنہ مال ہے۔''(جامع ترمذی:2336)﴿3﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال،حالانکہ اس کے مال میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہیں:جوکھایااورختم کرلیا،جو پہنااور پرانا کرلیااورجواس نے(اللہ تعالیٰ کے راستے میں)دیااور(یہ اس نے آخرت کے لیے جمع کرلیا)اس کے علاوہ توصرف جانے والااورلوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔''(صحیح مسلم:7422)﴿4﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''بوڑھے آدمی کا دل دوچیزوں کی محبت،لمبی زندگی اورمال کی کثرت پرجوان ہے۔''(جامع ترمذی:2338)

سوال6: انسان کی دلچسپیاں اورسرگرمیاں بیوی،بچوں اورمال وجائیداد کے گرد کیوں جمع ہوجاتی ہیں،وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾انسان کی دلچسپیاں اورسرگرمیاں بیوی بچوں اورمال وجائیداد کے گرداس لیے جمع ہوجاتی ہیں کہ انسان کے لیے ان چیزوں کو مزین کیا گیااورمحبوب بنادیا گیا ہے۔﴿2﴾یہ انسان کا فطری میلان ہے،اس کی شخصیت میں یہ رغبت موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال7:﴿ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ ﴾''اور نشان زدہ گھوڑے''ان کی محبت کوانسان کے لیےخوش نما بنادیا گیا،اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''نشان زدہ گھوڑے''،قیمتی اور قابل قدر چیز سمجھے جاتے تھے۔مسند احمد کی حدیث میں ہے انسان کا بہترین مال زیادہ نسل والا گھوڑا ہےاور زیادہ پھل دار درخت کھجور ہے۔(تفسیر ابن کثیر:397/1)﴿2﴾مسند احمد میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں۔رحمٰن کا گھوڑا، انسان کا گھوڑا اور شیطان کا گھوڑا۔رحمٰن کا گھوڑا وہ ہے جو فی سبیل اللہ باندھا جائے۔اس کا گوبر،پیشاب اور لید سب کا اجر ہے۔شیطان کا گھوڑا جس کے ذریعے ایک دوسرے پر فخر کیا جاتا ہے اور انسان کا گھوڑا جس پر لوگ سواری کرتے ہیں،جو اس کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

سوال8:﴿ وَالْأَنْعَامِ ﴾''اور مویشی''مویشی جانوروں کی محبت کوانسان کے لیےخوش نما بنادیا گیا،اس کی وضاحت کریں؟

جواب: مویشی جانوروں پر عرب کی معیشت کا انحصار تھا ان کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر فخر کیا کرتے تھے۔رب العزت نے اسی لیے بندوں پر اپنے انعام کا تذکرہ فرمایا ہے۔﴿ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾اور اس نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی حاصل کرنے کا سامان ہے اور بہت سے فوائد بھی اور ان ہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔اور ان میں تمہارے لیے جمال ہے جب شام کے وقت تم چرا کر لاتے ہو اور جب صبح کے وقت تم انہیں چرانے لے جاتے ہو۔اور وہ تمہارے بوجھ اس شہر تک اٹھا لے جاتے ہیں جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے۔یقیناً تمہارا رب بہت نرمی کرنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(النحل:5.7)

سوال9:﴿ وَالْحَرْثِ ﴾''اور کھیتی''کی محبت کوانسان کے لیے کیوں خوش نما بنادیا گیا؟

جواب: کھیتوں کے ساتھ انسانی اور حیوانی زندگی کی بقا کا تعلق ہے۔ان کی ضرورت تمام ضروریات سے بڑھ کر ہے۔انسانوں اور حیوانوں کی خوراک ان ہی کھیتوں سے حاصل ہوتی ہے۔اس لیے ان کی محبت کو دلوں کے اندر بسا دیا گیا۔

سوال10:﴿ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾''یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہیں''یہ کہہ کر کس چیز کی طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب:﴿1﴾ یہ مرغوبات دنیا کی زندگی کے لیے ضروری سامان ہے۔﴿2﴾ یہ مرغوبات ہمیشہ کی اعلیٰ زندگی کا سامان نہیں ہیں۔﴿3﴾ان مرغوبات سے زیادہ قیمتی،زیادہ بلند اور زیادہ پاکیزہ مقصد آخرت کی کامیابی ہے۔﴿4﴾سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''دنیا فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور اس کا بہترین فائدہ نیک بیوی ہے۔''(صحیح مسلم:3649)﴿5﴾سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سو کر بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک پہ نشان پڑے ہوئے تھے،ہم نے عرض کیا:اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!ہم آپ کے لیے بستر نہ بنا دیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میں تو دنیا میں ایک سوار کی طرح ہوں (جو دوران سفر)کسی درخت کے سایہ میں ٹھہرتا ہے اور آرام کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر(اپنی منزل کی طرف روانہ)ہو جاتا ہے۔''(جامع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترمذی:2377) ﴿6﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' دنیاملعون ہے اوراس کی ہرچیزملعون ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ذکراوروہ چیز جس کواللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اورعالم یاطالب علم'' (ملعون نہیں ہیں)۔(جامع ترمذی:2322)﴿7﴾ دنیاان کے لیے آخرت کے سفرکا زادراہ بن جاتی ہے جواللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں اوردنیا کے دھوکے سے بچتے ہیں۔﴿8﴾ اللہ تعالیٰ نے عقل والوں کومرغوبات کی محبت سے روکنے کے لیے دارالقراریعنی متقیوں کاانجام بیان کیا ہے۔

سوال11: دنیامیں انسان کی خواہشات کے ذریعے اس کاامتحان کیسے لیا جاتا ہے؟

جواب: دنیاامتحان کی جگہ ہے اوریہاں کی چیزوں میں انسان کے لیے کشش رکھی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ یہ دیکھناچاہتے ہیں کہ ﴿1﴾ کون ہے جوظاہرسے اوپراٹھ کرآخرت کی ان دیکھی چیزوں کواپنی توجہ کامرکز بناتا ہے؟﴿2﴾ اورکون ہے جوظاہری کشش سے متاثرہوکردنیا کی چیزوں میں کھوجاتا ہے؟

سوال12: دنیا کی چیزوں کی اہمیت کااحساس انسان کوآخرت سے کیسے غافل کردیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دنیامیں انسان اپنے اوراپنے بچوں کے مستقبل کی تعمیر میں اتنامشغول ہوجاتا ہے کہ اسے یادہی نہیں رہتا کہ دنیا سے آگے بھی کوئی مستقبل ہے جس کی تعمیر کی اسے فکرکرنی چاہئے۔﴿2﴾ دنیامیں انسان کواپنا گھرآبادکرنا اتنامحبوب ہوجاتا ہے کہ اسے یادہی نہیں رہتا کہ اس کے سوابھی کوئی گھر ہے جسے آبادکرنے کے لیے مجھے مصروف ہونا چاہئے۔﴿3﴾ دنیامیں دولت سمیٹنااورجائیدادیں بنانا انسان کواتنا قیمتی لگتا ہے کہ وہ سوچ ہی نہیں سکتا کہ اس کے سوابھی کوئی دولت ہے جس کوحاصل کرنے کے لیے اسے اپنے آپ کووقف کرنا چاہئے۔

سوال13: خواہشات کی محبت کے بارے میں اسلام نے کیاراہ نمائی کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایسی حدود کے اندررہ کرخواہشات پوری کی جائیں جن سے نفس کی تعمیر ہو۔﴿2﴾ خواہشات کی محبت کی وجہ سے زندگی کی نشوونماہو۔﴿3﴾ انسان خواہشات کی محبت سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہے۔﴿4﴾ خواہشات کی محبت میں بھی انسان کا مقصدآخرت کے گھر کاحصول ہو۔﴿5﴾ انسان خواہشات کی محبت میں غرق ہوکرنہ رہ جائے۔﴿6﴾ اسلام نے شہوت ولذت اور اخلاقی بلندی وپاکیزگی میں توازن پیدا کیا ہے اورحداعتدال میں اجازت دی ہے۔﴿7﴾ ان چیزوں کواللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت خیال کرتے ہوئے ذریعہ آخرت بنایاجائے اورشریعت کی حدودمیں رہ کران سے فائدہ اٹھایاجائے تویہ مذموم اورمبغوض نہیں بلکہ پسندیدہ ہیں۔اصل چیزنیت اورعمل ہیں۔

سوال14: ﴿وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ '' اوراللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھاٹھکانہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾'' اوراللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھاٹھکانہ ہے'' دنیااوراس میں جوکچھ ہے، پانی کی طرح ہے۔اس میں انسان کادل ایک کشتی کی طرح ہے۔پانی جب تک کشتی کے نیچے اوراردگردرہے توکشتی کے لئے مفیداوراس کے مقصدوجودکوپوراکرنے والا ہے۔اگرپانی کشتی کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اندر داخل ہو جائے تو یہی کشتی کے غرق ہونے اور تباہی کا سامان ہو جاتا ہے۔ دنیا کا مال ومتاع جب تک انسان کے دل پر غالب نہ ہو اس کے لئے دین ودنیا میں مدگار ہے اور جس وقت اس کے دل پر چھا جائے تو دل کی بربادی ہے۔ ﴿2﴾ دنیا میں جو کچھ ہے قلیل ہے، زائل ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے باقی رہنے والی نعمتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ﴿وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے'' یعنی لوٹ کر جانے کی بہترین جگہ ہے۔ اس لیے دنیا سے وہ طلب نہ کرو جو ﴿حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ ''اچھا ٹھکانہ'' کو حرام کر دے۔ یا اللہ ایسے حُسْنُ الْمَاٰبِ کو ہمارے لیے حرام نہ کر دینا۔ (ترمذی:2322)

﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ (15)﴾

''آپ کہہ دیں کیا میں تمہیں ان سب سے بہتر نہ بتاؤں؟ پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (15)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: مسند احمد میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ جب کہ تو نے اسے زینت دے دی تو اس کے بعد کیا؟ اس پر اس کے بعد والی آیت اتری کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہیں اس سے بہترین چیزیں بتاتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر:397/1)

سوال2: ﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''آپ کہہ دیں کیا میں تمہیں ان سب سے بہتر نہ بتاؤں؟ پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ﴾ جو ان تمام چیزوں سے عورتوں، بیٹوں، مال اور جائیداد وغیرہ سے زیادہ بہتر ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ ''پرہیزگاروں کے لیے'' جو اپنے رب سے ڈر گئے اور جنہوں نے شرک کو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کو چھوڑ دیا۔ ﴿3﴾ ﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' ان کے محلات اور درختوں کے نیچے سے نہریں بہیں گی۔ دودھ، شہد، شراب اور شفاف پانی کی نہریں۔ ﴿4﴾ ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی وہ اس میں رہیں گے تو اس کے بعد کبھی وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے متقیوں کا انجام بیان فرمایا ہے کہ ان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے لیے آخرت کی نعمتیں دنیا کی مرغوبات سے بہتر ہیں۔ وہاں کے باغات میں خوب صورت محلات، پھلوں سے لدے ہوئے درخت، ان کے نیچے سے بہتی نہریں، پاک بیویاں اور ہمیشہ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا جس سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز نہیں۔ ان دونوں جہانوں کا موازنہ کر کے انتخاب کر لیں۔

سوال 3: تقویٰ کو اللہ تعالیٰ نے تمام خواہشات کی محبت سے افضل کیوں قرار دیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنا اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کے روکے سے رک جانا تقویٰ ہے۔ ﴿2﴾ تقویٰ اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کا ڈر ہے جو روحانی اور مادی دنیا کی اصلاح کرتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ خواہشات میں غرق ہونے سے بچاتا ہے۔ ﴿4﴾ تقویٰ دنیا کی خواہشات کے مقابلے میں آخرت کی خواہشات کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھنے کی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے زیادہ محبوب ہو جاتی ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ دنیا اور آخرت کی خواہشات کے مقابلے میں سب سے بھاری، سب سے بڑی نعمت ہے۔

سوال 4: جو شخص ہمیشہ کی زندگی کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے اس کی زندگی کیسی ہوگی؟

جواب: ﴿1﴾ جو شخص ہمیشہ کی زندگی کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے دنیا کی رونقیں اس کی نظر میں حقیر ہو جائیں گی۔ ﴿2﴾ اس کا دل اس یقین سے بھر جائے گا کہ آخرت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ﴿3﴾ ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرے گا۔ ﴿4﴾ ایسا شخص آخرت کے لیے زیادہ حریص بن جائے گا۔ ﴿5﴾ ایسا شخص معاملات میں اپنی خواہشات کے پیچھے نہیں بھاگے گا۔ ﴿6﴾ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے عدل کو سامنے رکھ کر اپنا رویہ متعین کرے گا۔ ﴿7﴾ ایسے شخص کے قول اور عمل میں فرق نہیں ہوگا۔ ﴿8﴾ ایسے شخص کا مال اللہ تعالیٰ کے لیے وقف ہو جائے گا۔ ﴿9﴾ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنی بھی مشکلات آئیں ایسا شخص پوری استقامت کے ساتھ اس راستے پر قائم رہے گا۔ ﴿10﴾ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے پگھلے گا۔ ﴿11﴾ اس کی تنہائیاں رب کی محبت میں بسر ہوں گی۔ ﴿12﴾ اس کے پاس اس کے سوا کہنے کے لیے کچھ نہیں ہوگا کہ اے میرے اللہ! مجھے معاف کر دے۔

سوال 5: ﴿وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اور نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور نہایت پاک صاف بیویاں ہیں'' جو حیض، منی، بول اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی عیب اور نجاست سے پاک ہوں گی۔ ﴿2﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے'' اللہ عزوجل کی رضا ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے۔ (التوبہ:72) ﴿3﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے پوچھے گا کہ کیا تم لوگ خوش ہو گئے؟ تو اہل جنت کہیں گے: ہم کیوں نہ خوش ہوتے؟ تو نے تو ہمیں وہ کچھ دیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جوکسی کوبھی نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہیں اس سے بھی افضل چیز دیتا ہوں۔ میں تمہیں اپنی رضامندی دیتا ہوں ایسی رضامندی جس کے بعد تم پر کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (صحیح مسلم:7140)

سوال 6: ﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے اور ان کی اچھی بری صفات کی خبر رکھتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے کہ کون نعمتوں کو پا کر اطاعت کا رویہ اختیار کرتا ہے اور کون نافرمانی کرتا ہے؟ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ بصیر ہے اس لیے وہ اپنے بندوں کو ان کے حق کے مطابق اجر دے گا۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (16)﴾

''وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم ایمان لائے سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔'' (16)

سوال 1: ﴿اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا﴾ ''جو لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''جو لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم ایمان لائے'' ایمان دل میں راسخ یقین کو کہتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم دل میں راسخ یقین کے ساتھ اس پر ایمان لائے جو آپ نے اپنے رسولوں پر نازل کیا ہے۔ ﴿3﴾ ایمان عقل پر نگہبان اور بدنی اعمال پر غالب رہتا ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نہیں پھرتا الا یہ کہ نادانی یا بھول چوک ہو جائے۔ ﴿4﴾ ایمان کی وجہ سے توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ﴾ اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا صرف انہی کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلد ہی اس سے توبہ کرتے ہیں۔ (النساء:17) ﴿وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔ (طٰہٰ:82)

سوال 2: اس آیت میں متقیوں کی کن خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔؟

جواب: اس آیت میں جنت الفردوس کے وارث ہونے والے متقیوں کی صفت ایمان، خشیت اور ان کی دعا کا ذکر کیا گیا۔

سوال 3: ﴿فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے'' ایمان لانے کے بعد انسانوں کو گناہوں کی بخشش کی فکر کیوں لاحق ہو جاتی ہے؟

جواب: ''سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے'' ایمان لانے کے بعد ہی انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال صالحہ کی جزا اور گناہوں کی سزا ملے گی۔ اس لیے اسے گناہوں کی بخشش کی فکر لاحق ہو جاتی ہے تا کہ وہ آگ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عذاب سے بچ سکے۔

سوال4: ﴿اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم ایمان لائے سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے'' متقی اللہ تعالیٰ سے کیسے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا﴾ ''وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم ایمان لائے'' متقی سب سے پہلے اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں اور قبولیت کی گھڑیوں میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم آپ پر، آپ کی کتاب پر، آپ کے نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ایمان کی بنیاد پر مغفرت طلب کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا﴾ ''سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دیں'' متقی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارے ایمان کی بدولت ہمارے گناہ معاف فرمادیجئے۔ اپنی رحمت سے ہماری خطائیں معاف فرمادیجئے۔ ﴿3﴾ ﴿وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔ متقیوں کی دعا یہ ہوتی ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں گناہوں کے برے نتائج یعنی جہنم کی آگ سے بچالیجئے۔ ﴿4﴾ اس آیت سے رات کے آخری حصے میں استغفار کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: رات کے آخری حصے میں برکت اور بلندی والا معبود پہلے آسمان پر اتر کر اعلان فرماتا ہے کہ ہے کوئی سائل کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی استغفار کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں؟ (سنن ترمذی)

﴿اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (17)﴾

''وہ صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرماں برداری کرنے والے اور خرچ کرنے والے اور سحری کے اوقات میں بخشش مانگنے والے ہیں۔'' (17)

سوال1: ﴿اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾ ''وہ صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرماں برداری کرنے والے اور خرچ کرنے والے اور سحری کے اوقات میں بخشش مانگنے والے ہیں'' اس آیت میں تقویٰ والوں کی کن صفات کمال کا تذکرہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں متقیوں کی جن صفات کمال کا تذکرہ ہے وہ صبر، صداقت، قنوت، انفاق اور سحری کے وقت استغفار ہیں۔ ﴿2﴾ ﴿اَلصّٰبِرِيْنَ﴾ ''صبر کرنے والے'' جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں پر کاربند رکھتے ہیں، اس کی ناراضگی کے کاموں یعنی گناہوں سے بچنے کے لیے استقامت اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق پیش آنے والے مصائب اور مشکلات پر صبر کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ ﴿وَالصّٰدِقِيْنَ﴾ جو اپنے ایمان، اقوال اور حالات میں سچے ہیں۔ ﴿4﴾ ﴿وَالْقٰنِتِيْنَ﴾ ''اور فرماں برداری کرنے والے'' قتادہ اور ربیع بن انس نے کہا: ''جو دل کی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔'' (ابن ابی حاتم) ﴿5﴾ ﴿وَالْمُنْفِقِيْنَ﴾ ''اور خرچ کرنے والے'' جو اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔ ضرورت مندوں کو بھی دیتے ہیں اور دین کی حفاظت کے کاموں میں بھی خرچ کرتے ہیں۔﴿6﴾ ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾ ''اور سحری کے اوقات میں بخشش مانگنے والے ہیں'' اس سے مراد رات کے آخری حصے میں تہجد ادا کرنا اور کثرت سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا ہے۔

سوال2: صبر انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: صبر سے انسان کے اندر تین بنیادی خصوصیات پیدا ہوتی ہیں: ﴿1﴾ ثابت قدمی۔ ﴿2﴾ مشکلات میں بھی اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہنا۔ ﴿3﴾ انسان کا اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جانا کہ یہ میرے بارے میں میرے رب کا فیصلہ ہے۔

سوال3: صدق (سچائی) سے انسان کی زندگی میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: صدق انسان کو نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت تک لے جاتی ہے۔

سوال4: قنوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: (i) اطاعت پر ہمیشگی اختیار کرنا۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے لیے خشوع وخضوع کے ساتھ دل کو جھکائے رکھنا۔ (iii) قنوت عبادت کی روح اور خلاصہ ہے۔ (iv) قنوت کے بغیر عبادت بے روح اور بے ثمر درخت ہے۔

سوال5: انفاق سے کیا مراد ہے؟

جواب: انفاق سے مراد اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا ہے خواہ وہ واجب نفقہ ہو یا مستحب۔ انفاق نیکی کے تمام کاموں میں ہوتا ہے جس پر شارع نے رغبت دلائی ہو۔

سوال6: انفاق فی سبیل اللہ کا فائدہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انفاق فی سبیل اللہ سے انسان کو بخل سے نجات ملتی ہے۔ ﴿2﴾ انفاق سے مومن عملاً انسانی اخوت کو ذاتی خواہشات اور لذّات پر ترجیح دیتا ہے۔ ﴿3﴾ انفاق کی وجہ سے مومن دولت کے ہاتھوں رسوا نہیں ہوتا۔ ﴿4﴾ انفاق سے مومن social security کا ایسا ماحول پیدا کرتا ہے جو سب انسانوں کے لیے خوش گوار ہوتا ہے۔ ﴿5﴾ انفاق فی سبیل اللہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوتی ہے۔

سوال7: رات کے پچھلے پہر میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کون کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جس کے لیے آخرت کی کامیابی سب سے بڑا کام بن جائے۔ ﴿2﴾ جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول سب سے بڑا مشن بن جائے۔ ﴿3﴾ جو اپنے آپ کو معمولی اور گناہ گار سمجھتا ہے اس لیے رب سے مغفرت کی درخواست کرتا ہے اور ایسا وقت منتخب کرتا ہے جب دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ﴿4﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اول رات، درمیانی اور آخری رات میں وتر پڑھے ہیں سب سے آخری وقت رسول اللہ ﷺ کے وتر پڑھنے کا سحری تک تھا۔ ﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو تہجد پڑھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہتے اوراپنے غلام سیدنا نافع سے پوچھتے کیا سحر ہوگئی ؟ جب وہ کہتے :ہاں تو آپ رضی اللہ عنہ صبح صادق کے نکلنے تک دعاو استغفار میں مشغول رہتے ۔﴿6﴾سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:سحری کے وقت میں نے سنا کہ کوئی شخص مسجد کے کسی گوشہ میں کہہ رہاہے،اے اللہ تو نے مجھے حکم کیا میں بجالایا،یہ سحر کاوقت ہے مجھے بخشش دے، میں نے دیکھا تو وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے ۔﴿7﴾سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں حکم کیا جاتا تھا کہ ہم جب تہجد کی نماز پڑھیں،تو سحری کے آخری وقت ستر مرتبہ استغفار کریں،اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کریں۔(تفسیر ابن کثیر:398/1)

سوال8:رات کی آخری گھڑیوں میں استغفار کرنا انسان کے لیے کیسے بہت مفید ہوجا تا ہے؟

جواب:رات کی آخری گھڑیوں میں استغفار کرنا انسان کے لیے اس اعتبار سے بہت مفید ہوجا تا ہے کہ ﴿1﴾یہ وقت پرسکون ہوتا ہے۔ ﴿2﴾اچھے خیالات کاانسان کے دل وذہن پر القاء ہوتا ہے۔﴿3﴾اس میں انسانی نفس کے تصورات جاگ جاتے ہیں۔﴿4﴾ایسے وقت میں انسان کی روح اور کائنات کی روح رب کائنات کے سامنے ایک ہوجاتی ہے۔﴿5﴾ایسے وقت میں استغفار انتہائی عمدہ روحانی اثرات پیدا کرتی ہے۔

﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (18) ﴾

’’اللہ تعالیٰ نے اورفرشتوں نے اوراہل علم نے گواہی دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے،اس کے سوا کوئی معبود نہیں،سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے۔‘‘(18)

سوال1:﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ﴾’’اللہ تعالیٰ نے اورفرشتوں نے اوراہل علم نے گواہی دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے‘‘اللہ تعالیٰ نے اپنے معبود برحق ہونے کی شہادت کیسے دی ہے؟

جواب:﴿1﴾اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا پختہ ترین ثبوت پیش کیا ہے وہ ہے اللہ عزوجل کی اپنی گواہی اوراس کی مخلوق میں سے معزز ترین افراد یعنی فرشتوں اورعلماء کی گواہی۔(تفسیر سعدی:348/1)﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا اور جو کچھ وحی کے ذریعے سے بیان کیا اس کے ذریعے اس نے اپنی وحدانیت کی شہادت دی ہے۔(فتح القدیر)﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی شہادت یہ ہے کہ اس نے توحید پر قطعی دلائل قائم فرمائے ہیں۔اس عظیم اصول پر آفاق وانفس کے دلائل قائم ہیں۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کا جو بندہ بھی توحید کا علم لے کر اٹھا ہے اس نے ہمیشہ توحید کا انکار کرنے والوں اور مشرکوں کے خلاف اس کی مدد کی ہے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کے بندوں کو جو بھی نعمت حاصل ہے وہ اسی کی طرف سے ہے ۔اس کے سوا کوئی مشکلات کو دور نہیں کرسکتا۔﴿6﴾مخلوق کے تمام افراد عاجز ہیں جو نہ اپنے آپ کو نفع پہنچاسکتے ہیں نہ نقصان سے بچاسکتے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور نہ کسی اور کے نفع ونقصان پر اختیار رکھتے ہیں۔﴿7﴾ یہ زبردست دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا واجب ہے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا باطل ہے۔(تفسیر سعدی:348/1)﴿8﴾﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ﴾ ''اور فرشتوں اور اہل علم نے'' فرشتے اور اہل علم بھی توحید کی گواہی دیتے ہیں۔فرشتوں کی گواہی کا علم ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے بتانے سے ہوا ہے۔﴿9﴾﴿وَاُولُوا الْعِلْمِ﴾ اور اہل علم سے مراد وہ لوگ ہیں جو کتاب اور سنت کا علم رکھتے ہیں۔(فتح القدیر)﴿10﴾ اہل علم کی گواہی اس لیے معتبر ہے کہ تمام دینی معاملات میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔خاص طور پر توحید کے معاملے میں۔﴿11﴾ علماء کا توحید پر اتفاق ہے۔ انہوں نے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی ہے اور توحید تک پہنچنے کے راستے بتائے ہیں۔(تفسیر سعدی:349/1)﴿12﴾ اہل علم اپنے علم کی وجہ سے باقی ساری کائنات کے مقابلے میں اہم حیثیت رکھتے ہیں۔﴿13﴾ عقیدہ توحید پر اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے جو ساری حقیقتوں کا براہ راست علم رکھتا ہے۔معتبر فرشتوں کی گواہی ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں چلتا۔مخلوقات میں سے جن کے پاس علم ہے ان کی گواہی ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ اس پوری کائنات کی تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے۔﴿14﴾ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو منتخب کر کے اس عظیم معاملے میں شہادت دینے کے لیے مقرر کیا۔﴿15﴾﴿قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ﴾ ''اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے افعال اور بندوں کے معاملات کے فیصلے کرنے میں ازل سے انصاف کے ساتھ متصف ہے۔امر ونہی میں بھی اس کا راستہ صراط مستقیم ہے،خلق وتقدیر میں بھی۔(تفسیر سعدی:349/1)﴿16﴾ اللہ تعالیٰ،اس کے معزز فرشتوں،اہل علم،اور انبیاء کی گواہیوں کی وجہ سے مخلوق پر واجب ہے کہ وہ اتنی عظیم گواہیوں والے حکم کو تسلیم کریں اور اس پر عمل کریں۔﴿17﴾ توحید پر عظیم گواہیوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ شرف والا کام توحید کا علم حاصل کرنا ہے۔

سوال2: امت مسلمہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے شہادت کے مقام پر فائز کیا ہے،قرآن حکیم سے مثال دیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔(البقرہ:143)

سوال3: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں،سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس کے سوا کوئی رب نہیں،اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔﴿2﴾﴿هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''وہ سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے'' وہ اپنے ملک اور اپنی خلق میں غلبہ رکھنے والا العزیز ہے اور اپنے تصرف میں الحکیم ہے،وہ کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر نہیں رکھتا۔مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ عرفات میں رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی تو اس کے بعد فرمایا:﴿وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ يَا رَبِّ﴾ یعنی اے پروردگار!اور میں بھی اس پر شاہد ہوں۔(ابن کثیر)

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (19) ﴾

''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے،اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا۔مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔''(19)

سوال1: ﴿ إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ﴾ ''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے'' دین کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دین سے مراد ایسا نظام زندگی یا ضابطہ حیات ہے جسے انسان اس دنیا کے لیے یا دنیا و آخرت دونوں کے لیے بہتر سمجھ کر اختیار کرتا ہے۔(تیسیر القرآن:252/1) ﴿2﴾ اسلام کا مطلب سر تسلیم خم کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اطاعت پر جس کی دعوت اس کے رسولوں نے دی،جس کی ترغیب اس کی کتابوں نے دی۔اس کے سوا کوئی دین قبول نہیں۔﴿3﴾ اسلام میں یہ بھی شامل ہے کہ محبت،خوف، امید،انابت اور دعا خالصتاً اس کے لیے ہو اور اس مقصد کے لیے اس کے رسول ﷺ کی پیروی کی جائے۔یہی تمام رسولوں کا دین ہے جو ان کی پیروی کرے گا وہ ان کے راستے پر ہوگا۔(تفسیر منان:351) ﴿4﴾ ہر نبی کے زمانے میں ان کا لایا ہوا دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول تھا۔سب سے آخر میں نبی ﷺ کا لایا ہوا دین اسلام کہلایا جو قیامت تک باقی رہے گا۔﴿5﴾ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ﴾ اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔(آل عمران:85) ﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی اور نصرانی جو میری بات سنے،(شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ٹھکانہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔''(صحیح مسلم:386) ﴿7﴾ اہل کتاب اور مشرکین عرب کو آپ ﷺ نے دعوت دی۔ آپ ﷺ نے اس آیت کے مطابق عرب وعجم کے تمام ملوک وامرا کو دعوتی خطوط لکھے۔

سوال2: ﴿ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ﴾ ''اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا آپس میں ضد کی وجہ سے'' اہل کتاب نے علم آجانے کے بعد کیوں اختلاف کیا؟

جواب: ﴿1﴾ اہل کتاب کو ان کی کتابیں متحد ہو کر دین پر عمل کرنے کا حکم دیتی تھیں۔لیکن انہوں نے علم آجانے کے بعد ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے باہم اختلاف کیا۔﴿2﴾ لوگوں کے باہمی اختلاف سے مراد ایک ہی دین کے ماننے والوں کے درمیان اختلاف ہے مثلاً یہودیوں کے اختلافات،عیسائیوں کی فرقہ بندیاں۔﴿3﴾ اختلافات کی بنیاد دلائل نہیں بلکہ حسد اور بغض تھا۔﴿4﴾ ﴿ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ﴾ ''آپس میں ضد کی وجہ سے'' اس سے مراد ظلم اور حسد ہے۔﴿5﴾ اختلاف کی وجہ ضد ہے اور حسد اور تکبر کی نفسیات اسلام کی سچائی کا اعتراف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرنے دیتی۔﴿6﴾اختلاف کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حق واضح نہیں۔حق واضح ہوتا ہے لیکن اس کا اعتراف نہیں کرتے۔

سوال3:﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾''اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہاں آیات سے مراد وہ آیات ہیں جو اسلام کے سچے دین ہونے پر گواہ ہیں۔﴿2﴾مسند احمد میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا جو نبی ﷺ کے لئے وضو کا پانی رکھا کرتا تھا اور جوتیاں لا کر رکھ دیتا تھا وہ بیمار پڑ گیا۔نبی ﷺ اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔اس وقت اس کا باپ بھی اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا:اے فلاں لا الہ الا اللہ کہہ۔اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور باپ کو خاموش دیکھ کو خود بھی چپ ہو گیا،آپ ﷺ نے دوبارہ یہی فرمایا۔اس نے پھر اپنے باپ کی طرف دیکھا تو باپ نے کہا:ابوالقاسم ﷺ کی مان لے تو اس بچے نے کہا:اشهد ان لا اله الا الله و انک رسول الله ۔نبی ﷺ وہاں سے یہ فرماتے ہوئے اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میری وجہ سے اسے جہنم سے بچا لیا۔(تفسیر ابن کثیر:400,401/1)﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے سریع الحساب ہونے کا علم اس لئے دلایا ہے کہ لوگ باہمی اختلافات چھوڑ دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا حساب دینا ہے۔

﴿فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ(20)﴾

''پھر وہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دو کہ میں نے اور جنہوں نے میری پیروی کی اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا اور آپ ان لوگوں سے جو کتاب دیے گئے اور ان پڑھوں سے کہہ دیں:''کیا تم تابع ہو گئے''؟ پھر اگر وہ تابع ہو جائیں تو یقیناً ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔''(20)

سوال1:﴿فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ﴾''پھر وہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دو کہ میں نے اور جنہوں نے میری پیروی کی اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا''اس بات سے کیا توجہ دلائی جا رہی ہے؟

جواب:﴿1﴾﴿فَاِنْ حَآجُّوْكَ﴾''پھر وہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا کریں''یعنی باطل دلیلوں سے آپ کے ساتھ جھگڑیں۔﴿2﴾**﴿فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ﴾**''تو آپ کہہ دو کہ میں نے اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا''اس سے مراد ہے کہ میں نے اپنے تمام قلبی اور بدنی اعمال اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے خالص کر لیے ہیں۔جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:﴿اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، یک سو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔(الانعام:79)﴿3﴾**﴿وَمَنِ اتَّبَعَنِ﴾**اور جنہوں نے میری پیروی کی ہے یعنی جنہوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے تمام اعمال کواللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرلیا۔﴿4﴾میں نے اور میرے پیروکاروں نے اپنے مالک کے سامنے سر جھکا دیے ہیں اور ہم نے اسلام کے سوا سارے مذاہب کو چھوڑ دیا۔

سوال2:﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ ''اور آپ ان لوگوں سے جو کتاب دیے گئے اور ان پڑھوں سے کہہ دیں:'' کیا تم تابع ہو گئے''؟ پھر اگر وہ تابع ہو جائیں تو یقیناً ہدایت پا گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اہل کتاب اور امیوں سے کہہ دو۔﴿2﴾**﴿اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾** سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔﴿3﴾امیوں سے مراد مشرکین عرب ہیں کیونکہ ان میں پڑھے لکھے لوگ قلیل تھے۔﴿4﴾ **﴿ءَاَسْلَمْتُمْ﴾** ''کیا تم تابع ہو گئے؟'' کیا تم اسلام لے آئے یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کو مان لیا ہے؟﴿5﴾**﴿فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾** ''پھر اگر وہ تابع ہو جائیں تو یقیناً ہدایت پا گئے'' اگر وہ آپ کی دعوت قبول کرلیں تو وہ ہدایت کے راستے پر آ جائیں گے۔ ﴿6﴾جس طرح تم ہدایت کے راستے پر ہو ایسے ہی وہ بھی تمہارے بھائی بن جائیں گے، ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو تمہیں حاصل ہیں اور ان کے وہی فرائض ہوں گے جو تمہارے ہیں۔﴿7﴾انسان کو ہدایت اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے، اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے سے ملتی ہے۔اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے سے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنے سے انسان کو ہدایت ملتی ہے۔

سوال3:﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ﴾ ''اور اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اگر انہوں نے حق سے منہ موڑ لیا اور اس کو پہچاننے کے بعد اس سے اعراض کیا تو ان کا معاملہ آپ کو نقصان نہیں دے گا جب کہ آپ نے انہیں حق پہنچا دیا۔﴿2﴾اگر کوئی ہدایت کے راستے پر آنے سے منہ پھیر لے تو دعوت دینے والا یقین رکھے کہ اس کا کام محض پہنچا دینا ہے۔﴿3﴾ہر ایک نے حساب اپنے رب کو دینا ہے۔

سوال4:﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال دیکھنے والا ہے اور ان کی نیتوں کو جاننے والا ہے۔

رکوع نمبر11

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (21)﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں تو آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔''(21)

سوال1: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں کفر کرنے والوں سے مراد یہودی ہیں جو بڑے بڑے جرائم کے مرتکب ہوئے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا جو حق کا ثبوت پیش کرتی ہیں اور حق کا انکار کرنے والا ہی کفر میں مبتلا ہوتا ہے۔﴿2﴾ ﴿ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ﴾ ''اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں'' جو اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کرتے تھے جن کا حق اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا ہے۔انبیاء پر ایمان لانا،ان کی عزت کرنا،ان کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے۔﴿3﴾ ﴿ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ﴾ ''اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں'' وہ ان لوگوں کو بھی قتل کرتے تھے جو انصاف کا حکم دیتے تھے یعنی جو احسان اور خیر خواہی سے اچھی بات بتاتے اور بری بات سے روکتے انہیں وہ شہید کر دیتے۔اپنے ان جرائم کی وجہ سے وہ دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔

سوال2: پیغمبروں کو کیوں ناحق قتل کیا جاتا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ پیغمبروں کو اس لیے ناحق قتل کیا جاتا تھا کہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت دیتے تھے۔جن لوگوں پر یہ دعوت ناگوار ہوتی تھی وہ اسے برداشت نہیں کر سکتے تھے،وہ دعوت دینے والے پیغمبر سے جان چھڑانا چاہتے تھے تاکہ کوئی ان کے معاملات پر تنقید نہ کرے،کوئی انہیں اپنی زندگی کی تبدیلی کی طرف توجہ نہ دلائے۔اس وجہ سے پیغمبر کی طرف سے مسلسل دعوت یہودیوں کے اندر دشمنی کی آگ بھڑکاتی تھی حتیٰ کہ وہ وقت آجاتا تھا جب لوگ غرور اور تکبر کی وجہ سے پیغمبر کو قتل کر دیتے تھے۔نبی ﷺ نے فرمایا:''غرور حق کو نہ ماننا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔''﴿2﴾ سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ قیامت کے دن کس شخص کی سزا سب سے زیادہ سخت ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:اس شخص کی سزا سب سے سخت ہوگی جس نے کسی نبی کو یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے شخص کو قتل کیا ہوگا۔پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا:عبیدہ!ابو بنی اسرائیل نے نئے دن کے اول حصے میں اچانک حملہ کر کے تنتالیس(43)انبیاء کو بیک وقت قتل کر دیا تھا پھر بنی اسرائیل میں سے ایک سو بارہ عابد وزاہد میدان میں آگئے اور انہوں نے ان قاتلین کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ شروع کر دی۔شام ہوتے ہوتے یہ تمام لوگ موت کی گھاٹ اتار دیئے گئے یہ سب کچھ ایک دن میں ہو گیا۔(فتح القدیر:417/1)

سوال3: یہود نے انصاف کا حکم دینے والوں کو کیوں قتل کیا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ یہود نے انصاف کا حکم دینے والوں کو اس لیے قتل کیا کہ وہ بھلائی کی طرف رغبت دلاتے تھے اور برائی سے نفرت دلاتے تھے اور انہیں حق ناگوار تھا۔ ﴿2﴾ یہود کو اصلاح کی کوششیں کرنے والے ناپسند تھے اس لیے انہوں نے اصلاح کرنے والوں کو قتل کیا۔ ﴿3﴾ یہودی غرور و تکبر میں مبتلا تھے انہیں سچی باتیں اور عدل و انصاف کی ترغیب ناگوار تھی اس لیے انہوں نے انبیاء اور انصاف کا حکم دینے والوں کو قتل کیا۔

سوال 4: ﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ ''تو آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو'' یہودیوں کو عذاب الیم کی بشارت کیوں دی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، انبیاء کو قتل کیا، حق سے منہ پھیرا، غرور اور تکبر میں مبتلا ہوئے، لوگوں پر اپنی بڑائی جتانے لگے اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرنے لگے جو انہیں انصاف کا حکم دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آخرت کی رسوائی کے لیے ذلیل کرنے والے عذاب تیار کر دیے جس کی تکلیف بدنوں، دلوں اور روحوں کے لیے ہے جس کی شدت اور دکھ کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس قوم پر زیادہ ہوگی جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ یہ معاملہ کیا اور آپ ﷺ اس وقت اپنے دانت کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس آدمی پر بھی اللہ تعالیٰ کا غصہ زیادہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کا رسول، اللہ رب العزت کے راستہ میں قتل کرے۔ (صحیح مسلم:4648)

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ (22)﴾

''یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں۔'' (22)

سوال 1: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے'' یعنی ان کے برے اعمال کی وجہ سے ان کی نیکیاں ضائع ہو گئیں۔ ﴿2﴾ حبوط کے لغوی معانی کسی جانور کا زہریلی گھاس کھا کر پھول جانا ہیں۔ اس سے بظاہر تو جانور موٹا تازہ ہو جاتا ہے لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آخر کار وہ برباد اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی میں تو کافروں کے بڑے بڑے کارنامے ہیں لیکن قیامت میں ان کے کام کچھ نہیں آئے گا دنیا میں ان کے باطل کے لیے لگائی جانے والی قوتیں اور مال سب ضائع ہو جائیں گے اور ان کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہوگا۔ ﴿3﴾ اعمال کے ضائع ہو جانے سے مراد دنیا میں ان کا قبول نہ ہونا اور آخرت میں ان پر جزا کا نہ ملنا ہے۔

سوال 2: یہود کو ان کے اعمال کی پاداش میں کون سی وعیدیں دی گئیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے۔ ﴿2﴾ ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ ﴿3﴾ ان کے لیے دردناک، ذلیل کرنے والے عذاب تیار کر لیے گئے ہیں۔

سوال 3: ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا نہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلا دے۔ کوئی ایسا نہیں جو ان کی سزا میں ذرہ برابر کمی کروا سکے۔ وہ ہر خیر سے محروم ہو گئے اور ہر شر اور مصیبت کے حق دار بن گئے۔ یہی حالت ان ہی جیسے دوسرے لوگوں کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر، انبیاء پر اور نیک لوگوں پر جری ہو جاتے ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ(23)﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا؟ انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے پھر ان میں سے ایک گروہ منہ موڑ لیتا ہے، اس حال میں کہ وہ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔''(23)

سوال 1: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی حالت بیان فرمائی ہے۔ یہاں اہل کتاب سے مراد مدینہ کے یہودی ہیں جن کی اکثریت اسلام قبول کرنے سے محروم رہی، جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے حتیٰ کہ ان کے ایک قبیلے کو قتل اور دوسرے کو جلاوطن کر دیا گیا۔ ﴿2﴾ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا؟'' یہودیوں اور عیسائیوں کو کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ دیا گیا اور مسلمانوں کو پوری کتاب دی گئی ہے کیونکہ قرآن حکیم دین کے تمام اصولوں کا مجموعہ ہے اور پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ الکتاب سے مراد وہ سارا ریکارڈ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بھی زمانے، کسی بھی دور میں کسی بھی نبی پر اترا۔ کتاب بھیجنے والا یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کی نگہبانی ایک ہے اور حقیقتاً کتاب بھی ایک ہے۔ ﴿3﴾ کتاب کا تقاضا تھا کہ وہ سب سے زیادہ اس پر قائم رہتے، اس کے احکامات کو مانتے لیکن ان کی حالت یہ ہو گئی کہ انہیں کتاب کے فیصلے کو قبول کرنے کی طرف بلایا جاتا ہے تو ان میں سے کچھ لوگ اپنے دلوں، اپنی روحوں اور اپنے بدنوں سے منہ پھیر لیتے ہیں اس میں مسلمانوں کے لیے تنبیہ ہے کہ یہود جیسے نہ ہو جائیں ورنہ ان جیسی سزا کے مستحق ہو جائیں گے۔

سوال 2: کیا پچھلی کتابوں کو جاننے اور ماننے والوں کے لیے قرآن کو پہچاننا ممکن ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں پیغمبروں پر وحی نازل کی ہے۔ آخر میں قرآن حکیم کی صورت میں نبی ﷺ پر وحی نازل کی ہے۔ اس لیے پچھلی کتابوں کو جاننے اور ماننے والوں کے لیے قرآن حکیم کو پہچاننا ممکن ہے۔ ﴿2﴾ ہدایت ایک ہے، ہدایت بھیجنے والا ایک ہے۔ یہ یکسانیت ہے اور یکسانیت کی وجہ سے پہچاننا مشکل نہیں ہے۔

سوال3: قرآن مجید کی دعوت اور پچھلی آسمانی کتابوں کی دعوت میں کیا فرق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید کی دعوت خالص اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ ﴿2﴾ پچھلی آسمانی کتابوں میں انسانی کلام کی آمیزش ہوگئی ہے۔ ﴿3﴾ قرآن مجید کی دعوت انسانوں کی ملاوٹ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پاک کر رہی ہے۔

سوال4: قرآن مجید کی دعوت کا انکار کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید کی دعوت کو لوگ اپنے لیے سنجیدہ معاملہ نہیں سمجھتے تو خود ساختہ عقیدوں کی وجہ سے آخرت کے عذاب سے خود کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ ﴿2﴾ حق کے داعی کی طرف سے جب قرآن مجید کی دعوت دی جاتی ہے تو جو لوگ قبول نہیں کرتے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کو قبول نہ کرنے سے ان کی کامیابی خطرے میں پڑنے والی نہیں ہے۔

سوال5: کتاب اللہ کی دعوت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے راہ نمائی لی جائے۔ ﴿2﴾ معاشرے اور معاش کے فیصلے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے لیے جائیں۔ ﴿3﴾ نظریاتی اور عملی امور میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف رجوع کیا جائے۔

سوال6: ﴿يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ﴾ ''انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ان معاملات میں حکم بنایا جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھے۔ قرآن مجید کا ان کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ وہ ہدایت پر نہیں اس لیے ان سے منہ پھیر لیں۔ (تفسیر خازن:234,235/1)

سوال7: ﴿ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ﴾ ''پھر ان میں سے ایک گروہ منہ موڑ لیتا ہے، اس حال میں کہ وہ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' کتاب اللہ سے منہ موڑنے اور اس سے فیصلے نہ لینے کا اصل سبب کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی مذمت کی ہے جنہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو وہ کنی کترا کر نکل جاتے تھے، جو یہ دعوے کرتے تھے کہ ہم تورات اور انجیل پر عمل پیرا ہیں۔ جب تورات اور انجیل کے حکم پر عمل کرنے کی دعوت دی گئی کہ اس میں محمد ﷺ کی پیروی کا حکم ہے تو آؤ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور محمد ﷺ کی اتباع کرو تو وہ پہلو بچا کر نکل جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ کتاب اللہ سے منہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موڑنے اوراس سے فیصلے نہ لینے کا اصل سبب آخرت کے حساب وکتاب کے بارے میں یقین نہ ہونا ہے۔﴿ وَاِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴾ اور جب ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے۔(النور:48)﴿ 3 ﴾ جس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلایا جائے اس کا فرض ہے کہ اس کتاب کو مانے، اسے دل سے تسلیم کرے اوراس کی اطاعت کرے۔رب العزت کا ارشاد ہے:﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوۡلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا ﴾ درحقیقت مؤمنوں کی بات تو یہ ہوتی ہے جب انہیں اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرماں برداری کی۔(النور:51)

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ۖ وَغَرَّهُمۡ فِىۡ دِيۡنِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ(24) ﴾

”یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا تھا گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی، اوراس چیز نے ان کے دین کے بارے میں انہیں دھوکے میں ڈال دیا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔“(24)

سوال1: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ﴾ ”یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا تھا گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ”یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا تھا گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی“ وہ عقیدہ جس کی وجہ سے یہودیوں نے دھوکا کھایا تھا، جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے، وہ یہ تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہیں، اس لیے ہمیں دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی اور اگر ہم دوزخ میں گئے تو صرف 7 دن جائیں گے۔ان کے نظریے کے مطابق دنیا کی عمر 70,000 سال ہے اور ہر ہزار سال کے بدلے میں ہم ایک دن جہنم میں جائیں گے۔

سوال2: ﴿ وَغَرَّهُمۡ فِىۡ دِيۡنِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴾ ”اوراس چیز نے ان کے دین کے بارے میں انہیں دھوکے میں ڈال دیا جو وہ گھڑا کرتے تھے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودیوں کی افتراپردازی تھی کہ ہم جہنم میں 7 دن جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنی کسی کتاب میں نازل نہیں کی۔ان کی اسی افترا پردازی نے انہیں اپنے دین کے معاملے میں دھوکے میں مبتلا کیا۔انہوں نے اپنی جانب سے ایک بات گھڑی کہ ہم جنت میں جائیں گے پھر اسی کو حقیقت سمجھ لیا اور گناہوں سے اجتناب نہیں کیا۔یہ بات بہت بڑا جھوٹ ہے کیونکہ ان کا ہلاکت خیز انجام ہونے والا ہے۔اب ان کی حالت یہ ہے کہ جب بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جاتا ہے وہ اس سے کنی کتراتے ہیں۔

سوال3: کیا آج مسلمانوں نے بھی خودساختہ عقیدے بنا رکھے ہیں جن کا دین سے تعلق نہیں، وضاحت کریں؟

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

جواب:﴿1﴾ آج مسلمانوں نے بھی خود ساختہ عقیدے بنا رکھے ہیں جن کا دین سے تعلق نہیں مفاد سے تعلق ہوتا ہے مثلاً (i) زندگی دنیا کا نام ہے اور دنیا کے ساتھ دین کا کیا تعلق ؟ (ii) خاندانی زندگی میں دین کی ضرورت نہیں۔ (iii) لوگوں کی روزمرہ زندگی، معاشرتی رابطوں اور معاشی معاملات میں دین کو لانے کی ضرورت نہیں۔ ﴿2﴾ دین کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیاں مثلاً (i) دین پر عمل نہیں کیا جا سکتا بہت مشکل ہے۔ (ii) دین پر عمل کیا تو دنیا چھوٹ جائے گی۔ (iii) انسان نماز، روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لے یہی کافی ہے۔ (iv) بندہ رشتہ داروں کے حقوق ادا کر لے بس یہ کافی ہے۔ (v) عورت اپنے گھر اور بچوں کا خیال رکھ لے بس یہ کافی ہے۔ (vi) عورت اپنے شوہر کو خوش کر دے تو جنت اسی کی ہے چاہے وہ نمازیں نہ پڑھے، چاہے وہ دین پر نہ چلے۔ (vii) بس انسان کا اخلاق اچھا ہونا چاہئے ۔ (viii) تجارتی معاملات میں کسی کو دھوکہ نہ دے یہی کافی ہے۔ (ix) اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔ (x) اللہ تعالیٰ آخرت میں مسلمانوں کو پاک کرنے کے لیے چند دن دوزخ میں رکھ کر جنت میں داخل کر دے گا۔

﴿فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۖ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ(25)﴾

''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''(25)

سوال1: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ﴾ ''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں'' اس تصور کے بندۂ مومن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ ''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں'' یہ ایک خوف ناک دھمکی ہے جسے سن کر مومن کا دل کانپ اٹھتا ہے۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ دن بڑا خوف ناک ہوگا۔ وہ انصاف کا دن ہوگا، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کا دن ہو گا، اس دن ہر ایک کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے جواب نہیں دیا، جواب تو خود ہی نظروں کے سامنے آ گیا ہے۔ ﴿2﴾ **﴿لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ﴾** ''اس دن کے لئے جس میں کوئی شک نہیں'' اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس دن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

سوال2: ﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ ''اور ہر جان کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ سعید ابن جبیر نے کہا: **﴿كُلُّ نَفْسٍ﴾** سے مراد نیک اور فاجر ہیں۔ ﴿2﴾ **﴿مَّا كَسَبَتْ﴾** سے مراد جو کچھ اچھا یا برا کام کیا۔ ﴿3﴾ قیامت کے دن کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ ﴿4﴾ **﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾** ''اور ان پر ظلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا جائے گا'' ان پر ان کے اعمال کے بارے میں ظلم نہیں کیا جائے گا یعنی ان کی نیکیوں میں کمی نہیں کی جائے گی اور برائیوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر یہودیوں کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ ان کے اعمال ایسے ہیں جو شدید ترین عذاب کا حق دار بناتے ہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا بھی ہوگا جو ان کے جیسے عمل کرتے ہیں۔

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (26) ﴾

'' آپ کہہ دیں اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے، تو ہر چیز پر یقیناً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (26)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پروردگار سے دعا فرمائی کہ روم اور فارس کی بادشاہت آپ کی امت کو دے دی جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان:246/3)

سوال 2: ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ ﴾ '' آپ کہہ دو کہ اے اللہ! بادشاہی کے مالک!'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دعا کا طریقہ سکھایا ہے اور تسبیح وتحمید کی تعلیم دی ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آیت میں ملک سے مراد نبوت ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے جو تمام ملکوں کا مالک ہے، بادشاہ ہے۔ ﴿4﴾ مالک کا لفظ دعا کے شروع ہی میں لا کر یاد دلا دیا کہ مالکانہ تصرف کا حق واختیار اسی کو حاصل ہے جس سے دعا کی جا رہی ہے۔ ﴿5﴾ یعنی اے اللہ! تو بادشاہ ہے جو تمام ملکوں کا مالک ہے۔ بادشاہ کی صفت علی الاطلاق تیرے لیے ہے اور آسمان کی اور زمین کی تمام سلطنت تیری ہی ہے اس میں تبدیلیاں لانا اور انتظام کرنا سب تیرے ہاتھ میں ہے۔ (تفسیر سعدی:354/1)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے مالک الملک ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ مٰلِكَ الْمُلْكِ ﴾ وہ ہے جو ساری کائنات اور تمام انسانوں کا مالک ہے۔ ﴿2﴾ ﴿ مٰلِكَ الْمُلْكِ ﴾ وہ ہے جو تمام اختیارات کا مالک ہے۔ ﴿3﴾ ﴿ مٰلِكَ الْمُلْكِ ﴾ وہ ہے جس کی ملکیت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ ﴿4﴾ ﴿ مٰلِكَ الْمُلْكِ ﴾ وہ ہے جو جسے چاہے بادشاہ بنا دے جسے چاہے فقیر کر دے۔ ﴿5﴾ ﴿ مٰلِكَ الْمُلْكِ ﴾ وہ ہے جو جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلیل کر دے۔ ﴿6﴾ وہ جو کچھ چاہتا ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اس کی عطا عاریتاً ہے۔ ﴿7﴾ ﴿ مٰلِكَ الْمُلْكِ ﴾ جب چاہتا ہے، جس سے چاہتا ہے اپنا ملک واپس لے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لیتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے مالک الملک ہونے کا یقین انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے مالک الملک ہونے کے یقین سے یہ شعور ملتا ہے کہ کسی بھی چیز کا کوئی اصلی مالک نہیں کہ وہ اپنی ذاتی خواہش کے مطابق اسے استعمال کرے۔ ﴿2﴾ انسانوں کی ملکیت عارضی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جو ان شرائط اور پابندیوں کے تحت ہے جن کے ماتحت عطا کرنے والے نے عطا کی ہے۔ ﴿3﴾ ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ کی تعلیم اور راہ نمائی کے مطابق حکومت اور ملکیت میں تصرّف ہوگا۔ ﴿4﴾ ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ کی شرائط کے خلاف اگر حکومت اور ملکیت میں تصرف ہوگا تو وہ باطل ہوگا۔ ﴿5﴾ مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ اس دنیا میں ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ کی شرائط کے خلاف ہر تصرف کو مسترد کر دیں۔

سوال 5: ﴿تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾ ''تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے'' یعنی بادشاہت اور تصرف کے اختیارات بھی تیرے ہاتھ میں ہیں جس کو جو چاہے عطا کر دے، مالک تو ہی ہے۔ ﴿2﴾ تو جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے۔ حکومت کا چھن جانا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایران کے کسریٰ بادشاہوں سے اور روم کے قیصر بادشاہوں سے اور ان کے پیروکاروں سے حکومت چھین کر محمد ﷺ کو عطا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ ﴿4﴾ حکومت کا مل جانا اور چھن جانا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کچھ دینی اور تکوینی اسباب بھی قائم کر رکھے ہیں۔ یہ اسباب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے حکومت کے حصول کے لیے جو اسباب مقرر کیے ہیں ان میں سے ایمان اور اعمال صالحہ، مسلمانوں کا باہمی اتحاد، صبر و ثبات اور باہمی تنازعات سے پرہیز وغیرہ ہیں۔ ﴿6﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جاں نشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جاں نشین بنایا تھا۔ (النور:55) ﴿7﴾ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مدمقابل ہو کسی گروہ کے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (الانفال:45،46) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مومنوں کی باہمی محبت، ثابت قدمی اور اتفاق دشمنوں پر فتح کا باعث ہے۔ مسلمانوں کی حکومت کے ختم ہونے کا بڑا سبب دین سے دوری اور باہمی اختلاف ہے جس سے دشمن کو حوصلہ ملتا ہے اور وہ ان کے درمیان جدائی ڈال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے۔

سوال 6: ﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ﴾ ''اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے'' یعنی ﴿1﴾ عزت اور ذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے حکم، فیصلوں اور ارادے میں کوئی رکاوٹ ڈالنے والا نہیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی جبر نہیں۔ ﴿4﴾ سارے معاملات اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ عدل کے ساتھ عزت اور ذلت دیتا ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کی وجہ سے عزت اور معصیت کی وجہ سے ذلت دیتا ہے۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ معزز ہے جو ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھے۔ جو عزت اور ذلت کو خالص اللہ تعالیٰ کی چیز سمجھے۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ عزت کے لائق نہیں جو ہر چیز پر اپنی ملکیت سمجھے، جو عزت کو خالص اپنا ذاتی حق سمجھے۔ ﴿9﴾ ﴿بِيَدِكَ الْخَيْرُ﴾ ''تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے'' اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سارے اختیارات ہیں اور اس کی نگہبانی میں سب کا بھلا ہے۔ ﴿10﴾ تمام بھلائیاں صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھلائی دینے والا نہیں۔ وہ کائنات اور انسان کی نگہبانی انصاف اور عدل کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کا دینا اور واپس لینا سب انصاف کے ساتھ ہے۔ اس کے ہاتھ میں بھلائی ہے، وہ ہر حال میں خیر ہی خیر ہے۔ وقت کے بڑے جس کو بے حقیقت سمجھیں اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کے حق میں سربلندی کا فیصلہ کر دے۔ نصرت، غنیمت اور عزت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ علم کی مسند پر بیٹھنے والے جس کی جہالت کا فتویٰ دے دیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو اسی کے ذریعے علم کا چشمہ جاری کر دے۔

سوال 7: ﴿اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''تو ہر چیز پر یقیناً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کیسے یقین دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''تو ہر چیز پر یقیناً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کوئی چیز تیرے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی سب کچھ تیری قدرت اور مشیت کے تحت ہے۔ صرف تیرے ہاتھ میں ہر خیر کے خزانے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر: 177/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دینے اور چھین لینے سے اپنے قدیر ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے عزت اور ذلت دینے سے اپنے قدیر ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے سے اپنے قدیر ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے بے جان سے جان دار اور جان دار سے بے جان پیدا کرنے سے اپنے قدیر ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے بے حساب رزق دینے سے اپنے قدیر ہونے کا یقین دلایا ہے۔

﴿تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۚ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حِسَابٍ(27)﴾

''تو ہی رات کودن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو ہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔''(27)

سوال1:﴿تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ ''تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے'' رات کو دن میں داخل کرنے اور دن کو رات میں داخل کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد موسموں کی تبدیلی ہے۔ غیر محسوس طور پر کائنات میں ہونے والی حرکت سے رات دن کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور دن رات میں پرویا جاتا ہے۔ گرمیوں میں رات کا ایک حصہ دن میں بدل جاتا ہے اور سردیوں میں دن کا ایک حصہ رات بن جاتا ہے۔ رات کی تاریکی میں دن کی روشنی داخل ہو جاتی ہے اور دن کی روشنی میں رات داخل ہو جاتی ہے۔ زمین تاریک ہے۔ وہ سورج کے سامنے اپنے مرکز کے گرد گھوم رہی ہے۔ اس طرح تاریک حصہ روشن حصے سے بدلتا رہتا ہے اور روشن حصہ تاریک سے بدلتا رہتا ہے۔ کائنات کے اندر ہونے والی یہ مسلسل حرکت بتا رہی ہے کہ اس نظام میں بلاشبہ حکیم و دانا کا ہاتھ ہے۔ یہ کائنات کی گواہی ہے۔ **﴿2﴾﴿تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ﴾** ''تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے'' اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت سے موسموں میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ روشنی، دھوپ، سایہ، سکون اور انتشار پیدا ہوتا ہے رات اور دن بڑے چھوٹے ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت، عظمت، حکمت اور رحمت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی:355/1)

سوال2:﴿وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ ''اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو ہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾﴿وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ ''اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے'' اللہ تعالیٰ مردہ عناصر سے زندگی کو وجود میں لاتا ہے اور زندہ چیزوں کو مردہ عناصر میں بدل دیتا ہے۔ **﴿2﴾** اللہ تعالیٰ زندگی کو موت کی طرف بڑھاتے ہیں اور موت سے زندگی کو نکالتے ہیں۔ **﴿3﴾** ایک زندہ مخلوق پر جو لمحہ بھی گزرتا ہے اس میں زندگی کے ساتھ موت بھی طاری کرتے رہتے ہیں۔ اس کی زندگی کو موت کھا لیتی ہے اور پھر سے زندگی نمودار ہوتی ہے مثلاً: (i) زندہ جسم کے اندر موت کو دیکھنا چاہیں تو ایک زندہ مخلوق کے خلیے [cells] ختم ہوتے جاتے ہیں اور ان کی جگہ جدید خلیے پیدا ہوتے ہیں اور کام کرتے ہیں۔ (ii) جو cells مرجاتے ہیں وہ دوسرے period میں دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں اور جو زندہ ہو جاتے ہیں وہ دوسرے دور میں پھر dead ہو جاتے ہیں۔ **﴿4﴾** زندہ وجود پورے کا پورا ختم ہو جاتا ہے تو اس کے cells ذرّات کی شکل اختیار کرتے ہیں اور پھر دوسرے زندہ جسم میں آتے ہیں۔ اس طرح زندگی اس جسم میں داخل ہوتی ہے۔ **﴿5﴾** انسان یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ کوئی زندہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مخلوق تیار کرسکتا ہے۔﴿6﴾اس دعوے پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ موت وحیات کا یہ نظام اتفاقاً قائم ہوگیا ہے۔﴿7﴾اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام اشیاء مسخر ہیں۔ان کے پاس کوئی اختیار نہیں۔متضاد اشیاء کو پیدا کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سبب مجبور کرتا ہے۔﴿8﴾اللہ تعالیٰ نطفہ سے انسان اور انسان سے نطفہ پیدا کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کافر سے مومن اور مومن سے کافر پیدا کرتے ہیں۔﴿9﴾﴿وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾''اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے''اللہ تعالیٰ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے جیسے چوزے کو انڈے سے نکالتا ہے۔پرندے کو انڈے سے نکالتا ہے،درخت کو بیج سے نکالتا ہے اور کافر سے مومن کو نکالتا ہے۔﴿10﴾﴿وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾''اور تو ہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے''جیسے پرندے سے انڈا،درخت سے گٹھلی اور مومن سے کافر وغیرہ۔یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

سوال3: رات اور دن کا نظام اور موت وحیات کا نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے،اس سے کیا سمجھانا مطلوب ہے؟

جواب:﴿1﴾ رات اور دن کا نظام اور موت وحیات کا نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔اس سے یہ سمجھانا مطلوب ہے کہ انسانی زندگی کے لیے راہ نمائی کا نظام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔﴿2﴾انسان دوسرے انسانوں کو اپنا غلام نہیں بنا سکتے،اپنی فکر اور اپنے نظریے کو جبراً دوسروں پر مسلط نہیں کرسکتے۔انسان صرف اللہ تعالیٰ کا غلام ہے۔

سوال4:﴿وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾''اور تو جسے چاہتا ہے،بے حساب رزق دیتا ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اور تو جسے چاہتا ہے،بے حساب رزق دیتا ہے''اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے وسیع رزق دیتا ہے جہاں سے انسان کو گمان بھی نہیں ہوتا اور نہ اس نے کمائی کی ہوتی ہے۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن(سواری پر)رسول اللہ ﷺ کے پیچھے(بیٹھا ہوا)تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اے لڑکے!میں تجھے چند باتیں بتلاتا ہوں۔تو اللہ تعالیٰ کے(احکام)کی حفاظت کر!اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھ،تو اس کو اپنے سامنے پائے گا۔جب تو سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے کر،جب تو مدد چاہے تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر اور یہ بات جان لے کہ اگر ساری امت بھی جمع ہوکر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اور وہ اگر تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہوجائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔قلم اٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک ہوگئے۔(جامع ترمذی:2516)﴿2﴾وہ نیک اور فاجر کو بے حساب دیتا ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے اسی کا ہر چیز پر اختیار ہے۔

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ(28)﴾

''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں،اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''(28)

سوال1: ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں'' غیر مسلموں سے دوستی پر اللہ تعالیٰ نے پابندی کیوں عائد کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کافروں سے دوستی لگانے سے روکا ہے کہ نہ ان سے محبت رکھیں، نہ ان کی مدد کریں، نہ مسلمانوں کے معاملات میں ان سے مدد لیں۔ ﴿2﴾ مومن سارے انسانوں کے ساتھ نیکی اور عدل کا سلوک کرنے کا پابند ہے۔ اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی تفریق نہیں۔ غیر مسلم اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والا اس کے دشمن سے دوستی کیسے رکھ سکتا ہے؟ ﴿3﴾ جب غیر مسلموں سے دوستی مسلمانوں کے مفادات کی قیمت پر ہو تو ایسی دوستی مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

سوال2: ﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ ﴾ ''اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ کافروں سے دوستی کرنے والے کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ ﴿2﴾ اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر مسلموں سے دوستی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ نہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے کٹ گیا ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی حصہ نہیں کیونکہ کافروں سے دوستی اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے ایمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے دوستوں یعنی مومنوں سے تعاون کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے اور اس کے دشمنوں سے جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ﴿3﴾ ایسا شخص نہ اللہ تعالیٰ کے دین پر ہے، نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا رابطہ ہے اور نہ دوستی۔ ﴿4﴾ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی لگاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اس کے اولیاء کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں ایسا شخص مسلمانوں کی جماعت سے نکل جاتا ہے اور کافروں میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ﴾ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ انہی میں سے ہے۔ (المائدۃ:51)

سوال3: ﴿ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ﴾ ''مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا'' کیا کفار کے ظلم سے بچنے کے لیے بظاہر ان سے تعلقات رکھے جا سکتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا'' بچاؤ کی تدبیر کے طور پر کسی مسلمان کو غیر مسلم گروہ سے ظاہری طور پر وقتی تعلق قائم کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نیت کو دیکھتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا خوف موجود ہو، اسے حساب دینے کا پورا احساس ہو تو اس کی طرف سے پکڑ نہیں ہوگی۔ ﴿2﴾ وہ مسلمان جو کسی کافر حکومت میں رہتے ہیں وہ اگر حکومتی شر سے بچ سکتے ہوں تو ظاہری طور پر دوستی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اظہار کیا جا سکتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُواْ بِمَا جَآءَكُم مِّنَ ٱلْحَقِّ ﴾ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے یقیناً انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ (الممتحنۃ:1) ﴿4﴾ ﴿ لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَوْ كَانُوٓاْ ءَابَآءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَٰنَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ﴾ آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کا خاندان ہو۔ (المجادلہ:22) ﴿5﴾ اگر تمہیں ان سے جان کا خطرہ ہو تو اپنی جان بچانے کے لیے زبان سے تقیہ کر سکتے ہو اور ظاہری طور پر ایسا کام کر سکتے ہو جس سے تقیہ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر منان:357/1) ﴿6﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صرف زبان سے اظہار کرے لیکن عمل میں ان کا ساتھ ایسے میں بھی ہرگز نہ دے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:629/2) (تفسیر ابن کثیر:404/1) ﴿7﴾ امام بخاری نے ابودرداء کا قول نقل کیا ہے کہ ہم لوگ بعض قوموں کے سامنے مصنوعی مسکراہٹ کا اظہار کرتے تھے حالانکہ ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے تھے۔ (بخاری کتاب الأدب، باب:82)

سوال 4: ﴿ وَيُحَذِّرُكُمُ ٱللَّهُ نَفْسَهُۥ وَإِلَى ٱللَّهِ ٱلْمَصِيرُ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے کہ تم اس کے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ لوٹ کر تو اس کی طرف جانا ہے اس کے سوا کسی اور کی طرف نہیں جانا۔ حشر کے دن حساب و کتاب کے لیے جانا ہے۔ پھر وہ تمہارے اعمال کو شمار کرے گا اور ان کی جزا و سزا دے گا لہٰذا ایسے کام کرنے سے بچو جس کی وجہ سے سزا کے مستحق ہو جاؤ۔

﴿ قُلْ إِن تُخْفُواْ مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ ٱللَّهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ ۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (29) ﴾

''آپ کہہ دو جو تمہارے سینوں میں ہے، تم اسے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (29)

سوال 1: ﴿ قُلْ إِن تُخْفُواْ مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ ٱللَّهُ ﴾ ''آپ کہہ دو جو تمہارے سینوں میں ہے تم اسے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ جو تمہارے سینوں میں ہے تم اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے کسی انسان کی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں خواہ اعلانیہ کی گئی ہو یا چھپ کر۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے خوف کے ذریعے توجہ دلائی ہے کہ اس کے انتقام سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اس کے پاس علم کے ایسے ذرائع ہیں کہ اس سے بچ کر تم کہیں نہیں جاسکتے۔ ﴿4﴾ اس میں اشارہ ہے کہ دلوں کو پاک رکھنا چاہئے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کے علم کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ اس کے نتیجے میں بندے کو اس بات سے شرم آئے گی کہ اس کا مالک اس کے دل کو گندے خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا دیکھے بلکہ وہ اپنی سوچ کو ایسے امور میں مشغول کرے گا جن سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو مثلاً قرآن مجید کی کسی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث پر غور وفکر کرنا یا ایسے علم کو سمجھنے کی کوشش کرنا جس میں اسے فائدہ ہو یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق یا اس کی نعمت کے بارے میں سوچنا یا اللہ تعالیٰ کے بندوں کی بھلائی کے کسی کام کی سوچ بچار۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت کا ذکر فرماتا ہے تو اس میں ضمناً اعمال کی جزا وسزا بھی شامل ہوتی ہے جو قیامت کے دن واقع ہوگی۔ اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری جزا وسزا ملے گی۔ (تفسیر سعدی:357,358/1)

سوال2: ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ زمین وآسمان کی تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے۔

سوال3: ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (30)﴾

''جس دن ہر نفس اس کو موجود پائے گا جو اس نے نیکی کی اور جو اس نے برائی کی، اس دن آدمی تمنا کرے گا کاش! اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان میں بہت دور کا فاصلہ ہوتا، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے۔'' (30)

سوال1: ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ ''جس دن ہر نفس اس کو موجود پائے گا جو اس نے نیکی کی اور جو اس نے برائی کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا﴾ ''جس دن ہر نفس اس کو موجود پائے گا جو اس نے نیکی کی'' ایک دن ایسا آئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گا جب امتحان کا پردہ ہٹ جائے گا اور انسان اپنے اعمال کے سرمائے کے سامنے کھڑا ہوگا۔ ﴿2﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی نیکیاں مکمل طور پر محفوظ ہوں گی ان میں ذرہ برابر کمی نہیں آئے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾ پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ (الزلزال:7) ﴿3﴾ خیر ایک جامع لفظ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا ہر نیک عمل شامل ہے۔ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ ﴿4﴾ ﴿وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ ''اور جو اس نے برائی کی'' اور اس کی برائیاں بھی محفوظ ہوں گی۔ ﴿5﴾ سوء ایک جامع لفظ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہر چھوٹا بڑا برا عمل شامل ہے۔

سوال 2: ﴿تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا﴾ ''اس دن آدمی تمنا کرے گا کاش! اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان میں بہت دور کا فاصلہ ہوتا'' اس دن انسان کیوں چاہے گا کہ اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان دوری ہو جائے؟

جواب: ﴿1﴾ اس دن بے انتہا افسوس اور شدید غم کی وجہ سے آدمی تمنا کرے گا کاش! اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان میں بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔ ﴿2﴾ وہ منظر اتنا ہولناک ہوگا کہ انسان چاہے گا کہ جو چیزیں دنیا میں اس کے لیے لذت کا سامان بنی ہوئی تھیں اس سے دور ہو جائیں۔ ﴿3﴾ اس دن آدمی تمنا کرے گا کہ کاش یہ دن نہ آتا! لیکن وہ آ گیا، انسان پکڑا گیا، اب کوئی چھٹکارا نہیں، اب کوئی جائے فرار نہیں۔ ﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ﴾ جس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے۔ (النساء:42) ﴿5﴾ ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ﴾ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرقوں کا فاصلہ ہوتا! چنانچہ بہت ہی برا وہ ساتھی ہے۔ (الزخرف:38) ﴿6﴾ آج گناہوں کو ترک کر دینا ممکن ہے اس لیے آج انہیں چھوڑنا ہے۔

سوال 3: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے کیسے ڈرایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے ڈراتا ہے تاکہ لوگ اس کی نافرمانی سے بچیں ورنہ اس دن بندہ کہے گا۔ ﴿يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ﴾ ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کی۔ (الزمر:56) ﴿2﴾ ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾ اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا! ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا۔ (الفرقان:27,28) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے محبت کرتے ہوئے اپنے آپ سے اور آنے والے وقت سے ڈرایا تاکہ نیک اعمال کی ترغیب ہو جس کے نتیجے میں امید اور عمل صالح حاصل ہو اور ترہیب ہو جس کے نتیجے میں خوف حاصل ہو اور گناہ چھوٹ جائیں۔

سوال 4: ﴿وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امید دلائی ہے کہ وہ اس کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کمال درجے کا مہربان ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی رحمت سے اپنا خوف نصیب فرمائے تا کہ ہم وہ کام نہ کریں جس سے وہ ناراض ہوتا ہے۔

رکوع نمبر 12

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (31) ﴾

''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا، اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، بے حد رحم والا ہے۔''(31)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نجران کے عیسائیوں کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم مسیح کی تعظیم اور ان کی اور ان کی ماں کی تقدیس اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لیے کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ اس کی محبت ہے جس سے ہم محبت رکھتے ہیں اور اس کی تعظیم ہے جس کی وہ تعظیم کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان سے کہہ دیں: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو جو تم توحید عبادت کی دلیل لے کر آئے ہو اس کے مطابق میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بھی معاف کرے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، بے حد رحم والا ہے۔ (ایسر التفاسیر:170) ﴿2﴾ حسن نے کہا: عہد نبوی ﷺ میں لوگوں نے کہا: اے محمد ہم اپنے رب سے محبت کرتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کی اتباع کو اپنی محبت کی اور آپ ﷺ کی مخالفت کو اپنے عذاب کی علامت بنا دیا۔ (جامع البیان: 256/3) (فتح القدیر:424/1)

سوال 2: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾ ''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا'' اللہ تعالیٰ کی محبت کی کیا علامات ہیں؟

جواب: سہل بن عبداللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت قرآن مجید کی محبت ہے۔ قرآن مجید کی محبت کی علامت نبی ﷺ کی محبت ہے اور نبی ﷺ کی محبت کی علامت سنت کی محبت ہے اور سنت کی محبت کی علامت آخرت کی محبت ہے اور آخرت کی محبت کی علامت اپنے نفس کی محبت ہے اور اپنے نفس کی محبت کی علامت دنیا سے بغض ہے اور دنیا سے بغض کی علامت یہ ہے کہ اس سے بقدر ضرورت لیا جائے۔ (تفسیر قرطبی:47/2)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی محبت کے کیا مطالبات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت صرف زبانی دعویٰ نہیں ہے، اس کے ساتھ رسول ﷺ کی اتباع ضروری ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ضروری ہے۔جس نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہیں کی وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والا نہیں۔﴿3﴾رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہر حال میں ہو،اقوال وافعال میں،ظاہر و باطن میں،عقائد واعمال میں بھی۔﴿4﴾جتنی کسی میں اتباع ہوگی اتنا ہی اس میں ایمان اوراللہ تعالیٰ کی محبت کا حصہ ہوگااورجتنی اتباع میں کمی ہوگی اتنا ہی ایمان اوراللہ تعالیٰ کی محبت میں کمی ہوگی۔﴿5﴾﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾''تو میری پیروی کرو''اتباع کے مفہوم میں اطاعت کی نسبت بہت زیادہ وسعت ہے۔اطاعت صرف اوامر و نواہی میں ہوتی ہے جب کہ اتباع یہ ہے کہ جیسے تم رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھو ویسے ہی تم بھی کرنے لگ جاؤ جس بات کو وہ ناپسند کریں اسے تم بھی ناپسند کرو۔(تیسیر القرآن)﴿6﴾سیدنا نافع سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک ماری اور کہا :الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ تو میں بھی کہتا ہوں لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یوں سکھایا ہم الحمدللّٰہ علی کل حال کہیں(لہٰذا جو سنت کا طریقہ ہے وہی اختیار کرو)(جامع ترمذی للالبانی:2200)﴿7﴾﴿یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ﴾''اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا''رسول اللہ ﷺ کی اتباع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔تمہاری اطاعت اوراپنے دلوں کو پاک کرنے اورتقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔﴿8﴾﴿وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ﴾''اورتمہارے گناہ معاف کرے گا''اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو ڈھانپ دے گااوران پر مواخذہ نہیں کرے گا۔

سوال4:اللہ تعالیٰ بندے سے کیسے محبت کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے جس نے محمد ﷺ کی اتباع کی۔اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردیتا ہے اوراس پر رحمت فرماتا ہے اورسیدھے راستے پر قائم رکھتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو آسمان والے اورزمین والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس کو دوست رکھو۔پس جبریل علیہ السلام اس کو دوست رکھنے لگتے ہیں پھر جبریل علیہ السلام تمام آسمان والوں میں اعلان کردیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس کو دوست رکھو چنانچہ اس کو تمام آسمان والے دوست رکھتے ہیں پھر زمین(والوں)میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے''۔(بخاری:1357)

سوال5:رسول کا نمونہ ہی دنیا میں واحد مستند نمونہ کیوں ہے؟

جواب:رسول وہ شخص ہے جس کے کامل خدا پرست ہونے کی گواہی اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔اس لیے خدا پرستانہ زندگی کے لیے رسول کا نمونہ ہی واحد نمونہ ہے۔

سوال6:﴿وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾''اوراللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،بے حد رحم والا ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غفور اور رحیم کا کیسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقین دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی معافی سے اپنی مغفرت اور رحمت کا یقین دلایا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اتباع رسول کے نتیجے میں اپنی محبت کا یقین دلاتے ہوئے اپنی رحمت کا یقین دلایا ہے۔

﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (32) ﴾

''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ موڑ جائیں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو یقیناً پسند نہیں کرتا۔''(32)

سوال1: ﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت میں کیا کچھ شامل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنی اور رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت میں ایمان اور توحید شامل ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت میں ایمان کی شاخیں یعنی ظاہری اور باطنی اقوال و افعال شامل ہیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے رکنا بھی شامل ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کی کتاب کے احکامات پر عمل پیرا ہونے سے ممکن ہے۔

سوال2: رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کیسے ممکن ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ان کی زندگی میں ان کے احکامات پر عمل کرنے سے اور ان کی وفات کے بعد ان کی سنت پر عمل کرنے سے اور اقوال و افعال اور احوال میں رسول اللہ ﷺ کی متابعت کرنے سے ہوسکتی ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کیا کرتے تھے' کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل میں سے کوئی چیز بھی چھوڑوں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔ (متفق علیہ، اللولوء والمرجان:1150) ﴿3﴾ سیدنا نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بانسری کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور راستے کی دوسری سمت کافی دور نکل گئے اور مجھ سے پوچھا: ''اے نافع! کیا کچھ سن رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: ''نہیں'' تب انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے نکالیں اور فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا رسول اللہ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی اور ایسے ہی کیا (جیسے میں نے اب کیا) سیدنا نافع نے یہ بھی بتایا اس وقت میں چھوٹی عمر کا لڑکا تھا۔ (سنن ابی داؤد للالبانی:4116) ﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا بھتیجا پہلو میں بیٹھا کنکریاں پھینک رہا تھا سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے منع کیا اور بتایا کہ نبی ﷺ نے اس سے منع کیا ہے نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایسا کرنے سے نہ تو شکار ہو سکتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ البتہ اس سے کسی کا دانت ٹوٹ سکتا ہے یا آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔ بھتیجے نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دوبارہ کنکریاں پھینکنی شروع کر دیں' تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا'' میں نے تجھے بتایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور تو پھر وہی کام کر رہا ہے' لہٰذا میں اب تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔'' (سنن ابن ماجہ:17)﴿5﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا'' کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکے۔'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما کے بیٹے نے کہا'' ہم تو روکیں گے '' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما سخت ناراض ہوئے اور فرمایا'' میں تیرے سامنے حدیث رسول ﷺ بیان کر رہا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم انھیں ضرور روکیں گے۔'' (سنن ابن ماجہ:16)

سوال 3: ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ '' پھر اگر وہ منہ موڑ جائیں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو یقیناً پسند نہیں کرتا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا﴾ '' پھر اگر وہ منہ موڑ جائیں'' سے مراد ایمان اور اطاعت سے منہ موڑنا ہے۔ **﴿2﴾ ﴿فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾** اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت نہ کرنے والوں کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو یقیناً پسند نہیں کرتا۔ (i) اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت نہ کرنے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔ (ii) اس آیت میں منکرین حدیث اور اتباع رسول سے گریز کرنے والوں کے لئے وعید ہے کیونکہ دونوں طرح کے لوگوں کے رویے کو اللہ تعالیٰ نے کفر قرار دیا ہے۔ **﴿3﴾** اللہ تعالیٰ اطاعت نہ کرنے والوں کے فعل سے راضی نہیں ہوتا اس لیے ان کی مغفرت نہیں فرماتا۔ **﴿4﴾** طریقہ محمدی ﷺ کی مخالفت کفر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر انہوں نے اعراض سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ طریقہ محمدی ﷺ سے اعراض کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:173/1) **﴿5﴾** رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کافر قرار دیا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔ (محمد:33) **﴿6﴾** سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ'' میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کس نے انکار کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ (صحیح بخاری:7280) **﴿7﴾** سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا'' جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔'' (صحیح مسلم:4747) **﴿8﴾** عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ نامقبول ہے۔ (صحیح مسلم:4493) **﴿9﴾** عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حمد وثنا کے بعد (یادرکھو) بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور بدترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (صحیح مسلم:2005) ﴿11﴾ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین میں نئی چیزوں سے بچو اس لیے کہ ہر نئی بات گمراہی ہے۔ (سنن ابن ماجہ،للالبانی:40) ﴿12﴾ سیدنا سہل بن سعد کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا۔ جو وہاں آئے گا پانی پیئے گا اور جس نے ایک بار پانی پی لیا اس کو پیاس نہیں لگے گی اور بعض ایسے لوگ بھی آئیں گے جن کو میں پہچان لوں گا (اور سمجھوں گا یہ میرے امتی ہیں) اور وہ بھی مجھ کو پہچان لیں گے کہ میں ان کا رسول ہوں پھر انہیں مجھ تک آنے سے روک دیا جائے گا۔ میں کہوں گا: یہ تو میرے امتی ہیں لیکن مجھ کو بتایا جائے گا: اے محمد ﷺ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے جانے کے بعد انہوں نے کیسی کیسی بدعتیں رائج کیں، پھر میں کہوں گا: دوری ہو، دوری ہو ایسے لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین بدل دیا۔ (صحیح بخاری:6583)

﴿ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (33) ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے خاندان کو اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمایا ہے۔'' (33)

سوال1: ﴿ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے خاندان کو اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے انتخاب کے بارے میں ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمایا اس لیے سب انبیاء علیہم السلام برگزیدہ تھے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں رسالت کی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے چن لیا تھا تاکہ وہ قافلہ ایمان کے سالار رہیں۔ ﴿3﴾ رسالت ابتداء سے ایک ہی تھی۔ ﴿4﴾ جس دین کو پیش کیا گیا وہ دین بھی ایک ہی تھا۔ ﴿5﴾ یہ واضح کیا گیا کہ یہ لوگ ایک ہی سلسلے کے تھے، ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے۔ ﴿6﴾ یہ ثابت کیا گیا کہ سب انبیاء علیہم السلام انسان تھے۔ ﴿7﴾ یہ ثابت کیا گیا کہ ان میں سے کوئی الٰہ نہیں تھا۔

سوال2: آغاز میں سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام کی ذاتی حیثیت اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا عمران علیہ السلام کے خاندانوں کا ذکر کیا گیا، اس طرح کس چیز کو سمجھانے کی کوشش کی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام اپنی ذاتی حیثیت میں قابل احترام تھے۔ ﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا عمران علیہ السلام کی ذاتی حیثیت کے علاوہ ان کی اولاد بھی قابل احترام تھی۔

سوال3: سیدنا آدم علیہ السلام کی کیا فضیلت ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کروایا۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو اسماء کا علم عطا کیا۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں رہائش عطا کی۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو عزت دی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ اور بلاشبہ ہم نے یقیناً اولاد آدم کو عزت دی ہے اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا اور ہم نے جن کو پیدا کیا ان میں سے بہت سوں پر انہیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا۔ (بنی اسرائیل:70)

سوال4: سیدنا نوح علیہ السلام کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو اس وقت رسول بنا کر بھیجا جب لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کو اختیار کر لیا تھا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو طویل عمر عطا کی۔ ﴿3﴾ سیدنا نوح علیہ السلام کو ساڑھے نو سو برس قوم کو تبلیغ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ﴿4﴾ سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا سے اہل ایمان کو بچا لیا گیا اور کافروں کو ہلاک کر دیا گیا۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر وقت صبر، برداشت، شکر اور تبلیغ کی وہ توفیق بخشی جس کی وجہ سے وہ منتخب قرار دیے جانے کے لائق ہو گئے۔ ﴿6﴾ آپ علیہ السلام کی نسل کو قیامت تک باقی رکھا۔ ﴿7﴾ ہر زمانے میں لوگ آپ کی تعریف کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔ (تفسیر منان:361/1)

سوال5: آل ابراہیم کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آل ابراہیم علیہ السلام میں خود سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں جو خلیل الرحمٰن تھے۔ ﴿2﴾ آل ابراہیم علیہ السلام میں وہ تمام انبیاء شامل ہیں جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے، وہ سب آپ کی نسل سے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے فضائل سے نوازا کہ وہ سارے جہان میں برگزیدہ ہوئے۔ ﴿3﴾ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کائنات میں سب سے افضل ہستی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان ہی کی نسل سے تھے اور ان کی دعا کا نتیجہ تھے۔

سوال6: آل عمران سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ عمران بنی اسرائیل کے صالحین میں سے تھے۔ وہ سیدہ حنہ کے شوہر تھے اور سیدہ مریم علیہا السلام کے والد تھے۔ ﴿2﴾ آل عمران کو بلند درجہ سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے عطا کیا گیا۔

سوال7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا عمران علیہ السلام کی اولادیں قابل احترام اور برگزیدہ تھیں، وہ اسلام کے کس اصول کے تحت برگزیدہ تھیں؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا عمران علیہ السلام کی اولادیں اپنے تعلق باللہ اور اعمال صالحہ کی وجہ سے قابل احترام اور برگزیدہ تھیں۔ اسلام کا اصول یہ ہے کہ برکت اور احترام جو خاندان نبوت میں آتا ہے وہ خونی وراثت کی وجہ سے نہیں بلکہ نظریاتی وراثت کی وجہ سے آتا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقیدے اور اعمال صالحہ کی وجہ سے آتا ہے۔

سوال 8: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ آل عمران کا ذکر کیا گیا، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام تو بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کے پیشوا تھے اور یہاں بات عیسائیوں کے بارے میں ہونے والی تھی اس لیے ان دونوں ہستیوں کے تذکرے کی ضرورت نہ تھی۔ ﴿2﴾ آل عمران کا ذکر سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قصوں کی تمہید کے طور پر کیا گیا۔

﴿ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (34)﴾

''وہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (34)

سوال 1: ﴿ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ﴾ ''وہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں'' اس سے مراد ہے کہ انبیاء تخلیق کے لحاظ سے بھی مشابہ تھے اور اخلاق حسنہ کے لحاظ سے بھی۔ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ اور ان کے بعض آباؤ اجداد کو اور ان کی بعض اولادوں کو اور ان کے بعض بھائیوں کو بھی اور انہیں ہم نے چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھا راستہ دکھلایا۔ (الانعام: 87) ﴿2﴾ انبیاء کے عقائد ایک تھے۔

سوال 2: ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سمیع اور علیم کا کیسے یقین دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، آل ابراہیم علیہ السلام اور آل عمران کے انتخاب سے اپنے ''سمیع'' اور ''علیم'' ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی غلطی پر ان کی دعا سنی اور قبول کر لی یقیناً وہ ہر چیز کو جاننے والا اور سننے والا ہے اسی نے انہیں فضیلت عطا کی۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو فضیلت عطا کی اور ان کے حالات سے اپنے علیم ہونے اور ان کی بددعا پر اپنے عذاب سے اپنے ''علیم'' اور ''سمیع'' ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کی دعا سے اپنے ''علیم'' اور ''سمیع'' ہونے کا یقین دلایا ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی عبادت گزاریوں، پاکیزگی اور صداقت پر اپنے ''علیم'' اور ''سمیع'' ہونے کا یقین دلایا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے واقعات کیوں سنائے ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: انبیاء کے واقعات اس لیے سنائے ہیں تا کہ ہم ان سے محبت رکھیں، ان کی اتباع کریں، ان جیسے نیک اعمال کی توفیق مانگیں، ان جیسے اعمال کرنے پر خود کو حقیر سمجھیں۔

﴿ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (35) ﴾

''جب عمران کی بیوی نے کہا: ''اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے چھوڑا ہوا ہوگا۔ پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں، یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں۔''(35)

سوال1: ﴿ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ﴾ ''جب عمران کی بیوی نے کہا: ''اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے چھوڑا ہوا ہوگا۔ پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عمران کی عورت سے مراد سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ حنہ ہیں۔ ﴿2﴾ سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کا دل ایمان کے نور سے بھرپور تھا۔ ﴿3﴾ ﴿ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا ﴾ ''اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے چھوڑا ہوا ہوگا'' انہوں نے اپنے عزیز ترین سرمائے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر دیا تھا (یعنی وہ بچہ جو ان کے پیٹ میں تھا)۔ ﴿4﴾ ان کی پیش کش کے ساتھ کوئی شرط اور قید نہیں تھی۔ ﴿5﴾ اس نذر کے ساتھ انہوں نے کوئی شرکیہ تصور وابستہ نہیں کیا تھا۔ ﴿6﴾ ان کی نذر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے حق کا تصور نہیں تھا۔ ﴿7﴾ ان کی دعاؤں میں خشوع وخضوع تھا۔ ﴿8﴾ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی مسلم اور مطیع فرمان تھیں۔ ﴿9﴾ ان کے دل میں رضائے الٰہی کے جذبے کے سوا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ ﴿10﴾ ﴿ مُحَرَّرًا ﴾ ''چھوڑا ہوا ہوگا'' اللہ تعالیٰ کے نام پر چھوڑنے سے مراد عبادت گاہ کی خدمت کے لیے وقف کرنا ہے۔ ﴿11﴾ سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ میرے پیٹ کا بچہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور اس کے بیت المقدس کی خدمت کرے گا۔ ﴿12﴾ ﴿ فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ﴾ ''پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں'' یہ دعا سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے تب مانگی تھی جب سیدہ مریم علیہا السلام ان کے پیٹ میں تھیں کہ تو میری دعا سن رہا ہے میری نیت اور ارادے سے باخبر ہے مجھ سے قبول فرما لے۔

سوال2: ﴿ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴾ ''یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ﴿ السَّمِیْعُ ﴾ اور ﴿ الْعَلِیْمُ ﴾ کا کیسے یقین دلایا ہے؟

جواب: ''یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کی نذر سے اپنے ﴿ السَّمِیْعُ ﴾ اور ﴿ الْعَلِیْمُ ﴾ ہونے کا یقین دلایا ہے۔ انہوں نے کہا: اے میرے رب میں نے آپ کے لیے نذر مانی، آپ کی رضا کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ کے گھر کی خدمت کے لیے میں نے اپنا بچہ آزاد کر دیا۔آپ مجھ سے یہ مبارک عمل قبول فرمالیں۔اس واقعہ سے سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کے اللہ تعالیٰ کے السمیع اور العلیم ہونے پر یقین کامل کا اظہار ہوتا ہے۔

﴿ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۖ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (36) ﴾

''پھر جب اس نے بچے کو جنم دیا تو کہا:''اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دے دیا''حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا''اور لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا،اور بلاشبہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''(36)

سوال1: سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ کیوں کہا:﴿ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ﴾''اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دے دیا''؟

جواب:''پھر جب اس بچے کو جنم دیا تو کہا:''اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دے دیا''سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ یہ کہہ کر معذرت کر رہی ہیں کہ اگر لڑکا ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی خدمت اچھے طریقے سے ادا کرتا۔

سوال2: ﴿ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ تو خوب جانتے تھے کہ اس نے کس کو جنم دیا ہے۔اسے تو اس وقت بھی علم تھا جب ان کی والدہ کو بھی علم نہ تھا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کیسے نہ جانتے جب کہ وہ ماہر خلاق اور علیم ہیں۔

سوال3: ﴿ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ﴾''اور لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا''اس بات کی حقیقت واضح کریں کہ لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا؟

جواب: ﴿1﴾ لڑکے میں وہ فطری کمزوریاں نہیں ہوتیں جو لڑکی میں ہوتی ہیں۔ ﴿2﴾ لڑکے کے اوپر وہ تمدنی پابندیاں بھی نہیں ہوتیں جو لڑکی پر ہوتی ہیں۔ ﴿3﴾ یہ بات اس لیے کہی گئی کہ لڑکی ہونے کی صورت میں نذر کا مقصد اچھی طرح پورا نہیں ہوتا۔ ﴿4﴾ اس دور میں لڑکوں کی نذر دی جاتی تھی تاکہ وہ ہیکل کی خدمت کریں،صرف عبادت کے لیے وقف ہوں اور دنیا سے کٹ جائیں۔

سوال4: سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ جس انداز سے بات کرتی ہوئی نظر آتی ہیں،اس سے ان کے اللہ تعالیٰ سے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ تعلق براہ راست ہے جس میں دل کی پوری بات بتائی جا رہی ہے اور بالکل واضح انداز میں بتائی جا رہی ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ہم کلامی ہے جس میں نہ تکلف ہے، نہ پیچیدگی۔ان کی بات سے اللہ تعالیٰ کی قربت جھلک رہی ہے۔﴿3﴾ یہ احساس جھلک رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔

سوال 5: ﴿وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ﴾ ''اور بلاشبہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے'' سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے ان کا نام رکھا اس سے بچے کا نام رکھنے کے بارے میں کن امور کا پتہ چلتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے ان کا نام رکھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیدائش کے وقت بچے کا نام رکھنا جائز ہے۔﴿2﴾ ماں اپنے بچے کا نام رکھ سکتی ہے بشرط یہ کہ باپ کو یہ بات ناپسند نہ ہو۔(تفسیر منان:363/1) ﴿3﴾ حافظ ابن قیم نے پہلے، تیسرے اور ساتویں روز نام رکھنے کو درست قرار دیا ہے۔﴿4﴾ حافظ سیوطی نے (الاکلیل) میں لکھا ہے کہ یہ آیت دلیل ہے کہ بچے کا نام ولادت کے دن ہی رکھنا جائز ہے ساتویں دن کی ہی تعیین صحیح نہیں۔

سوال 6: سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے کہا: ﴿وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ﴾ ''اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں'' یہ بات سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کے دل کے خلوص کو ظاہر کر رہی ہے۔﴿2﴾ اپنی اولاد کے لیے جو تحفظ چاہئے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شیطان مردود سے بچائے۔﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے پیدا ہوتے ہی چھوتا ہے، جس سے وہ بچہ چلاتا ہے سوائے مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے۔پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو (وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ) یہ کلمہ سیدہ مریم علیہا السلام کی ماں نے کہا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو شیطان کے ہاتھ لگانے سے بچالیا۔(صحیح بخاری:4548)

سوال 7: سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے اپنی اولاد کے بارے میں معاشی توقعات نہیں باندھیں بلکہ نیک تمنا رکھی، اولاد کے بارے میں نیک تمنائیں کیا ہو سکتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اولاد اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرگرم عمل ہو جائے۔﴿2﴾ اولاد شیطان کے شر سے بچے۔﴿3﴾ اولاد نیک لوگوں کی جماعت میں شامل ہو جائے۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری والدہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور انہوں نے مجھے اپنے آدھے دوپٹے کی چادر بنا دی اور آدھے کو مجھے اوڑھا دیا اور عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرا بیٹا انس ہے۔میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے پیش کرنے آئی ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا مانگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں زیادتی فرما۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میرا مال بہت کثیر ہے اور میری اولاد کی اولاد کی تعداد آج کل ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سو ہے۔'' (صحیح مسلم:6376)

سوال 8: والدین کے بچوں پر کیا اثرات ہو سکتے ہیں؟

جواب: والدین کے نیک جذبات کے اثر سے: ﴿1﴾ اولاد دنیا کی زندگی میں اپنے نفس پر قابو پانے والی ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والی ہوتی ہے۔ ﴿3﴾ وہ نیکی اور بدی میں سے نیک راستے کو اختیار کرتی ہے۔

﴿ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (37) ﴾

''سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین پرورش کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔ زکریا جب کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔'' (37)

سوال 1: ﴿ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ﴾ ''سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین پرورش کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ ﴾ ''سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو نذر کے طور پر قبول فرمایا اور انہیں اور ان کی اولاد کو شیطان سے محفوظ فرمایا۔ ﴿2﴾ ﴿ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ﴾ ''اور اس کی بہترین پرورش کی'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی پرورش اچھے طریقے سے کی۔ ان کی ماں کے دل میں جو اخلاص تھا اور اللہ تعالیٰ کا ہو کر رہنے کا جو جذبہ تھا یہ اس کا صلہ تھا۔ ﴿3﴾ سیدہ مریم علیہا السلام کو نفخ روح کے لیے، کلمۃ اللہ کی والدہ بننے کے لیے تیار کرنا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی خوب تربیت کی اور عمدہ طریقے سے پرورش کی۔ ﴿4﴾ صحیحین میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوا سنا: ''دنیا کی سب سے بہتر عورت مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد تھیں۔'' (صحیح بخاری:3432)

سوال 2: ﴿ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ﴾ ''اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا'' سیدنا زکریا علیہ السلام سیدہ مریم علیہا السلام کے کفیل کیسے بنے، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سیدنا زکریا علیہ السلام کو سرپرست بنا دیا گیا۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ آل ہارون میں سے سیدنا زکریا علیہ السلام کو سیدنا مریم علیہا السلام کی نشو ونما اور تربیت کے لیے منتخب کیا جائے۔ ﴿2﴾ سیدنا زکریا علیہ السلام کی کفالت کی وجہ سے سیدنا مریم علیہا السلام کی جسمانی اور اخلاقی تربیت بہت اچھی ہوئی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال3: ﴿ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ﴾ ''زکریا جب کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدہ مریم علیہا السلام کی کفالت سیدنا زکریا علیہ السلام نے کی تھی۔ وہ جب کبھی آپ علیہا السلام کے پاس محراب میں یعنی ان کی عبادت گاہ میں داخل ہوتے تو ان کے پاس جنت کے پھل پاتے۔ گرمیوں کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے پھل گرمیوں میں ہوتے۔

سوال4: ﴿ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ﴾ ''وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے'' یہ الفاظ کیا وضاحت کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے'' یہ الفاظ ان کے اپنے رب سے تعلق کی وضاحت کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ سیدہ مریم علیہا السلام کے اندر رزق کی فراہمی کے غیر معمولی سلسلے کی وجہ سے کوئی غرور نہ تھا۔ ﴿3﴾ سیدہ مریم علیہا السلام میں تواضع اور کسر نفسی جھلک رہی ہے۔ ﴿4﴾ سیدہ مریم علیہا السلام نے واضح کیا کہ اس میں ان کی محنت ومشقت شامل نہیں بلکہ یہ رزق انہیں اللہ تعالیٰ نے کرامت کے طور پر عطا فرمایا۔

سوال5: ﴿ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کے رزق سے سیدنا زکریا علیہ السلام کی حیرت پر اپنے بے حساب رزق کا یقین دلایا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ اس نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ گیا ہوگا۔ (الطلاق:2,3)

﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (38) ﴾

''وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا، اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دعا کا خوب سننے والا ہے۔'' (38)

سوال1: ﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ﴾ ''وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے اولاد کی دعا کی، یہ تمنا ان کے دل کے اندر کیسے پیدا ہوئی؟

جواب: ''وہیں زکریا نے اپنے ربّ کو پکارا'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے اولاد کی دعا کی۔ اولاد کی تمنا ایک فطری خواہش ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تخلیق اس فطری تمنا پر کی ہے کہ اس کے بعد کوئی اس کا جانشین ہو۔سیدہ مریم علیہا السلام جیسی صالحہ لڑکی اور ان کے پاس غیر معمولی رزق کی کرامت دیکھ کر ان کے دل کے اندر امید پیدا ہوئی۔

سوال 2: ﴿ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴾ ''اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بلاشبہ تو ہی دعا کا خوب سننے والا ہے'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لیے دعا میں کیا خصوصی درخواست کی؟

جواب: ﴿1﴾ ''اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما''یعنی خوش اخلاق اور خوش اطوار یعنی دینی اور دنیاوی نعمتوں کی تکمیل ہو جائے۔﴿2﴾ سیدنا زکریا علیہ السلام کے دل میں اولاد کے لئے دعا کرنے کا خیال بے موسم کے پھلوں کو دیکھ کر آیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بوڑھا اور ان کی بیوی کو بانجھ ہونے کے باوجود اولاد عطا کر دے گا۔﴿3﴾ ''بلاشبہ تو ہی دعا کا خوب سننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سمیع الدّعاء ہے یعنی دعاؤں کا سننے والا ہے۔یہ یقین انسان کے اندر توکل کی صفت پیدا کرتا ہے۔انسان اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے سہارے کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے اور سیدھے راستے پر چلنے لگتا ہے۔

﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (39) ﴾

''چنانچہ فرشتوں نے اس کو آواز دی جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے: ''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (عیسیٰ) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے اوپر بہت ضبط رکھنے والا ہوگا اور نیک لوگوں میں سے نبی ہوگا۔'' (39)

سوال 1: ﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ﴾ ''چنانچہ فرشتوں نے اس کو آواز دی جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''چنانچہ فرشتوں نے اس کو آواز دی جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے'' اور اپنے رب کی عبادت اور مناجات میں مشغول تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی۔

سوال 2: ﴿ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (عیسیٰ) کی تصدیق کرنے والا اور سردار اور اپنے اوپر بہت ضبط رکھنے والا ہوگا اور نیک لوگوں میں سے نبی ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کی خوش خبری دی، بچے کا نام خود یحییٰ رکھا اور بتایا کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پہلے آج تک کسی انسان کا یہ نام نہیں رکھا۔(تیسیر القرآن:262/1)﴿2﴾سیدنا یحییٰ نام اس لیے تجویز ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ زندگی دے گا۔﴿3﴾﴿مُصَدِّقًا﴾ سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق ہے۔﴿4﴾''اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے کی'' اس سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔﴿5﴾﴿وَسَيِّدًا﴾''اور سردار'' سے مراد بنی اسرائیل کا سردار ہوگا۔قوم کی خراب حالت کی اصلاح کرے گا۔اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی صفات عطا فرمائے گا کہ آپ سردار بنیں گے،قوم کی راہ نمائی کریں گے،لوگ اپنے معاملات میں آپ سے راہ نمائی لیں گے۔﴿6﴾﴿وَّحَصُوْرًا﴾''اور اپنے اوپر بہت ضبط رکھنے والا'' سے مراد نہ ان کی عورتوں کی طرف رغبت ہوگی نہ گناہ کے کاموں کی طرف رغبت ہوگی۔ نکاح نہ کرنا سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی خصوصیت تھی۔رب کی خدمت اور اطاعت میں مشغول رہنے کی وجہ سے بے رغبتی تھی۔﴿7﴾''اور نیک لوگوں میں سے نبی ہوگا'' سے مراد ہے کہ وہ نبی ہوگا اور پاک باز لوگوں میں سے ہوگا۔﴿8﴾سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے کردار پر جو روشنی قرآن نے ڈالی ہے،اس سے یہ نقشہ سامنے آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔سرداری و بزرگی کی شان والا ہوگا،اپنی جنسی خواہشات پر پوری قدرت رکھنے والا ہوگا،نبوت سے سرفراز ہوگا،ان کا شمار صالحین میں ہوگا۔

﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ(40)﴾

''زکریا نے کہا:''اے میرے رب!میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟''(اللہ تعالیٰ نے)فرمایا:''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔''(40)

سوال1:﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ﴾''زکریا نے کہا:''اے میرے رب!میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟''سیدنا زکریا علیہ السلام نے یہ کیوں کہا تھا؟

جواب:''اے میرے رب!میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟''سیدنا زکریا علیہ السلام نے یہ اس لیے کہا تھا کیونکہ انہیں ایسا بیٹا ملنے کی خوش خبری دی گئی جو کامل صفات والا اور نبی ہوگا۔سیدنا زکریا علیہ السلام انتہائی خوشی کی حالت میں پکار اٹھے۔''اے میرے رب!میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟

سوال2:﴿قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ﴾''فرمایا:''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے''اس سے مراد ہے کہ سیدنا زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے اور ان کی بیوی کے بانجھ پن کے باوجود اللہ تعالیٰ بیٹا عطا کرے گا۔﴿2﴾جو رب اسباب کے ساتھ اولاد دیتا ہے وہ بغیر اسباب کے اولاد دے تو اس کے لیے مشکل نہیں۔ارشاد فرمایا:﴿وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا﴾اور یقیناً میں نے اس سے پہلے تجھے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔(مریم:9)﴿3﴾سیدنا زکریا علیہ السلام کے یہاں اولاد ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ بے قید ہے،وہ ظاہری اسباب کے بغیر بھی اپنا کام کر سکتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، بڑھاپا اور بانجھ پن اس کے ارادے میں حائل نہیں ہو سکتے۔

﴿ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (41) ﴾

''زکریا نے کہا: ''اے میرے ربّ! میرے لیے کوئی نشانی بتا دیں''، (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: آپ کے لیے نشانی یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔'' (41)

سوال 1: ﴿ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی بتا دیں'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے نشانی کیوں مانگی؟

جواب: ﴿1﴾ ''اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی بتا دیں'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے نشانی اس لیے مانگی کہ ان کے ہاں ولادت ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ جب یہ غیر معمولی واقعہ پیش آئے تو مجھے پیشگی اطلاع ہو جائے۔ ﴿2﴾ اولاد کی خوش خبری سن کر سیدنا زکریا علیہ السلام کے شوق میں اضافہ ہوا جس کی وجہ سے انہوں نے نشانی طلب کی۔

سوال 2: ﴿ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ﴾ ''(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''آپ کے لیے نشانی یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکو گے'' بچے کی ولادت میں کیا نشانی مقرر کی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ ''آپ کے لیے نشانی یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں سے کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکو گے'' بچے کی ولادت کے لیے یہ نشانی مقرر کی گئی کہ تین دن کے لیے زبان بندی ہو جائے گی۔ ﴿2﴾ لوگوں کی طرف متوجہ ہوں گے مگر کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکیں گے۔ ﴿3﴾ صرف رب کی طرف متوجہ ہوں، اس کا ذکر کریں اور اس کی تسبیح کریں۔ ﴿4﴾ زبان بندی کی نشانی میں بڑی حکمت تھی اس طرح روزمرہ کے معمولات سے باہر لا کر اپنی کامل قدرت کا یقین دلایا گیا۔ ﴿5﴾ زبان بندی کی نشانی سے یہ یقین دلایا گیا کہ جس طرح اسباب موجودہ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان کو کام کرنے سے روک سکتا ہے اسی طرح اسباب کے بغیر پیدا کر سکتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ تمام اسباب اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے تحت ہیں۔ (تفسیر منان: 365/1)

سوال 3: ﴿ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴾ ''اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے شکر گزاری کے لئے سیدنا زکریا علیہ السلام کو حکم دیا کہ خاموشی میں کثرت سے صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو تاکہ اللہ تعالیٰ مزید نعمتوں سے نوازے اور مزید شکر ادا کرنے کے قابل ہو جاؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: اس واقعے کو یہاں بیان کرنے کا اصل مقصد کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اصل مقصد عیسائیوں کے عقیدے کی غلطی واضح کرنا تھا۔ ﴿2﴾ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا ذکر اس لیے فرمایا کہ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے چھ ماہ پہلے معجزانہ طریقے سے پیدا ہوئے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اگر سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزے سے ہو چکی اور انہیں الٰہ نہیں بنایا گیا تو سیدنا مسیح علیہ السلام اپنی غیر معمولی پیدائش پر الٰہ کیسے ہو گئے؟

رکوع نمبر 13

﴿ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ (42) ﴾

''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے اور آپ کو پاک کیا ہے اور سب جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے۔'' (42)

سوال: ﴿ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴾ ''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے اور آپ کو پاک کیا ہے اور سب جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو کیسے چن لیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ ﴾ ''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے'' اس (برگزیدگی) کا تعلق مریم علیہا السلام کے بچپن سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تو شروع ہی سے آپ علیہا السلام کو بزرگی دے رکھی ہے، آپ علیہا السلام کی والدہ کی دعاؤں کو سن کر آپ علیہا السلام کو خلعت وجود بخشا گیا۔ ﴿2﴾ ہیکل کی خدمت کا کام لڑکوں اور مردوں کے لئے مخصوص تھا، آپ کو لڑکی ہونے کے باوجود اس کا موقع عنایت کیا گیا۔ ﴿3﴾ آپ علیہا السلام کو آپ کے حجرہ میں غذائیں جس اعجازی رنگ میں پہنچائی گئیں اس نے اللہ تعالیٰ کے نبی زکریا علیہ السلام تک کو متحیر کر دیا، یہ سب شواہد آپ کی برگزیدگی ہی کے تو ہیں۔ (تفسیر ماجدی: 569/1) ﴿4﴾ ''اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے'' اللہ تعالیٰ براہ راست ان کے اندر اپنی ایک روح ڈالنے والے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام میں روح ڈالی تھی۔ ﴿5﴾ ﴿ وَطَهَّرَكِ ﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو حیض، نفاس، مردوں کے چھونے اور برے اخلاق سے پاک کیا۔ (تفسیر منیر: 242/2) ﴿6﴾ سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں اور ایسی خرابیوں سے پاک کیا جو ان کی شان میں کمی کا باعث بن سکتی تھیں۔ ﴿7﴾ ﴿ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴾ ''اور سب جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے'' جہان سے مراد ساری عورتوں پر فضیلت ہے۔ ﴿8﴾ چند خواتین یعنی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اس فضیلت میں شریک ہونا سیدہ مریم علیہا السلام کے اصطفاء کے منافی نہیں۔ ﴿9﴾ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فرمایا:''عورتوں پر عائشہ کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی۔مردوں میں سے تو بہت کامل ہوگزرے ہیں لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران علیہا السلام اور فرعون کی بیوی آسیہ کے سوا اور کوئی کامل پیدا نہیں ہوئی۔''(مسلم:2431)

﴿ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (43) ﴾

''اے مریم!اپنے رب کی اطاعت کرو،سجدے کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''(43)

سوال1: ﴿ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ ﴾ ''اے مریم!اپنے رب کی اطاعت کرو'' قنوت سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اے مریم اپنے رب کی اطاعت کرو۔ ﴿2﴾ قنوت سے مراد خشوع وخضوع کے ساتھ اطاعت پر مسلسل قائم رہنا ہے۔

سوال2: ﴿ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾ ''اور سجدے کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو'' سیدہ مریم علیہا السلام کو عبادت کا حکم دیا گیا تو خاص طور پر رکوع اور سجدے کا ذکر کیا گیا،اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَاسْجُدِيْ ﴾ ''اور سجدے کرو'' سیدہ مریم علیہا السلام کو عبادت کا حکم دیا گیا تو خاص طور پر رکوع اور سجدے کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ عبادت میں رکوع اور سجدے کا مقام دوسری تمام عبادتوں سے افضل ہے۔ ﴿2﴾ رکوع اور سجدے سے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ ''اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو'' اس سے مراد ہے بیت المقدس میں باجماعت نماز کے لیے حاضری دو۔ (ایسرالتفاسیر:173) ﴿4﴾ سیدہ مریم علیہا السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ خشوع وخضوع کے ساتھ اطاعت پر مسلسل قائم رہیں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود رہیں۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والوں کے ساتھ جھکیں۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں مصروف رہیں۔ ﴿8﴾ ایسی زندگی بسر کریں جو اللہ تعالیٰ سے جڑی ہوئی ہو۔

﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّھُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (44) ﴾

''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔''(44)

سوال1: ﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ﴾ ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سیدہ مریم علیہا السلام کے بارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جوخبریں دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کن حالات سے گزریں تو یہ غیبی معاملات تھے جن کا علم وحی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔(تفسیر منان 366/1:)

سوال2: ﴿وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ ''ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے'' اس مشکل کو حل کرنے کے لیے قرعہ اندازی کی گئی۔تم تو اس وقت موجود نہ تھے جب سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ انہیں بیت المقدس کے ذمہ دار افراد کے پاس لے کر گئیں تو ان میں ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ ان کی کفالت کریں لیکن واقعات تمہیں صحیح صحیح بتائے جارہے ہیں۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن حکیم وحی الٰہی پر مبنی ہے۔﴿2﴾ ﴿أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ ''کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا'' سیدہ مریم علیہا السلام کی کفالت کے لیے قرعہ اندازی کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ان کی والدہ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے کام کے لیے ہیکل کی نذر کیا تھا۔﴿3﴾ بیت المقدس کے سب ذمہ داروں کی خواہش تھی کہ وہ ان کی دیکھ بھال کا شرف حاصل کریں۔اس مشکل کو حل کرنے کے لیے انہوں نے قرعہ اندازی کی۔﴿4﴾ کفالت کے لیے قلم نہر اردن میں پھینکے گئے۔طے یہ پایا کہ جس کا قلم پانی کے ساتھ نہیں بہے گا وہ سیدہ مریم علیہا السلام کا سرپرست قرار پائے گا۔یہ شرف سیدنا زکریا علیہ السلام کو حاصل ہوا جو ان کے نبی اور معزز ترین فرد تھے۔سبھی کے قلم بہہ گئے۔سیدنا زکریا علیہا السلام کا قلم اپنی جگہ موجود رہا۔یہ علامت تھی کہ کفالت کس کے حصے میں آئے گی۔

سوال3: ﴿وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾ ''اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے'' نبی ﷺ کو یہ بتایا گیا کہ آپ اس وقت موجود نہ تھے جب وہ سیدہ مریم علیہا السلام کی کفالت کے بارے میں جھگڑے کر رہے تھے۔﴿2﴾ نہ وہ یہ واقعات جانتے ہیں نہ ان کے آباؤ اجداد،اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سچے ہیں اس لیے ان کا فرض ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اطاعت قبول کریں اور آپ ﷺ کا حکم مانیں۔

سوال4: کیا قرعہ اندازی جائز ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حلال کاموں میں قرعہ اندازی جائز ہے۔﴿2﴾ قرعہ اندازی سنت ہے۔نبی ﷺ سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے۔(بخاری:218/5)

﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (45)﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے، اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، وہ دنیا و آخرت میں بہت مرتبے والا اور مقرب بندوں میں سے ہوگا۔''(45)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے فضل کو قبول کرنے کے لیے سیدہ مریم علیہا السلام کیسے تیار ہوئیں؟

جواب: سیدہ مریم علیہا السلام کی پاکیزگی، یک سوئی، مسلسل عبادت گزاری یہ تین خصوصیات ایسی تھیں جن کی بناء پر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو قبول کرنے کے لیے اور ولادت مسیح کے لیے تیار ہو سکیں۔ سیدہ مریم علیہا السلام کو فرشتوں نے اطلاع دی کہ ان کے ہاں بچے کی پیدائش ہوگی۔

سوال 2: ﴿ إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ﴾ ''جب فرشتوں نے کہا: ''اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''جب فرشتوں نے کہا: ''اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے'' اس سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خوش خبری ہے جو اللہ تعالیٰ کے خصوصی فرمان کے ذریعے پیدا ہوئے۔ ﴿2﴾ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا کلمہ اس لیے کہا گیا کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ اور خصوصی فرمان کے ذریعے پیدا ہوئے تھے اور آپ علیہ السلام کے حالات اسباب سے خارج تھے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو نشانی اور عجیب مخلوق بنایا۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبریل علیہ السلام کو سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا۔ انہوں نے آپ کی قمیص کے گریبان میں پھونک ماری۔ مقدس فرشتے کی یہ مقدس پھونک سیدہ مریم علیہا السلام کے جسم میں داخل ہوگئی جس سے وہ پاک روح پیدا ہوگئی۔ اس وجہ سے آپ علیہ السلام روحانی فطرت رکھتے تھے جو روحانی مادے سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی روح کہا گیا۔ (تفسیر منان: 368,369/1)

سوال 3: ﴿ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴾ ''اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا وہ دنیا و آخرت میں بہت مرتبے والا ہوگا اور مقرب بندوں میں سے ہوگا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کیوں کہا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ ''اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہا گیا کیونکہ اندھوں پر ہاتھ پھیر کر انہیں شفایاب کرتے تھے۔ ﴿2﴾ ''وہ دنیا و آخرت میں بہت مرتبے والا ہوگا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کے پیدا کیا۔ وہ انسانوں کے ظرف کو جانتا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ کس طرح ایک معجزے کا یہودی انکار کریں گے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی بن باپ کی پیدائش کی وجہ سے کس طرح طعنے برداشت کرنے پڑیں گے اس لئے پیدائش سے پہلے ہی ان کے بارے میں واضح کر دیا کہ دنیا میں بھی معزز ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت کا مقام پائیں گے یعنی مقربین میں سے ہوں گے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اولوالعزم پیغمبروں میں شامل کیا جو بڑی شریعتوں کے حامل تھے۔ ان کے پیروکاروں کی کثیر تعداد تھی جو مشرق و مغرب میں پھیل گئی۔ ﴿4﴾ ''اور مقرب بندوں میں سے ہوگا'' مقرب لوگوں میں سے ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے ہوں گے، دوسرے انبیاء اور رسولوں کی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ بھی شفاعت کریں گے، جس سے آپ کا بلند مقام جہان والوں کے سامنے ثابت ہو جائے گا۔اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہیں، اپنے رب سے انتہائی قریب ہیں بلکہ آپ مقربین کے سرداروں میں سے ہیں۔(تفسیر منان:369/1)

﴿ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (46) ﴾

''اور وہ گود میں بھی اور ادھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔''(46)

سوال: ﴿ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ ''اور وہ گود میں بھی اور ادھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مسیح کا نام عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بتایا، وہ دنیا و آخرت میں بہت مرتبے والا ہوگا، اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا، لوگوں سے گود میں بات کرے گا، ادھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے کلام کرے گا، نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ ﴿2﴾ ﴿ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ ﴾ ''اور وہ گود میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا'' وہ کلام عام کلام سے مختلف تھا۔انہوں نے ایسی بات کی جس میں بھلائی اور کامیابی تھی۔ ﴿3﴾ وہ کلام اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی تھی جس سے مومنوں کو فائدہ ہوا، اور دشمنوں پر حجت قائم ہوئی اور یہ ثابت ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ ﴿4﴾ وہ کلام ان کی والدہ کے لیے بھی نعمت بنا کیونکہ اس کے ذریعے ان کی والدہ پر لگنے والے الزام کی تردید ہوگئی۔ ﴿ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۖ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۫ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴾ تو مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔لوگوں نے کہا: ''ہم اس سے کیسے بات کریں جو گود میں ایک بچہ ہے؟'' بچے نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔اور اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے جہاں بھی میں ہوں۔اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک کہ میں زندہ رہوں۔اور اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا۔اور اس نے مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا۔(مریم:32-29) ﴿5﴾ ﴿ فِي الْمَهْدِ ﴾ ''گود میں'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گود میں تین بچوں کے سوا کسی نے بات نہیں کی۔ان میں سے ایک عیسیٰ ابن مریم ہیں، دوسرا بنی اسرائیل کا وہ بچہ جسے جریج سے منسوب کیا گیا اور بچے نے جریج کی بریت کی اور بول کر اپنے اصلی باپ کا نام بتا دیا۔تیسرے وہ بچہ جس نے ماں کی چھاتی چھوڑ کر کہا تھا: یا اللہ! مجھے اس ظالم سوار کی طرح نہ کرنا۔(تیسیر القرآن:265/1) ﴿6﴾ ﴿ وَكَهْلًا ﴾ ''اور ادھیڑ عمر میں بھی'' جوانی اور بڑھاپے کے درمیان کی عمر ادھیڑ عمر کہلاتی ہے۔ادھیڑ عمر میں کلام سے مراد ہے کہ جب بڑے ہو کر وحی اور رسالت عطا کئے جائیں گے تو کلام کریں گے۔ ﴿7﴾ اس سے یہ بھی مراد لی گئی ہے کہ جب قرب قیامت کے دور میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تب وہ اسلام کی تبلیغ کریں گے۔یہی ادھیڑ عمر میں کلام سے مراد ہے۔ ﴿8﴾ ﴿ وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ ''اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' نیک لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرتے ہیں، اس میں کمی نہیں کرتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ(47) ﴾

''مریم نے کہا:''اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا؟''(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا:اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً وہ اس سے کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔''(47)

سوال1:﴿ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ﴾ ''مریم نے کہا:''اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا؟''سیدہ مریم علیہا السلام نے یہ بات کیوں کہی؟

جواب:﴿1﴾ ''مریم نے کہا:''اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا؟''سیدہ مریم علیہا السلام نے دوسرے انسانوں کی طرح روزمرہ زندگی میں سلسلہ اسباب کے عادی ہوجانے کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ ایسا کیسے ممکن ہے۔حالانکہ وہ جانتی تھیں لیکن یہ بات ان کے لئے معمہ بن گئی جس کے حل کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کا عام قانون یہی ہے کہ مرد سے تعلق کیے بغیر اولاد نہیں ہوتی۔یہ بات مریم نے تعجب کے طور پر فرمائی۔اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرتے ہوئے نہیں فرمائی۔ (تفسیر منان:369/1)

سوال2:﴿ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ یہ معجزہ ہے،اسے پیدا کرنے والا وہ ہے جو کسی بھی کام کو کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔﴿2﴾ان الفاظ سے سیدہ مریم علیہا السلام کو جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو جو چاہے پیدا کرسکتا ہے اور سیدہ مریم علیہا السلام کے دل کو ڈھارس بندھائی گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کا انتخاب ہے،آپ کو اس پر مطمئن رہنا چاہیے۔

سوال3:﴿ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ ''جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً وہ اس سے کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہو جاتا ہے''اس سے کس چیز کی طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب:﴿1﴾ ''جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً وہ اس سے کہتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے''اس سے کائنات کی ابتدا کی طرف توجہ دلائی گئی کہ جس طرح کائنات ﴿ كُنْ ﴾ ''ہوجا'' سے وجود میں آگئی تھی تو کیا کوئی انسان اس طرح وجود میں نہیں آسکتا؟﴿2﴾﴿ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ سے اس طرف توجہ دلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا حکم دیں تو وہ ہوجاتا ہے خواہ کسی ظاہری سبب سے ہو یا بے سبب۔﴿3﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴾ ''ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے''اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت دل کی گہرائیوں تک اتر جاتی ہے۔اس سے انسان کا دل مطمئن ہوجاتا ہے۔اس سے انسان کو اپنے اوپر تعجب ہونے لگتا ہے کہ اتنی سادہ سی بات کیوں نہ سمجھ آئی۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کے گہوارے میں کلام کرنے سے تخلیق پر اپنی قدرت کا یقین دلایا ہے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ نے اس بات سے کہ ''جب وہ کہتا ہے ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے'' تخلیق پر اپنی قدرت کا یقین دلایا ہے۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور مادی اسباب کے بغیر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی غیر معمولی پیدائش سے تخلیق پر اپنی قدرت کا یقین دلایا ہے۔

﴿ وَيُعَلِّمُهُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَالتَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ (48) ﴾

''اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔''(48)

سوال: ﴿ وَيُعَلِّمُهُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَالتَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب اور حکمت سکھائے گا'' اس لفظ سے کتاب کی جنس مراد ہوسکتی ہے۔﴿2﴾اس کے بعد تورات اور انجیل کا ذکر کیا گیا۔﴿3﴾علم دینے میں الفاظ اور معانی دونوں کا علم شامل ہے۔﴿4﴾الکتاب سے کتابت یعنی لکھنے کا علم مراد ہوسکتا ہے۔﴿5﴾حکمت سے مراد شریعت کا علم اور ہر چیز کو اس کے مناسب مقام پر رکھنے کا علم ہے۔﴿6﴾حکمت سے مراد ایسا نافع علم ہے جو انسان کو احکامات کی سمجھ اور شریعت کے راز سکھاتا ہے۔(تفسیر منیر:250/2)﴿7﴾﴿ وَالۡحِكۡمَةَ ﴾ سے مراد اسرار شریعت کا علم اور ہر چیز کو اس کے مناسب مقام پر رکھنے کا علم ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر یہ احسانات بیان فرمائے کہ انہیں لکھنا سکھایا اور علم و حکمت سے نوازا۔یہ انسان کی ذات سے تعلق رکھنے والا کمال ہے۔(تفسیر منان:370/1)حکمت انسان کی ذات سے تعلق رکھنے والا کمال ہے،اس سے مراد تفقہ فی الدین ہے۔﴿8﴾﴿ وَالتَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ ﴾ ''اور تورات اور انجیل'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو تورات سکھانے کا سبب یہ تھا کہ تورات میں شریعت کے احکامات تھے اور انہیں نئی شریعت نہیں دی گئی تھی۔

﴿ وَرَسُوۡلًا اِلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۙ اَنِّىۡ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ۙ اَنِّىۡۤ اَخۡلُقُ لَـكُمۡ مِّنَ الطِّيۡنِ كَهَيۡـــَٔةِ الطَّيۡرِ فَاَنۡفُخُ فِيۡهِ فَيَكُوۡنُ طَيۡرًاۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡىِ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِىۡ بُيُوۡتِكُمۡ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ (49) ﴾

''اور وہ بنی اسرائیل کی جانب رسول ہوگا بلاشبہ میں یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی چیز بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے میں پیدائشی اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردوں کو بھی زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو بلاشبہ اس میں یقیناً تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔''(49)

سوال1: ﴿ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ ''اور وہ بنی اسرائیل کی جانب رسول ہوگا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیا، وہ کیسی قوم تھی؟

جواب: ''اور وہ بنی اسرائیل کی جانب رسول ہوگا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی جانب بھیجا جو اپنے زمانے کی افضل ترین قوم تھی۔

سوال2: ﴿ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ''میں یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی کن نشانیوں (معجزات) کا تذکرہ ان آیات میں ملتا ہے؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں: ﴿1﴾ مٹی سے پرندے کی صورت کا مجسمہ بنا کر پھونک مارنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا پرندہ بن جانا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا۔ ﴿3﴾ مردے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کرنا۔ ﴿4﴾ لوگ جو کھا کر آتے تھے اور جو ذخیرہ کر کے رکھتے تھے وہ انہیں بتا دیتے تھے۔

سوال3: ﴿ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ''کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی چیز بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں پیدائشی اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردوں کو بھی زندہ کرتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی چیز بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں پیدائشی اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردوں کو بھی زندہ کرتا ہوں'' ﴿1﴾ ایمان لانے والوں کے لیے معجزات اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بنتے ہیں اور وہ ہر معجزے میں اپنے رب کی قدرت کو پا لیتے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اس لیے معجزات عطا فرمائے تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ ﴿3﴾ ﴿ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے'' اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر یہ معجزات ظاہر نہ ہوتے۔ ﴿4﴾ اس لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے عقیدے کی بھی نفی ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے تھے۔

سوال4: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو'' کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانی تھی کہ بے جان مٹی زندہ جانور بن جائے، ایسے ہی بیمار تندرست ہوئے، مردے زندہ ہوئے اور غیبی امور کی خبریں دی گئیں۔ ﴿2﴾ اگر ایک نشانی بھی ہوتی تو بڑا معجزہ ہوتا۔ یہ نشانیاں یقین اور ایمان کے لیے تھیں۔

﴿ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ (50) ﴾

''اور تصدیق کرنے والا ہوں اس کے لیے جو مجھ سے پہلے تورات میں سے ہے اور تا کہ میں بعض وہ چیزیں تمہارے لئے حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں، اور میں تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور میری اطاعت کرو۔'' (50)

سوال1: ﴿ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ ﴾ ''اور تصدیق کرنے والا ہوں اس کے لیے جو مجھ سے پہلے تورات میں سے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ میں ویسی ہی تعلیمات لے کر آیا ہوں جیسی سیدنا موسیٰ علیہ السلام لائے تھے اور جو تورات میں موجود تھیں۔ ﴿2﴾ دین برحق اس وقت تورات میں پورا موجود تھا۔ اس میں پوری شریعت موجود تھی۔ ﴿3﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنی رسالت میں تورات پر اعتماد فرماتے تھے۔

سوال2: ﴿ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ﴾ ''اور تا کہ میں بعض وہ چیزیں تمہارے لئے حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور تا کہ میں بعض وہ چیزیں تمہارے لئے حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ انجیل کی شریعت میں آسانی اور نرمی ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے تورات میں سے بعض حرام چیزیں جو سزا کے طور پر حرام کی گئی تھیں، ان کو حلال کردیا۔ ﴿3﴾ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انجیل نے تورات کے اکثر احکام منسوخ نہیں کیے بلکہ ان کی تکمیل کی ہے اور انہیں برقرار رکھا ہے۔

سوال3: ﴿ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ﴾ ''اور میں تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں'' اس سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ ﴿2﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے معجزات کا ذکر اس لیے کیا کہ میں سچا ہوں اور میری پیروی واجب ہے۔

سوال4: ﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور میری اطاعت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور میری اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ، اس کے احکامات پر عمل کرو، اس کے منع کیے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کاموں سے رک جاؤ۔ ﴿2﴾ میری اطاعت کرو کیونکہ رسول کی اطاعت اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہوتی ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (51) ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، چنانچہ اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔''(51)

سوال1: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، چنانچہ اسی کی عبادت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، چنانچہ اسی کی عبادت کرو'' اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے توحید الوہیت کی دعوت دی ہے کہ جس طرح ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے، فاعبدوہ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یعنی جس طرح اس کو رب، خالق، رازق مانتے ہو اسی طرح صرف اسی کو معبود مانو، اسی سے محبت رکھو، اسی سے امید باندھو، اسی پر اعتماد کرو، اسی سے دعائیں کرو۔

سوال2: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت ﴿ فَاعْبُدُوْهُ ﴾ سے عیسائیوں کی کیسے تردید ہوتی ہے؟

جواب: عیسائی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بناتے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے خود اقرار کیا کہ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴾ بچے نے کہا: یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے۔(مریم:30)

سوال3: ﴿ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴾ ''یہی سیدھا راستہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ سیدھا راستہ ہے یعنی توحید کا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کا، رسول اللہ کی فرماں برداری کا۔ یہی راستہ جنت تک پہنچاتا ہے۔

﴿ فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَ اشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (52) ﴾

''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو کہا: ''کون اللہ تعالیٰ کی طرف میرا مددگار ہے؟'' حواریوں نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ ہو جائیں کہ یقیناً ہم فرماں بردار ہیں۔''(52)

سوال1: ﴿ فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ ﴾ ''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ ﴾ ''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا'' یعنی جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے یہ جان لیا کہ یہودی ان کی اطاعت کرنے کے لیے تیار نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال2: بنی اسرائیل کے بڑوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے سے انکار کیوں کیا؟

جواب: ﴿1﴾ بڑوں کے ہاتھ میں ہر قسم کے وسائل ہوتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو لوگ مذہب کی گدیوں پر قابض ہوتے ہیں عوام کی نظر میں وہی مذہب کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ﴿3﴾ مذہب کے نمائندے جس کو رد کر دیں عوام بھی اس کو رد کر دیتے ہیں۔ ﴿4﴾ جو لوگ حق کی زندگی کا لیبل لگا کر لوگوں کے درمیان عزت کا مقام حاصل کر چکے ہیں وہ صرف خود انکار نہیں کرتے بلکہ دعوت دینے والے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

سوال3: حق کی دعوت دینے والے کے خلاف محاذ آرائی کیسے ہوتی ہے؟

جواب: حق کی دعوت دینے والے کے خلاف اس طرح محاذ آرائی ہوتی ہے کہ ﴿1﴾ طرح طرح کے شوشے نکال کر عوام کو بھڑکایا جاتا ہے۔ ﴿2﴾ اس پر وسائل حیات تنگ کئے جاتے ہیں۔ ﴿3﴾ لوگ ایسے فرد کو بے دین قرار دے دیتے ہیں۔ ﴿4﴾ آخر کار طاقت کے ذریعے اس کو مٹا دینے کا منصوبہ بناتے ہیں۔

سوال4: حق کے داعی کی مخالفت ہوتی ہے لیکن اس کا پیغام جاری رہتا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی مدد داعی کے ساتھ ہوتی ہے اس لیے کوئی مخالفت اس کی آواز کو دبانے میں کامیاب نہیں ہوتی۔ ﴿2﴾ داعی مخالفتوں کے باوجود اپنا مشن جاری رکھتا ہے۔

سوال5: جو لوگ حق کی دعوت کی مخالفت کریں وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کیسے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حق کی دعوت کے مخالف اور انکار کرنے والے مفسد ہیں۔ ﴿2﴾ حق کے مخالف انسانوں کو داعی کی طرف جانے سے نہیں جنت کی طرف جانے سے روکتے ہیں اور اس سے بڑا کوئی فساد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی جنت کی طرف جانے سے روکا جائے۔

سوال6: ﴿قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ﴾ ''کہا: ''کون اللہ تعالیٰ کی طرف میرا مددگار ہے'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دین کی نشر و اشاعت اور اس کے قیام کے لیے عام اپیل کس طرح کی؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ﴾ کون ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرا مددگار۔ ﴿2﴾ کون ہے جو دین کی دعوت اور اس کی نصرت کے لیے میرے ساتھ تعاون کرے گا۔ ﴿3﴾ کون ہے جو انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے سلسلے میں میرا مددگار ہوتا ہے تاکہ میں اپنے فرائض اچھی طرح ادا کر سکوں۔

سوال7: دعوت دین کے لیے مددگاروں کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟

جواب: حق کی طرف بلانے والے کو ساتھیوں کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے کہ ﴿1﴾ اسے حمایت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ اسے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ضرورت ہوتی ہے۔﴿3﴾ایسے افراد جودعوت کاعلم اٹھا کر چلتے رہیں۔﴿4﴾ایسے افراد جودعوت کومسلسل پھیلاتے رہیں۔﴿5﴾ رسول اللہ ﷺ موسم حج میں لوگوں کو اپنا ساتھی اور مددگار بننے کے لئے مدد طلب کرتے تھے۔آپ ﷺ کی آواز پر انصار نے لبیک کہا۔﴿6﴾رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خاندان سے تعاون طلب کیا۔اے حاضرین! میں تم سب کے لیے دنیااور آخرت کی بہبود لے کرآیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو، مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں۔ بتاؤتم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟ یہ سن کے سب کے سب چپ ہوگئے،سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں حاضر ہوں، نبی ﷺ نے ابوطالب سے کہا: تم اس کی بات مانا کرو اور جو کہا کرے سنا کرو۔ یہ فقرہ سن کر مجمع خوب کھل کھلا کر ہنسا اور ابوطالب سے تمسخر کرنے لگا۔دیکھو! محمد ﷺ نے تمہیں کہہ دیا ہے کہ آج سے تم اپنے فرزند کا حکم مانا کرو۔(رحمۃ للعالمین:80)﴿7﴾عقبہ ثانیہ میں نبی ﷺ نے تعاون طلب کیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے ان کو اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ کر سنایا جس کے سننے سے وہ ایمان اور ایقان کے نور سے بھرپور ہوگئے۔اب سب لوگوں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ ہمارے شہر میں چل کر بسے تاکہ ہمیں پورا پورا فیض حاصل ہوسکے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:(i) کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کروگے؟(ii)جب میں تمہارے شہر میں جا بسوں کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل وعیال کی مانند کروگے؟ایمان والوں نے پوچھا: ایسا کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: بہشت (جونجات اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا محل ہے)۔ایمان والوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو ہماری تسلی فرمادیجئے کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو کبھی چھوڑ نہ دیں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! میرا جینا، میرا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔''اس آخری فقرے کا سننا تھا کہ عاشقان صداقت عجب سرور ونشاط کے ساتھ جاں نثاری کی بیعت اسلام کرنے لگے۔براء بن معرورہ رضی اللہ عنہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی۔(رحمۃ للعالمین:119)

سوال8: ﴿قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ﴾ ''حواریوں نے کہا'' ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ﴿قَالَ الْحَوَارِيُّونَ﴾ ''حواریوں نے کہا'' حواری کا مفہوم وہی ہے جو انصار کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی اور دین کے مددگار۔ **﴿2﴾ ﴿نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ﴾** ''ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں'' حواریوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں۔اللہ تعالیٰ کے اسی کام کو اللہ تعالیٰ کی مدد کہا جاسکتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کیا جائے۔

سوال9: اللہ تعالیٰ کی مدد کیسے کی جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے رسول کی مدد کرکے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے دین کو لے کر جو لوگ اٹھیں اور وہ سچے دین کی طرف بلانے والے ہوں تو ان کی مدد کرکے۔﴿3﴾اسلام کے پیغام کو انسانوں تک پہنچا کر۔﴿4﴾لوگوں کو دین سکھا کر۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے وقت،صلاحیت،مال،قوتیں اور رابطے لگا کر اللہ تعالیٰ کی مدد کی جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال10: ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ ''ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ یقیناً ہم فرماں بردار ہیں'' حواریوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرایا، حکمت بتائیں؟

جواب: ﴿1﴾ حواریوں نے کہا ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ ﴿وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ اور آپ گواہ ہو جائیں کہ یقیناً ہم فرماں برداروں میں سے ہیں۔ ﴿2﴾ دین کی دعوت دینے والے کا معاملہ کسی انسان سے نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے۔ دین کی دعوت دے کر تو اجر اللہ تعالیٰ کی ذات سے لینا ہے۔ اس لیے حواریوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرایا۔ ﴿3﴾ دعوت دینے والے یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دین حق ہے اور یہ کہ اس دین میں انسانوں کے لیے بھلائی ہے۔ ﴿4﴾ دعوت دینے والے اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں اور یہ گواہی وہی دے سکتا ہے جو اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے دین کا نمونہ بنائے جس کی وجہ سے گواہی ممکن ہو جائے۔

﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (53)﴾

''اے ہمارے رب! جو آپ نے نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے رسول کی پیروی کی ہے چنانچہ ہمیں بھی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لیجئے۔'' (53)

سوال1: ﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ﴾ ''اے ہمارے رب! جو آپ نے نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے رسول کی پیروی کی ہے'' حواریوں نے انصار اللہ بننے کے لیے اپنی کن صفات کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لیجئے؟

جواب: ﴿1﴾ حواریوں نے کہا: ﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ﴾ ''اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لے آئے جو آپ نے نازل کیا'' حواریوں نے انصار اللہ بننے کے لیے سب سے پہلے اپنے ایمان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھا کہ ہم اس پر ایمان لے آئے جو آپ نے نازل کیا۔ ﴿2﴾ حواریوں نے کہا: ﴿وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ﴾ ''اور ہم نے رسول کی پیروی کی ہے'' حواریوں نے انصار اللہ بننے کے لیے رسول کی اتباع کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھا کہ ہم کسی خود ساختہ طریقے پر عمل پیرا نہیں رسول کے طریقے کے پیروکار ہیں۔ ﴿3﴾ حواریوں نے کہا: ہم آپ کی توحید، رسالت اور وحی پر ایمان لانے والے ہیں اس لیے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

سوال2: ﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہمیں بھی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لیجئے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ چنانچہ ہمیں بھی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لیجئے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے ہیں۔ ﴿2﴾ اس گواہی سے مراد اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار، انبیاء کی تصدیق اور اس کے مطابق عمل اور جو عبادت ان پر واجب ہے اس کو ادا کرتے ہیں۔ جب وہ دین کی نصرت کے لیے اور شریعت کو قائم کرنے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے تو بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لایا اور ایک گروہ نے کفر اختیار کیا۔ ان دونوں میں جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد کی اور مشرکوں کو شکست ہوئی اور اہل توحید کامیاب ہو گئے۔ (تفسیر سعدی:373,372/1)

﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ (54) ﴾

''اور انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سے بہتر ہے۔'' (54)

سوال: ﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ ''اور انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سے بہتر ہے'' یہود یوں کا مکر کیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿ وَمَكَرُوْا ﴾ ''اور انہوں نے خفیہ تدبیر کی'' یہودی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانا چاہتے تھے جس کے لیے انہوں نے ان پر الزام لگائے۔ ﴿2﴾ یہودی اللہ تعالیٰ کے نبی کو شہید کر دینا چاہتے تھے۔ ﴿3﴾ ﴿ وَمَكَرَ اللّٰهُ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی'' اللہ تعالیٰ کا مکر (تدبیر) یہ تھی کہ اس نے یہود یوں کو ان کے منصوبوں پر سزا دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ﴿4﴾ ﴿ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سے بہتر ہے'' اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے وہ اپنے اولیاء کی حفاظت فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے۔

رکوع نمبر 14

﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (55) ﴾

''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے قبض کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں اور ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تجھے پاک کرنے والا ہوں اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی انہیں قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا۔ پھر میری طرف تم سب کی واپسی ہے، سو میں تمہارے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔'' (55)

سوال 1: ﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے قبض کرنے والا ہوں'' مُتَوَفِّی کے کیا معنی ہیں؟

جواب: مُتَوَفِّی سے مراد ہے کہ میں پورا پورا لینے والا ہوں یعنی یہود یوں کی سازش سے بچا کر آسمانوں پر اٹھانے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اپنی طرف اٹھایا اور کسی اور شخص پر ان کی مشابہت ڈال دی۔ جس شخص کو ان کا ہم شکل بنایا گیا تھا اسے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پکڑ کر صلیب پر چڑھایا گیا اور قتل کر دیا گیا۔اس طرح اپنے خیال میں انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی کوشش کی تھی اور وہ اس میں کامیاب بھی رہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ﴾ حالانکہ انہوں نے نہ اس کو قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ اس کی شبیہ بنا دی گئی۔(النساء:157)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو واپس کیوں بلا لیا؟

جواب: ﴿1﴾ بنی اسرائیل نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت قبول نہ کی۔ ﴿2﴾ انہوں نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا سر ایک رقاصہ کی فرمائش پر کاٹ ڈالا۔ ﴿3﴾ بنی اسرائیل کے علماء اور فقہاء نے سازش کر کے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو رومی سلطنت سے سزائے موت دلوانے کی کوشش کی۔ ﴿4﴾ بنی اسرائیل کو مزید سمجھانا اور ان پر وقت لگانا بے فائدہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو واپس بلا لیا۔

سوال3: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کتاب بھی برقرار رکھی شریعت بھی پھر یہودیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیوں کیا تھا، فرق کس چیز میں آیا تھا؟

جواب: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کتاب بھی برقرار رکھی اور شریعت بھی، یہودیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا انکار اس لیے کیا تھا کہ ان کا عقیدۂ آخرت خراب ہو گیا۔ان کا خیال تھا کہ ہم جو جی چاہے کریں ہماری پکڑ نہیں ہونے والی۔

سوال4: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے واپس بلانے کا تذکرہ اس مقام پر کس لیے کیا گیا؟

جواب: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے واپس بلانے کا تذکرہ اس مقام پر عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید کے لیے کیا گیا کہ ''سیدنا عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں'' کیوں کہ وہ معجزانہ طور پر پیدا ہوئے۔ان کے معجزات ایسے تھے کہ وہ انسان نہیں ہو سکتے اور یہ کہ انہیں آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔

سوال5: قرآن حکیم نے عیسائیوں کے غلط عقائد کی تردید کیسے کی؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔ ﴿2﴾ معجزات کے بارے میں واضح کیا کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کچھ بھی اپنے اختیار سے نہیں کیا۔ ﴿3﴾ مسیح علیہ السلام تو صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے جس کی صلیب والی تصویر تم نے اپنے مذہب کا حصہ بنالی ہے مسیح علیہ السلام کو تو اس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔

سوال6: ﴿ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ﴾ ''اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمانوں پر اٹھا لیا۔ان کے دشمنوں نے ایک شخص کو پکڑ کر صلیب پر چڑھایا اور قتل کر دیا۔اس طرح وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کے عظیم جرم کے مرتکب ہوتے رہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں واضح فرمایا:﴿ وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا ﴾ حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی چڑھایا بلکہ ان کے لیے اس کی شبیہ بنا دی گئی۔اور بلاشبہ جن لوگوں نے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اختلاف کیا یقیناً وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، انہیں اس کے بارے میں گمان کا پیچھا کرنے کے سوا علم نہیں اور انہوں نے یقیناً اسے قتل نہیں کیا۔(النساء:157) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والے شک میں ہیں۔ ﴿3﴾ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا مخلوق سے اوپر ہونا اور عرش پر حقیقتاً مستوی ہونا ثابت ہوتا ہے جیسے کہ قرآن وحدیث کی نصوص سے ثابت ہوتا ہے جنہیں اہل سنت نے تسلیم کیا ہے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔(تفسیر سعدی:373/1)

سوال 7: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی تھی انہیں آسمان پر اٹھالیا گیا۔ وہ زندہ ہیں، آئندہ ان کا مشن کیا ہوگا، اس کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں۔ ﴿2﴾ قرب قیامت کے زمانہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔100 سے زائد احادیث نزول مسیح علیہ السلام کے بارے میں مروی ہیں۔ ﴿3﴾ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے مسیح دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور سجدہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کے لیے ہوجائے گا۔ ﴿4﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: (اِنَّ عِیسیٰ لَمْ یَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ) یقیناً عیسیٰ علیہ السلام نے وفات نہیں پائی یقیناً وہ تمہاری طرف واپس لوٹیں گے۔ بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ قبول نہیں کریں گے۔ ان کے نزدیک یا تو اسلام ہوگا یا قتل، وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں گے اور مسلمان ہی ان کے مددگار اور ان کے پیروکار ہوں گے اور بہت ممکن ہے کہ اس آیت کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہو۔(مسلم:389) ﴿5﴾ یہ غیبی امور میں سے ہے، متشابہات میں داخل ہے۔ اس کی تاویل صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

سوال 8: ﴿وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور تجھے پاک کرنے والا ہوں ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور تجھے پاک کرنے والا ہوں'' یہاں اس سے مراد ان الزامات سے پاکیزگی ہے جو یہودی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر عائد کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکیزگی ساری دنیا کے سامنے پیش کر دی۔ ﴿2﴾ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ یہود ونصاریٰ، مجوسیوں اور آپ کی قوم کے ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا آپ کو پاک کرنے والا ہوں۔

سوال 9: ﴿وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی انہیں قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی انہیں قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا'' ﴿1﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی صحیح معنوں میں پیروی کرنے والے صرف مسلمان ہیں اور اگر صرف ماننے والے ہوں تو پھر عیسائی اور مسلمان ہیں۔ ﴿2﴾ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دنیاوی معاملہ ہے۔ آخرت کا معاملہ اس کے علاوہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے طریقہ کار کے مطابق ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال10: ﴿ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾ ''پھر میری طرف تم سب کی واپسی ہے، سو میں تمہارے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر میری طرف تم سب کی واپسی ہے'' اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا اٹل ہے، اس کی طرف لوٹنے سے کوئی چھٹکارا نہیں پا سکتا، اس سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔ ﴿2﴾ ''میں تمہارے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے'' لوگوں کے درمیان اختلافات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے ہی کرنا ہے، اس کا فیصلہ کسی کے خود ساختہ عقیدے کے مطابق نہ ہوگا۔

﴿فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ (56)﴾

''پھر جن لوگوں نے کفر کیا انہیں میں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔'' (56)

سوال1: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ ''پھر جن لوگوں نے کفر کیا انہیں میں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ''پھر جن لوگوں نے کفر کیا'' یہاں کافروں سے مراد اہل صلیب ہیں اور اہل تثلیث ہیں۔ (تفسیر المیسر: عائض القرنی: 73/1) ﴿2﴾ رب العزت نے ان کافروں کے بارے میں واضح فرمایا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ ﴿فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا﴾ ''انہیں میں دنیا میں سخت عذاب دوں گا'' دنیا کے عذاب سے مراد قتل، قید، ذلت اور مسکنت ہے۔ ﴿3﴾ ﴿وَالْآخِرَةِ﴾ ''اور آخرت میں'' آخرت کے عذاب سے مراد اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم کا عذاب ہے۔ ﴿4﴾ جو لوگ حق کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت کا عذاب ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ دراصل سچائی کی مخالفت کرتے ہیں جو جہالت بھی ہے اور نافرمانی بھی۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کی نظر میں انکار کرنے والے مفسد ہیں کیونکہ وہ خود بھی جنت جانے سے رکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ایسے مفسدین کو دنیا میں بھی سزا دی جائے اور آخرت میں شدید عذاب ان کا مقدر ہے۔

سوال2: ﴿وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ﴾ ''اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔ نہ کسی کی شفاعت، نہ دوستی، نہ رشتے داری کام آئے گی نہ خود اپنے کام آسکیں گے۔ ﴿2﴾ جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوست بناتے ہیں وہ ان کے لیے مددگار نہیں ہوں گے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائیں اور ان کی شفاعت کریں۔

﴿وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ (57)﴾

''لیکن جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، تو انہیں وہ پورے پورے ان کے اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتا۔''(57)

سوال1: ﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ ''لیکن جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے تو انہیں وہ پورے پورے ان کے اجر دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''لیکن جو لوگ ایمان لائے'' وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، موت کے بعد کی زندگی پر اور ان سب امور پر ایمان لائے جن پر ایمان لانے کا انہیں حکم دیا گیا۔ ﴿2﴾ ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' اعمال صالحہ سے مراد وہ تمام اعمال ہیں جن کا تعلق دل، زبان اور بدن سے ہے، وہ اعمال جن کو رسولوں نے مشروع اور مطلوب قرار دیا، جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ ﴿3﴾ ﴿فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ ''تو انہیں وہ پورے پورے ان کے اجر دے گا'' انہیں ان کا پورا اجر دیا جائے گا، دنیا میں عزت، احترام، پاکیزہ زندگی اور مدد اور مکمل ثواب آخرت میں ملے گا جہاں اللہ تعالیٰ کا مزید فضل و کرم بھی ہوگا۔ ﴿4﴾ ایمان والوں کو پورا پورا اجر ایمان اور نیک اعمال اور جہالت چھوڑ کر فرماں برداری کا رویہ اپنانے کی بنیاد پر دیا جائے گا۔

سوال2: ﴿وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' وہ ظالموں پر غضب ناک ہے، ان سے ناراض ہے۔ ﴿2﴾ ظلم اس کائنات کی فطرت کے خلاف ہے کیونکہ ظالم حق دار کو اس کا حق نہیں دیتا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ عادل ہے اس لئے ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور وہ کیسے اپنے بندوں پر ظلم کرسکتا ہے جب کہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دیتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ(58)﴾

''یہ ہے جو ہم پر حکمت آیات اور نصیحت میں سے تم پر پڑھتے ہیں۔''(58)

سوال: ﴿ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِیْمِ﴾ ''یہ ہے جو ہم پر حکمت آیات اور نصیحت میں سے تم پر پڑھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یہ ہے جو ہم پر حکمت آیات اور نصیحت میں سے تم پر پڑھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ اور ان کی امت پر احسان ہے کہ حکمت والا محکم اور پختہ قرآن ان پر نازل کیا۔ ﴿2﴾ پر حکمت آیات اور نصیحت سے مراد قرآن حکیم ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے پر حکمت قرآن مجید میں حلال و حرام کے احکامات بیان فرمائے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے نصیحت بھرے قرآن میں انبیاء کے حالات و واقعات اور معجزات بیان فرمائے۔ جن سے ہمیں ثابت قدمی، اطمینان قلب اور عبرت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿5﴾ ﴿وَالذِّكْرِ﴾ ''اور نصیحت'' قرآن مجید کی صفت الذکر ہے۔ اس میں پچھلی قوموں کے حالات و واقعات سے نصیحت کی جاتی ہے۔ ﴿6﴾ اس میں ایسے عقلی دلائل ہیں جن سے ہر صاحب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شعورنصیحت حاصل کرسکتا ہے۔﴿7﴾ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ ہے۔﴿8﴾ قرآن حکیم میں انسان کی پیدائش،اس کی زندگی،اس کی موت،اس کے حساب کتاب اور ہمیشہ کی جنت اور جہنم کا تذکرہ ہے۔﴿9﴾ قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کی خدائی مشن سے محبت،اس کے لیے کوششوں،اس کے راستے کی رکاوٹوں اور جاں نثاروں کی قربانی کا تذکرہ ہے۔﴿10﴾ قرآن حکیم میں پچھلے انبیاء کا تذکرہ ہے۔﴿11﴾ قرآن حکیم ساری انسانیت کے لئے ''الذکر'' نصیحت ہے۔﴿12﴾ قرآن مجید ''حکیم'' ہے اور حکمت زندہ مخلوق کی صفت ہے۔قرآن مجید زندہ کلام ہے دلوں کی زندگی کے لیے آیا،عقل کی غذا کے لیے آیا،زندگی بدلنے کے لیے آیا۔اس کا پیغام حکمت سے لبریز ہے جو دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔﴿13﴾ قرآن مجید کی کوئی بات خلاف عقل نہیں،خلاف واقعہ نہیں،کوئی بات انسانی فطرت کے خلاف نہیں۔﴿14﴾ قرآن مجید کا کوئی مضمون ایسا نہیں جو انسانی فہم سے بالاتر ہو۔زمین پر اس حکیم کلام سے بڑا انقلاب کوئی کلام لے کر نہیں آیا۔

﴿ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (59) ﴾

''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے،اللہ تعالیٰ نے اس (آدم) کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا۔''(59)

سوال1:﴿ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ﴾''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے'' آدم علیہ السلام سب سے پہلے بشر ہیں جن کو سبھی بشر تسلیم کرتے ہیں۔اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تو سیدنا آدم علیہ السلام معروف طریقہ کے مطابق مرد اور عورت کے تعلق سے وجود میں نہیں آئے بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت وجود میں آئے۔جب ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے پھر بھی سیدنا آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اسی طرح باپ کے بغیر پیدا ہونے کی بناء پر کیسے اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہو جائیں گے؟﴿2﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں؟اللہ تعالیٰ ایک زندہ و جاوید ہستی ہے اس پر کبھی موت آنے والی نہیں ہے مگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر موت آنے والی ہے۔

سوال2:عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا،ان کے دلائل کیا ہیں؟

جواب:﴿1﴾عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا۔ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عام انسانوں سے مختلف ہیں۔﴿2﴾ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کی پیدائش باپ کے واسطے کے بغیر ہوئی پھر آپ کو عام انسان کیسے کہا جائے؟﴿3﴾ان کی تیسری دلیل یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا طریقہ پیدائش یہ بتاتا ہے کہ آپ بشر سے اوپر ہیں وہ انسان کے نہیں خدا کے بیٹے ہیں۔

سوال3: ﴿خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴾''اللہ تعالیٰ نے اس (آدم) کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا'' کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اس (آدم) کو مٹی سے بنایا'' انہیں بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔اس لئے عیسائیوں کے لیے تو سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں بھی وہی عقیدہ رکھنا لازم آتا ہے جو وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رکھتے ہیں۔اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے معبود ہو سکتے ہیں تو آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں ہی کے بغیر مٹی سے پیدا کیے گئے۔ ﴿2﴾ ''پھر اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا'' اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے کہ صرف اس کے ''کُن'' کہنے سے ہر چیز وجود میں آتی ہے۔

﴿ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ (60) ﴾

''یہی حق ہے تیرے رب کی جانب سے، چنانچہ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔'' (60)

سوال1: ﴿ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ ''یہی حق ہے تیرے رب کی جانب سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یہی حق ہے تیرے رب کی جانب سے'' یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ حق ہے اور اعلیٰ ترین سچائی ہے۔ ﴿2﴾ انبیاء کے واقعات میں نبی ﷺ اور ان کی امت کی خصوصی تربیت ہے۔

سوال2: ﴿ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴾ ''چنانچہ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''چنانچہ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا'' آپ اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سیدنا آدم علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور روح ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے حق کو دلائل کے ساتھ واضح کیا اس لیے :﴿ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ﴾ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ (یونس:32)

﴿ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (61) ﴾

''پھر جو آپ سے اس میں جھگڑا کرے اس کے بعد جو علم میں سے آپ کے پاس آ گیا تو آپ کہہ دو تم آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلائیں اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں بھی بلائیں ہم گڑگڑا کر دعا کریں پس ہم جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں۔'' (61)

سوال1: ﴿ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ﴾ ''پھر جو آپ سے اس میں جھگڑا کرے اس کے بعد جو علم میں سے آپ کے پاس آ گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''پھر جو آپ سے اس میں جھگڑا کرے اس کے بعد جو علم میں سے آپ کے پاس آ گیا'' یعنی اگر اب آپ سے کوئی جھگڑا کرتا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے مقام سے بڑھا کر مقام ربوبیت پر لاتا ہے تو جب آپ ﷺ نے یقینی علم کے ساتھ، دلائل کے ساتھ واضح کر دیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں تو ثابت ہو جاتا ہے کہ ایسے یقینی علم کو نہ ماننے والا عناد میں مبتلا ہے اس کی بحث محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت اور ضد کی بنا پر ہے۔ ایسے شخص کا مقصد حق کی پیروی کرنا نہیں اس لیے دلائل کے ساتھ اس کا علاج نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقصد کے لیے ''مباہلہ'' کا طریقہ اختیار کیا جائے گا تا کہ فیصلہ ہو جائے۔

سوال 2: ﴿ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴾

''تو آپ کہہ دو تم آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلائیں اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں بھی بلائیں ہم گڑگڑا کر دعا کریں پس ہم جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں مباہلہ کا طریقہ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اگر دو گروہوں کے درمیان دلیل سے بات کو نہ مانا جائے تو آخری چیلنج ''مباہلہ'' کے ذریعے دیا جاتا ہے تا کہ فیصلہ ہو جائے۔ ﴿2﴾ مباہلہ ایک دوسرے پر لعنت کی بددعا کرنے کو کہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے فریقین اپنے بال بچوں کو لے کر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

سوال 3: نبی ﷺ مباہلہ کے لیے نکلے تو آپ ﷺ کے ساتھ کون تھا؟

جواب: نبی ﷺ مباہلہ کے لیے نکلے تو آپ ﷺ کے ساتھ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تھے۔

سوال 4: نجرانی عیسائیوں کا رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر کیا ردعمل تھا؟

جواب: ﴿1﴾ نجرانی عیسائی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور انہوں نے باہم مشورے کی مہلت مانگی۔ ﴿2﴾ مشورے میں ان کے ایک عالم نے کہا کہ بنی اسماعیل میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہوسکتا ہے یہ وہی پیغمبر ہوں پھر ایک پیغمبر سے مباہلے کا یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ تمہارے چھوٹے بڑے سب ہلاک ہو جائیں۔ اللہ کی قسم میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ دعا کریں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں اس لیے بہتر ہے ہم صلح کر کے اپنی بستیوں کی طرف نکل جائیں۔

سوال 5: عیسائیوں کے مباہلہ نہ کرنے پر نبی ﷺ نے کیا فرمایا؟

جواب: عیسائیوں کے مباہلہ نہ کرنے پر نبی ﷺ نے فرمایا: اگر یہ لوگ مباہلہ کر لیتے تو یہ وادی ان پر آگ برساتی۔ ﴿1﴾ امام بخاری نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نجران کے نصرانیوں کے دو سردار رسول اللہ ﷺ کے پاس مباہلہ کے لیے آئے۔ حالات کا جائزہ لینے کے بعد ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: ایسا نہ کرو اللہ کی قسم اگر یہاں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہم نے مباہلہ کیا تو ہم اور ہمارے بعد ہماری نسل کبھی فلاح نہیں پائے گی۔ چنانچہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔ (صحیح بخاری: 4380) ﴿2﴾ امام احمد نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مباہلہ کی نیت کرنے والے ایسا کر گزرتے تو لوٹنے کے بعد نہ تو انہیں اپنا مال ملتا اور نہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اہل وعیال۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ترمذی اور نسائی میں بھی موجود ہے۔(مسند احمد:2225)

﴿ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (62) ﴾

''بلاشبہ یہ یقیناً سچا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(62)

سوال1: ﴿ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ﴾ ''بلاشبہ یہ یقیناً سچا بیان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''بلاشبہ یہ یقیناً سچا بیان ہے'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یقیناً یہ سچا بیان ہے کہ وہ ''کلمۃ اللہ'' ہیں جسے سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا گیا اور اس کی جانب سے روح اور اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

سوال2: ﴿ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت درست نہیں کوئی اس کا استحقاق نہیں رکھتا۔ ﴿2﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس کا ہم سے یہ تقاضا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اپنا واحد رب مانیں اور صرف اس کی غلامی اختیار کریں۔ ﴿3﴾ صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کریں۔ ﴿4﴾ صرف اللہ تعالیٰ سے تمام ہدایت اخذ کریں۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے ہدایت نہ لیں چاہے۔آداب واخلاق کے معاملات ہوں، چاہے زندگی کے طور طریقے ہوں، چاہے قانون ہو۔

سوال3: ﴿ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ ''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ''العزیز'' اور ''الحکیم'' کا کیسے یقین دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ العزیز ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے، ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ الحکیم ہے، وہ حکمت والا ہے جو ہر چیز کو صحیح مقام پر رکھتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ کافروں کے ذریعے سے مومنوں کی آزمائش کرتا ہے جس سے مومن قولی اور عملی طور پر جہاد کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:377/1)

﴿ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ (63) ﴾

''اگر وہ پھر بھی منہ موڑیں گے تو اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو یقیناً خوب جاننے والا ہے۔''(63)

سوال1: ﴿ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ ﴾ ''اگر وہ پھر بھی منہ موڑیں گے تو اللہ تعالیٰ یقیناً فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اگر وہ پھر بھی منہ موڑیں گے'' یعنی وہ توحید اور حق کو قبول کرنے سے اعراض کریں گے۔ ﴿2﴾ ''تو اللہ تعالیٰ یقیناً فساد کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں کوخوب جاننے والا ہے' جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں۔اس میں ان کے لیے وعید اور تہدید ہے۔

سوال 2: دنیا کا فساد کیا ہے؟

جواب: دنیا کا فساد شرک ہے۔اللہ رب العزت فرماتے ہیں:﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ﴾ اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا۔(الانبیاء:22)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا یقین کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کے سچے بیان سے، یہودیوں کی خفیہ تدبیروں کے علم سے، مباہلے کی دعوت اور اس پر ردعمل کے علم سے اور یہودیوں کے فساد کے علم سے اپنے علیم ہونے کا یقین دلایا ہے۔

سوال 4: اس رکوع میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور عیسائیت کے بارے میں اہم حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے، مختصراً واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عیسیٰ علیہ السلام کے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا جو عقیدہ ہے اس کی کوئی وجہ بھی درست نہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی مصلحت کے تحت غیر معمولی انداز سے پیدا کیا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں معجزات عطا فرمائے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں صلیب پر نہ چڑھنے دیا۔ ﴿5﴾ اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے وہ اپنے جس بندے کو جیسے چاہے استعمال کرلے۔ ﴿6﴾ کسی انسان کے ساتھ خاص برتاؤ دیکھ کر یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ خود مالک تھا یا مالک کا بیٹا تھا یا اس کی ملکیت میں شریک تھا، درست نہیں۔ ﴿7﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور ان کے مشن میں کوئی فرق نہیں۔ ﴿8﴾ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا مذہب اسلام تھا یہ وہی مذہب ہے جو قرآن پیش کر رہا ہے۔بعد میں عیسائیت ان عقائد پر قائم نہیں رہی۔

رکوع نمبر 15

﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (64) ﴾

''آپ کہہ دیں اے اہل کتاب! اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایک دوسرے کو بھی رب نہ بنائیں۔پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں کہ تم گواہ ہو جاؤ بلاشبہ ہم مسلمان ہیں۔''(64)

سوال 1: ﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾ ''آپ کہہ دیں اے اہل کتاب! اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان برابر ہے'' کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾اس کلمے سے مراد وہ کلمہ ہے جس کی بنیاد پر سب متحد ہو سکتے ہیں،جس پر تمام رسولوں کا اتفاق ہے۔﴿2﴾امت مسلمہ میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے اسی کلمہ سواء کو بنیاد بنانے کی ضرورت ہے۔اہل کتاب سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔﴿3﴾اسلام کی پکار ایک اللہ کی پکار ہے،ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا سب کچھ بنالینے کی پکار ہے۔﴿4﴾زندگی کا ہر کام ایک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنے کی پکار ہے۔﴿5﴾انبیاء کی اصل تعلیمات اور عقیدہ مسلمانوں اور یہودیوں میں یکساں ہے۔ ﴿6﴾انبیاء کی اصل تعلیم ''توحید'' ہے۔ ﴿7﴾توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات،صفات،اختیارات میں ایک مانا جائے،صرف اس کی عبادت کی جائے،اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے،کسی انسان کو وہ مقام نہ دیا جائے جو کائنات کے مالک کے لیے خاص ہے۔﴿8﴾اسلام،یہودیت اور عیسائیت کے عقیدۂ توحید میں کوئی فرق نہیں،عقیدۂ توحید ایک ہے۔یہودیوں اور عیسائیوں نے توحید کا اقرار کیا لیکن عملی طور پر وہ سب کچھ اختیار کر لیا جو توحید کے خلاف تھا۔توحید اپنی خالص صورت میں صرف قرآن مجید اور اسلام میں موجود ہے۔یہودیوں اور عیسائیوں نے زبان سے اللہ تعالیٰ کو رب کہا لیکن اپنے نبیوں اور بزرگوں کو رب بنا ڈالا۔عملی اعتبار سے وہ عقیدۂ توحید پر نہیں ہیں۔

سوال2: ﴿اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا﴾ ''یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں''توکل،محبت،خوف اور امید کا تعلق اسی سے رکھیں،اس کے ساتھ کسی نبی،ولی کسی بت،حیوان،اور جمادات کو شریک نہ کریں۔

سوال3: ﴿وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایک دوسرے کو بھی رب نہ بنائیں''رب بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اور ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایک دوسرے کو بھی رب نہ بنائیں''یعنی صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ہم کسی مخلوق کی بات مان کر خالق کی نافرمانی نہ کریں کیونکہ یہ کام مخلوق کو خالق کا مقام دینے کے مترادف ہے۔(تفسیر سعدی:378/1)

سوال4: ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ ''پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں کہ تم گواہ ہو جاؤ بلاشبہ ہم مسلمان ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾جب اہل کتاب یا دوسرے غیر مسلموں کو اس بات کی دعوت دی جائے اور وہ تسلیم کر لیں تو وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر ہو جائیں گے۔ان کے حقوق وفرائض دوسرے مسلمانوں کے برابر ہوں گے۔اگر وہ تسلیم نہ کریں تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ اپنی خواہش نفس کے پیروکار اور معاند ہیں۔تو انہیں گواہ بنا کر کہہ دو کہ ہم مسلمان ہیں۔(تفسیر سعدی:378/1)﴿2﴾ایمان والوں پر جب شبہات وارد ہوں تو ان کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان کی تجدید ضروری ہوجاتی ہے تاکہ وہ اپنے رب کی نعمت پر شکر ادا کریں۔اس لیے آپ کہو کہ ہم سچے مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہیں۔

﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (65) ﴾

''اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ تورات اور انجیل اس کے بعد ہی نازل کی گئیں تو کیا تم سمجھتے نہیں؟''(65)

سوال1: ﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ ﴾ ''اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟'' کا شان نزول بتائیں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: نجران کے عیسائی اور یہودیوں کے احبار رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے اور آپ ﷺ سے مباحثہ شروع کر دیا۔احبار نے کہا: ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور عیسائیوں نے کہا: وہ عیسائی تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿2﴾ ﴿ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ ﴾ ''تم ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی دونوں دعویٰ کرتے تھے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں۔ ﴿3﴾ اہل کتاب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ''مجادلہ'' جھگڑا اس لیے کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو اپنے دین کے معاملے میں گمراہ کر دیں۔ ﴿4﴾ ان کے جھگڑے کا مقصد یہ تھا کہ ان کے عقائد میں شبہات پیدا کر دیے جائیں۔ ﴿5﴾ جھگڑے کے پس منظر میں یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ نبوت ان کی اولاد میں رہے گی اس طرح وہ یہ فضیلت اپنے نام کروانا چاہتے تھے۔

سوال2: ﴿ وَمَا أُنزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِن بَعْدِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴾ ''حالانکہ تورات اور انجیل اس کے بعد ہی نازل کی گئیں تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' اللہ تعالیٰ نے یہود اور عیسائیوں کے جھگڑے کا فیصلہ کس طرح کیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہود اور عیسائیوں کے جھگڑے کا فیصلہ یہ کہہ کر کیا کہ اس بات میں کیوں بحث کرتے ہو جس کا تمہارے پاس کچھ بھی علم نہیں۔ ﴿2﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ عیسائی، نہ مشرک بلکہ یک سو مسلمان تھے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نسبت کا سب سے زیادہ حق تو ان کو پہنچتا ہے جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ ﴿4﴾ نبی ﷺ اور ان کے ماننے والے اس نسبت کے زیادہ حق دار ہیں۔ ﴿5﴾ ﴿ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴾ تو کیا تم سمجھتے نہیں۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام تورات اور انجیل کے نازل ہونے سے پہلے گزرے ہیں، کیسے ممکن ہے کہ وہ یہودی یا عیسائی ہوں؟ یہ دعویٰ عقل کے خلاف ہے، کیا تم سمجھتے نہیں؟

﴿ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (66) ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ہاں تم وہ لوگ ہو تم نے اس بات میں جھگڑا کیا جس کا تمہیں علم تھا پھر اس کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''(66)

سوال1:﴿ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ﴾''ہاں تم وہ لوگ ہو تم نے اس بات میں جھگڑا کیا جس کا تمہیں علم تھا پھر اس کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے،عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس بحث کا جواب دیا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تمہارا جھگڑا ایسے معاملے میں ہے جس کا تمہیں علم نہیں۔ایسے موضوع پر بحث نہیں کرنی چاہئے جس کا علم نہ ہو۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لیے فرمایا:تم نے اس بات کے بارے میں تو جھگڑا کیا جن کا تمہیں علم تھا پھر ایسی بات کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔﴿3﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو تورات اور انجیل نازل ہونے سے بہت پہلے گزرے ہیں۔

سوال2:﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کس دین پر تھے۔﴿2﴾ ''اور تم نہیں جانتے''یعنی جہالت کی بنیاد پر تم نہیں جانتے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دین کیا تھا۔

﴿ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ(67) ﴾

''ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ یک سو مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہیں تھے۔''(67)

سوال1:﴿ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ﴾''ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ یک سو مسلمان تھے'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیا واضح فرمایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں واضح فرمایا کہ وہ نہ یہودی تھے،نہ عیسائی،یک سو مسلمان تھے،مشرک نہ تھے۔﴿2﴾﴿ حَنِيْفًا ﴾ سے مراد شرک سے بے زار،اللہ تعالیٰ کے لئے خالص۔حنیف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے یک سو ہے۔جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی اور کی طرف نہیں جھکتا،جس کی محبت،جس کے جذبے،جس کی اطاعت،جس کی دعائیں،جس کی سرگرمیاں اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوں۔﴿3﴾﴿ مُّسْلِمًا ﴾ سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہے۔مسلم وہ ہے جو اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے۔﴿4﴾﴿ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ﴾ سے مراد خالص مسلمان ہے۔

سوال2:﴿ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾''اور مشرکوں سے نہیں تھے'' کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ ''اور مشرکوں سے نہیں تھے'' یہودیوں اور عیسائیوں کے اندر عقیدے کی تبدیلی شرک کی حد تک پہنچ چکی ہے اور ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے۔ ﴿2﴾ مشرکین قریش جو اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پیروکار سمجھتے ہیں انہیں یہ بتایا گیا کہ ان کے عقیدے کی کوئی نسبت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نہیں ہے۔ اسلام اور شرک دو الگ عقائد ہیں دونوں کی حقیقت الگ ہے، دونوں کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔

﴿ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (68) ﴾

''یقیناً لوگوں میں ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے۔'' (68)

سوال 1: ﴿ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''یقیناً لوگوں میں ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً لوگوں میں سیدنا ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے'' اس سے مراد یہ ہے کہ جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور ان کے طریقے پر ہیں وہ ان کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دوست ہیں جو اللہ تعالیٰ کی گواہی کے مطابق ان کے دین پر ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ جو اس نبی ﷺ پر ایمان لائے ہیں اس لیے کہ وہ اپنے نظام زندگی اور اپنے Life style میں ایک جیسے ہو گئے ہیں۔ ﴿3﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب نبی اکرم ﷺ اور سچے مومن ہیں کیونکہ اسلامی شریعت ملت حنیف کے سب سے قریب ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے لیے انبیاء علیہم السلام میں سے دوست ہوتے ہیں، میرے دوست میرے باپ اور اللہ تعالیٰ کے خلیل جناب ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت ﴿ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ ﴾ تلاوت فرمائی ''یقیناً لوگوں میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی۔'' (آل عمران:68) (ترمذی:2995)

سوال 2: اسلامی نقطہ نظر سے ایمان کا رشتہ ہی اہم رشتہ ہے کیسے، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اسلامی نقطہ نظر سے ایمان کا رشتہ ہی اہم رشتہ ہے کیونکہ انسان کا Social system ان بنیادوں پر قائم نہیں ہوتا جن پر جانوروں کا قائم ہوتا ہے۔ مثلاً (i) ایک جگہ چرنے والے جانور (یہ علاقائی بنیاد ہے) (ii) ایک جنس کے جانور (یہ نسلی بنیاد ہے) (iii) ایک چراگاہ میں رہنے والے جانور (خاندانی بنیاد) ﴿2﴾ ایک انسان کا دوسرے انسان سے، ایک گروہ کا دوسرے گروہ سے، ایک نسل کا دوسری نسل سے رابطہ عقیدہ اور نظریۂ حیات کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ ایک مومن دوسرے مومن سے محبت کرتا ہے۔ (i) ایک مسلمان گروہ کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مسلمان گروہ سے محبت ہوتی ہے۔(ii)ایک اسلامی جماعت کا دوسری اسلامی جماعت سے تعلق ہوتا ہے۔﴿4﴾ایمان والوں کے آپس میں تعلقات کے لیے(i)زمانے اور علاقے کی حدود حائل نہیں ہوسکتیں۔(ii)اس تعلق کے راستے میں خون اور نسب کے فاصلے حائل نہیں ہوتے۔(iii)اس تعلق کے راستے میں قوم اور وطن کے فاصلے بھی آڑے نہیں آسکتے۔﴿5﴾ایمان والے نظریے کی بنیاد پر دوست ہوتے ہیں،ان کی دوستی میں سب سے اہم بنیاد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسی کی خاطر یہ دوستی وجود میں آتی ہے۔

سوال3:﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے''اللہ تعالیٰ ان کا حامی و مددگار ہے جو ایمان والے ہیں۔اس وجہ سے کہ﴿1﴾وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی ولی نہیں۔﴿3﴾وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے والے ہیں۔﴿4﴾ایمان والے صدیاں گزرنے پر بھی،زمانے گزرنے پر بھی،زمین اور وطن کا فاصلہ حائل ہونے پر بھی،خاندان اور برادریاں مختلف ہونے پر بھی ایک ہیں، یہ ایک ہی رہیں گے،یہ ایمان والے ہیں،اور اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے۔

﴿وَدَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ(69)﴾

''اہل کتاب میں سے ایک گروہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کردیں حالانکہ وہ نہیں گمراہ کررہے مگر اپنی جانوں کو اور وہ شعور نہیں رکھتے۔''(69)

سوال1:﴿وَدَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ﴾''اہل کتاب میں سے ایک گروہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کردیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اہل کتاب میں سے ایک گروہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کردیں''اللہ تعالیٰ مومنوں کو اہل کتاب کے اس خبیث گروہ کی مکاریوں سے متنبہ فرمارہا ہے کہ ان کی خواہش یہی ہے کہ تمہیں گمراہ کردیں۔جیسے ارشاد ہے:﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا﴾اہل کتاب میں سے اکثر لوگ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنادیں۔(البقرۃ:109)اور جسے کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے وہ اسے حاصل کرنے کے لیے جدوجہد بھی کرتا ہے۔یہ گروہ بھی پوری کوشش کرتا ہے کہ مومنوں کو مرتد کردے۔اس مقصد کے لیے وہ لوگ ہر ممکن طریقے سے شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔(تفسیر منان:380/1)

سوال2:﴿وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ﴾''حالانکہ وہ نہیں گمراہ کررہے مگر اپنی جانوں کو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''حالانکہ وہ نہیں گمراہ کررہے مگر اپنی جانوں کو''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بری تدبیریں کرنے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔مومنوں کو گمراہ کرنے کی کوشش خود ان کی گمراہی اور عذاب میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ﴾ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم ان کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔(النحل:88)

سوال3: اہل کتاب مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اور خود گمراہ ہو جاتے ہیں، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اہل کتاب مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اور خود گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی دلی خواہش ہے جس کا اظہار ہر تدبیر، ہر بحث، ہر مناظرے اور ہر سازش سے ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ ان کی یہ خواہش محض دشمنی اور شرارت کی وجہ سے ہے، اس لیے یہ کھلی گمراہی ہے۔ ﴿3﴾ اس قسم کی خواہشات سچائی، بھلائی، ہدایت، خیر خواہی کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوتیں۔ ﴿4﴾ اہل کتاب جب بھی اہل اسلام کے خلاف کوئی سازش کرتے ہیں اس وقت خود گمراہ ہو جاتے ہیں اور ان کی گمراہ کرنے کی کوشش خود ان کی گمراہی اور عذاب میں اضافے کا سبب بن جاتی ہیں۔

سوال4: ﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور وہ شعور نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور وہ شعور نہیں رکھتے'' انہیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ان کی کوشش، ان ہی کو نقصان پہنچا رہی ہے اور وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ رہے۔(تفسیر منان:380/1)

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ(70)﴾

''اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ تم گواہی دیتے ہو!''(70)

سوال1: ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیوں کرتے ہو؟'' اہل کتاب قرآن مجید کی دعوت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے، اس کی کیا وجہ تھی؟

جواب: اہل کتاب قرآن مجید کی دعوت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ﴿1﴾ ان کے اندر یہ احساس تھا کہ وہ پہلے سے حق پر ہیں۔ ﴿2﴾ حق پرستوں کے سب سے بڑے گروہ (بنی اسرائیل) سے وابستگی رکھتے ہیں۔

سوال2: ﴿وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ﴾ ''حالانکہ تم گواہی دیتے ہو!'' اہل کتاب کی گواہی سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''حالانکہ تم گواہی دیتے ہو!'' یہاں اہل کتاب کی گواہی سے مراد نبی ﷺ کی صداقت اور آپ ﷺ کے حق پر ہونے کا علم ہے۔ بعض واقعات آپ لوگ ایک دوسرے کو خفیہ طور پر بتا بھی دیتے ہو۔

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(71)﴾

''اے اہل کتاب! تم حق کو باطل سے گڈمڈ کیوں کرتے ہو اور کیوں تم حق کو چھپاتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے بھی ہو!''(71)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: اس آیت میں یہودیوں کے کون سے جرائم کی نشان دہی کی گئی ہے؟

جواب: اس آیت میں یہودیوں کے دو بڑے جرائم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ﴿1﴾ حق اور باطل کو ملانا تاکہ لوگوں کو حق کا پتہ نہ چل سکے۔ ﴿2﴾ حق کو چھپانا تاکہ لوگ نبی ﷺ کے بارے میں یہ نہ جان سکیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں جن کی گواہی تورات میں ان کے اوصاف سے دی گئی ہے۔

سوال2: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾ ''اے اہل کتاب! تم حق کو باطل سے گڈ مڈ کیوں کرتے ہو'' حق کو باطل سے گڈ مڈ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اے اہل کتاب! تم حق کو باطل سے گڈ مڈ کیوں کرتے ہو'' حق کو باطل سے گڈ مڈ کرنے سے مراد یہودیت اور نصرانیت کو اسلام سے ملانا ہے۔ آپ جانتے ہو کہ اس دین کے سوا اللہ تعالیٰ کوئی دین قبول نہیں کریں گے اور اسلام کے بغیر کسی عمل کی جزا نہیں ملے گی ۔(جامع البیان:335/3) ﴿2﴾ اللہ رب العزت نے حق کو باطل کے ساتھ ملانے پر ان کی گوش حالی کی ہے کیونکہ وہ دو طریقوں سے اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو گمراہ کرتے ہیں حالانکہ علم والوں کا فرض ہے کہ وہ حق کو باطل سے اور پاک کو ناپاک سے، حلال کو حرام سے، صحیح کو غلط سے الگ کر دیں تاکہ لوگ ہدایت پر قائم رہیں۔ ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ﴾ اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرتے رہو گے اور تم اس کو نہیں چھپاؤ گے تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا۔ (آل عمران:187)

سوال3: آج کے دور میں مسلمان حق کو باطل سے کیسے گڈ مڈ کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ آج کے دور میں مسلمان حق کو باطل سے ایسے گڈ مڈ کرتے ہیں کہ جو لوگ سچے دین کی دعوت لے کر اٹھتے ہیں ان پر کوئی الزام لگا دیتے ہیں اس طرح لوگ ان افراد کے بارے میں ہی نہیں دین کے بارے میں بھی شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو لوگ دین کی دعوت لے کر اٹھتے ہیں ان کے بارے میں کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں، طرح طرح کے الجھن میں ڈالنے والے سوالات چھیڑنے سے لوگوں کو شک میں مبتلا کرتے ہیں تاکہ لوگ خود بھی الجھیں اور دوسروں کو بھی الجھائیں۔ یہ معاملہ شخصیات تک محدود نہیں رہتا بلکہ لوگ دین کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ﴿3﴾ لوگ دین کی دعوت لے کر اٹھنے والوں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں، ان پر اعتراضات کرتے ہیں جس سے صرف شخصیات کے بارے میں رائے خراب نہیں ہوتی دین بھی مشتبہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح مسلمان حق کو باطل سے گڈ مڈ کرتے ہیں۔

سوال4: ﴿وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ''اور کیوں تم حق کو چھپاتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے بھی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور کیوں تم حق کو چھپاتے ہو؟'' یعنی نبی ﷺ کی شان کے بارے میں جو کچھ تورات اور انجیل میں آیا ہے اس کو چھپاتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو۔﴿2﴾'' حالانکہ تم جانتے بھی ہو'' مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ اسلام دین حق ہے جیسا کہ فرمایا:﴿ اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ ﴾ '' یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے'' اور محمد ﷺ کا معاملہ حق ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:2/678)

سوال5: اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے کیسے جھنجھوڑا ہے اور کیسے ان کے رویۓ کی طرف توجہ دلائی ہے، وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے جھنجھوڑا ہے'' اے اہل کتاب! تم حق کو باطل سے گڈ مڈ کیوں کرتے ہو اور کیوں تم حق کو چھپاتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے بھی ہو!'' تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیوں کر رہے ہو باوجود اس کے کہ حق کے دلائل تمہارے پاس موجود ہیں؟ (i) تم ذاتی مصلحتوں اور خواہشوں کی بناء پر انکار کر رہے ہو۔(ii) تم لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے کفر کر رہے ہو۔﴿2﴾ تم حق پر باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بنا رہے ہو۔(i) اسلامی علوم میں تم نے حق کو باطل سے گڈ مڈ کر دیا ہے۔(ii) تم نے اسلامی تاریخ کے واقعات میں ملاوٹ کی ہے۔(iii) تم نے ذخیرہ احادیث میں جعلی احادیث ملانے کی کوشش کی ہے جس کا پردہ الحمدللہ محدثین نے چاک کر دیا۔ آج صحیح اور غیر صحیح احادیث کو انہوں نے واضح کر دیا۔(iv) تم نے ذخیرہ تفسیر میں ملاوٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔(v) تم نے مسلمانوں میں ایسے لوگ داخل کیے جنہوں نے مسلمان بن کر مسلمانوں کو گمراہ کیا ہے۔(vi) مستشرقین نے طالب علموں کی ایک فوج بنائی ہے جو مسلمانوں کے اندر انتہائی اہم فکری مقامات پر قبضہ کیے ہوئے ہے۔(vii) تم میں سے بے شمار ایسے لیڈر ہیں جنہیں یہودیوں اور عیسائیوں نے ہمارا لیڈر بنا دیا ہے۔ (الف) جو حق کو چھپاتے ہیں۔(ب) جو حق کو ضائع کرتے ہیں۔(ج) جو حقیقت پر پردہ ڈالتے ہیں۔(ج) جو باطل کو حق بنا کر پیش کرتے ہیں۔

سوال6: اہل کتاب (یہودیوں اور عیسائیوں) کی سازشوں سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں؟

جواب: ہمارے لیے جائے پناہ قرآن مجید ہے جو محفوظ ترین کتاب ہے۔ اس قرآن مجید کو سمجھ کر، اس قرآن مجید کے پیغام کو پھیلا کر، اس قرآن مجید کے دامن میں امت مسلمہ کو پناہ دلوا کر ہمیں محفوظ پناہ مل سکتی ہے۔

رکوع نمبر16

﴿ وَقَالَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اٰمِنُوۡا بِالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَجۡهَ النَّهَارِ وَاكۡفُرُوۡۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ(72) ﴾

'' اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ دن کے آغاز میں تم اس پر ایمان لاؤ جو نازل کیا گیا ان پر جو ایمان لائے۔ اور تم اس کی شام کو کفر کرو تاکہ وہ واپس لوٹ آئیں۔''(72)

سوال1:﴿ وَقَالَتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اٰمِنُوۡا بِالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَجۡهَ النَّهَارِ وَاكۡفُرُوۡۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'' اوراہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ دن کے آغاز میں تم اس پر ایمان لاؤ جو نازل کیا گیا ان پر جو ایمان لائے اور تم اس کی شام کو کفر کرو تا کہ وہ واپس لوٹ آئیں'' صبح اسلام لا کر شام پھر جانے کے لوگوں پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: '' اوراہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ دن کے آغاز میں تم اس پر ایمان لاؤ جو نازل کیا گیا ان پر جو ایمان لائے اور تم اس کی شام کو کفر کرو تا کہ وہ واپس لوٹ آئیں'' ﴿1﴾ صبح اسلام لا کر شام پھر جانے کے لوگوں پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ عرب امیوں کے ذہن میں یہ تھا کہ اہل کتاب آسمانی کتابوں کو جانتے ہیں اگر وہ صبح ایمان لاتے ہیں اور شام کو پھر جاتے ہیں تو ضرور انہوں نے اسلام میں کوئی خفیہ کمزوری اور نقص پکڑا ہوگا۔ ﴿2﴾ کمزور طبیعت کے لوگ اور کم فہم لوگ جو دین کی حقیقت کو اچھی طرح نہیں سمجھتے اور جو ثابت قدم نہیں ہوتے متاثر ہوتے ہیں۔ اسلام کے بارے میں ان کے دل میں خلجان پیدا ہوتا ہے۔

سوال 2: یہودیوں اور عیسائیوں کی جانب سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے کیا جدید طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں اور عیسائیوں کی جانب سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے پورے عالم اسلام میں ایسے اساتذہ، محققین اور فلسفی چھوڑے ہوئے ہیں جو اسلام دشمنوں کے ایجنٹ ہیں۔ ﴿2﴾ انہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے ایسے مصنفین، شعراء، فن کار اور صحافی اپنے جال میں پھنسائے ہوئے ہیں جن کے نام مسلمانوں جیسے ہیں، جو مسلمانوں کی اولاد ہیں لیکن اسلام دشمنی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ﴿3﴾ ان تمام افراد کے کام یہ ہیں: (i) مسلمانوں کے دل ودماغ میں علم وادب، صحافت اور فن کے ذریعے سے شکوک وشبہات پھیلانا۔ (ii) اسلامی نظریہ حیات کا مذاق اڑانا۔ (iii) اسلام کے اصولوں کی قدر و قیمت کم کرنا۔ (iv) اسلامی نظریہ حیات کو رجعت پسندی قرار دینا۔ (v) اسلامی تاریخ کا حلیہ بگاڑنا۔ (vi) ہر وقت تبلیغ کرنا کہ اسلامی نظریہ حیات کو چھوڑ دیا جائے، اسے عملی زندگی سے نکال دیا جائے۔ (v) اخلاقی بنیادیں گرانا۔ (vi) جنسیت کو ہر قید وبند سے آزاد کرنا، اس کے لیے میراتھن ریس، فیشن میگزین، فیشن شوز کا انعقاد کرنا۔ (vii) مسلمانوں کے ذہنوں اور ان کے طرز عمل میں ایسے تصورات اور روایات کو فروغ دینا جو اسلامی تصورات کے متضاد ہوں۔

سوال 3: مسلمان جب اہل کتاب کے ایجنٹ بن کر یہ کام کرتے ہیں تو بظاہر ان کا اسلام برقرار رہتا ہے، یہ کیسا طریقہ کار ہے؟

جواب: یہ وہی طریقہ کار ہے جس کے بارے میں رب نے فرمایا: صبح کو اسلام لاتے ہیں، شام کو انکار کر دیتے ہیں۔

﴿ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (73) ﴾

'' اور تم کسی کا یقین نہ کرو سوائے اس کے جو تمہارے دین کی اتباع کرے، آپ کہہ دو یقیناً ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے، یہ (نہ ماننا) کہ کسی ایک کو اس جیسا دیا جائے جو تمہیں دیا گیا تھا، یا وہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے۔ آپ کہہ دیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے ہاتھ میں فضل ہے، جس کو وہ چاہتا ہے، عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"(73)

سوال1: ﴿ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ﴾ "اور تم کسی کا یقین نہ کرو سوائے اس کے جو تمہارے دین کی اتباع کرے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ "اور تم کسی کا یقین نہ کرو سوائے اس کے جو تمہارے دین کی اتباع کرے" یقین اور اعتماد صرف اس پر کرو جو تمہارے دین کو ماننے والا ہے۔ ﴿2﴾ "سوائے اس کے جو تمہارے دین کی اتباع کرے" یعنی مسلمانوں کے مقابلے میں صرف اپنے دین کی اتباع کرنے والوں پر اپنے راز کھولو۔ ﴿3﴾ مسلمانوں کو ان سازشوں کی خبر اس لیے نہ دو کہ کہیں رب کے حضور پیش کرنے کے لیے انہیں تمہارے خلاف قوی حجت نہ مل جائے۔

سوال2: یہودیوں کے اندر مسلمانوں کے لئے بغض کیوں تھا؟

جواب: یہودیوں کے اندر مسلمانوں کے لئے بغض اس لئے تھا کہ نبوت بنی اسرئیل سے بنی اسماعیل میں چلی گئی تھی۔

سوال3: ﴿ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ﴾ "آپ کہہ دو یقیناً ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ "ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے" اور وہ اسلام ہے۔ ﴿2﴾ یہ حق بیان اور کامل توفیق ہے۔ یہود نے ہدایت اور گمراہی کو ملا دیا اور لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ (ایسر التفاسیر:182، 183) ﴿3﴾ "آپ کہہ دو یقیناً ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے" یہود گمان کرتے تھے کہ وہ حق اور ہدایت پر ہیں حالانکہ یہودیت بدعت ہے۔ ﴿4﴾ "ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے" اس سے مراد ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ جس کو چاہے ہدایت دے، جس کو چاہے نہ دے کسی کا مکر اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

سوال4: ﴿ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ ﴾ "یہ (نہ ماننا) کہ کسی ایک کو اس جیسا دیا جائے جو تمہیں دیا گیا تھا" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ "یہ (نہ ماننا) کہ کسی ایک کو اس جیسا دیا جائے جو تمہیں دیا گیا تھا" یہودیوں کے قول کا تذکرہ ہے کہ یہ مت تسلیم کرو کہ نبوت کسی اور کو بھی مل سکتی ہے اور یہ کہ یہودیت کے علاوہ کوئی اور دین بھی حق ہو سکتا ہے۔ ﴿2﴾ یہودیوں کا قول ہے کہ یہ مت تسلیم کرو کہ کسی اور کو دین، نبوت اور فضل بھی مل سکتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:182)

سوال5: ﴿ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ﴾ "یا وہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے" کی وضاحت کریں؟

جواب: یہودیوں کے قول کا تذکرہ ہے کہ اگر تم ان کے سامنے نبی اور دین اسلام کے حق ہونے کا اعتراف کرو گے تو وہ تم سے قیامت کے دن تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے اور تمہارے خلاف ان کے پاس دلیل ہو گی۔ اس وجہ سے وہ یہودیت کے دین حق ہونے پر اصرار کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہودیت کے ماسوا ہر دین باطل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 6: ﴿ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں فضل ہے، جس کو وہ چاہتا ہے، عطا کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں فضل ہے، جس کو وہ چاہتا ہے، عطا کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ آپ کہہ دو کہ ایمان کی توفیق اور اسلام کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، یہود کے ہاتھ میں نہیں۔ ﴿2﴾ یعنی نبوت، کتاب اور ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔ (تفسیر سمرقندی:223/1) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے نبوت، کتاب اور ہدایت عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔

سوال 7: ﴿ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اپنے فضل میں وسعت والا ہے۔ وہ علیم جانتا ہے کہ دین اور شریعت کا مستحق کون ہے جسے وہ عطا کرے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ واسع العطاء ہے اور وہ علیم ہے مستحق کو جانتا ہے، وہ اسی کو عطا کرتا ہے جو اس کے اہل ہو۔ (تفسیر مراغی:527/1) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تنگ دلی سے اپنے علیم ہونے کا یقین دلایا ہے کہ وہ اپنے سوا کسی اور کا حق نہیں سمجھتے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا دین اور شریعت مل جائے جب کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ دین اور شریعت کسے عطا کرے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنی وسعت کا یقین دلایا کہ وہ جسے چاہے دے۔ یقیناً وہ وسعت والا ہے، جاننے والا ہے۔

﴿ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (74) ﴾

''وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔'' (74)

سوال 1: ﴿ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے'' رحمت سے خاص کر لینے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے'' رحمت سے مراد دین کی نعمت اور اس کی تکمیل کرنے والی چیزیں ہیں۔ ﴿2﴾ رحمت سے مراد قرآن، اسلام اور نبوت ہے۔ ﴿3﴾ رحمت سے خاص کر لینے سے مراد کسی کو اپنے دین کی نمائندگی کے لیے قبول کرنا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا فیصلہ کس بنیاد پر ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت (نبوت) کا فیصلہ گروہی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ یہ فضل اسی پر ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق پسند کریں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت قرآن اور اسلام کے لیے اس کو خاص کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق پسند کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال3: ﴿وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اوراللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' اس کے فضل کی وسعت بیان نہیں کی جاسکتی۔ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں آ سکتا۔ ﴿2﴾ اس کا فضل اوراحسان وہاں تک پہنچتا ہے جہاں تک اس کا علم پہنچتا ہے جو ہر شے کو محیط ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے دین اورشریعت عطا کرنے کے لئے اپنے اختیار سے اپنے فضل کا شعور دلایا ہے کہ وہ اس رحمت کے لئے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔

﴿وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (75)﴾

''اوراہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں کہ آپ اگراس کوایک خزانے کا امین بنادوتو بھی وہ اس کوادا کردے گااوران میں ایسے بھی ہیں کہ آپ اگراس کوایک دینار بھی امانت دووہ بھی آپ کواس وقت تک ادانہیں کرے گامگر جب تک آپ ان کے سر پر کھڑے رہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ یقیناً انہوں نے کہا کہ ان پڑھوں کے بارے میں ہم پر کوئی راستہ نہیں اوروہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔'' (75)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: اشعث بن قیس کہتے ہیں کہ یہ آیت میرے حق میں اتری۔ میرے چچازاد بھائی کی زمین میں میرا کنواں تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ''گواہ لاؤ'' ورنہ اس سے قسم لے لو۔ میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! وہ تو قسم کھاجائے گا'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جوشخص کسی مسلمان کا مال مارلینے کی نیت سے خواہ مخواہ جھوٹی قسم کھائے تو جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

سوال2: ﴿وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ﴾ ''اوراہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں کہ آپ اگراس کوایک خزانے کا امین بنادوتو بھی وہ اس کوادا کردے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اوراہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں کہ آپ اگراس کوایک خزانے کا امین بنادوتو بھی وہ اس کوادا کردے گا'' جیسے سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جن کوایک قریشی نے بارہ سواوقیہ سونا دیا تو انہوں نے واپس لوٹا دیا۔

سوال3: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا﴾ ''اوران میں ایسے بھی ہیں کہ آپ اگراس کوایک دینار بھی امانت دووہ بھی آپ کواس وقت تک ادانہیں کرے گامگر جب تک آپ ان کے سر پر کھڑے رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اوران میں ایسے بھی ہیں کہ آپ اگراس کوایک دینار بھی امانت دووہ بھی آپ کواس وقت تک ادانہیں کرے گامگر جب تک آپ ان کے سر پر کھڑے رہو'' اوراہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں کہ امانت میں خیانت کرتے ہیں۔ اگر آپ اس کو قلیل چیز بھی دوتو وہ آپ کو اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وقت تک ادانہیں کرے گا جب تک آپ اس کے سر پر کھڑے ہو کر اس سے مطالبہ نہ کرو۔ان لوگوں میں کعب بن اشرف بھی شامل تھا۔ (تفسیر مراغی:529/1)

سوال4: یہودی (ان پڑھ عربوں) غیر یہودیوں کے مال ناجائز ہڑپ کرنے میں حرج کیوں نہیں محسوس کرتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ یہودیوں کا کہنا یہ تھا کہ امانت و دیانت تو صرف ایک یہودی کے دوسرے یہودی کے درمیان معاملات کے لیے ہے۔اس لیے وہ (ان پڑھ عربوں) غیر یہودیوں کے مال ناجائز ہڑپ کرنے میں حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ ﴿2﴾ تالمود میں کہا گیا ہے کہ اگر اسرائیلی کا بیل کسی غیر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔مگر غیر اسرائیلی کا بیل اگر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کر دے تو اس پر تاوان ہے۔نیز اگر کسی کو کوئی گری پڑی چیز ملے تو اسے دیکھنا چاہیے کہ گردو پیش آبادی کن لوگوں کی ہے۔اگر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے اعلان کرنا چاہیے اور اگر غیر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے بلا اعلان وہ چیز رکھ لینی چاہیے۔(تیسیر القرآن:1/ 280.281) ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگ مسئلہ پوچھتے تھے کہ ذمی یا کفار کی مرغی، بکری وغیرہ کبھی غزوے کی حالت میں ہمیں مل جاتی ہے تو ہم تو سمجھتے ہیں کہ اسے لینے میں کوئی حرج نہیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک یہی اہل کتاب بھی کہتے تھے کہ امیوں کا مال لینے میں کوئی حرج نہیں، سنو جب وہ جزیہ ادا کر رہے ہیں تو ان کا کوئی مال تم پر حلال نہیں، ہاں وہ اپنی خوشی سے دے دیں تو اور بات ہے۔(عبدالرزاق)

سوال5: یہودیوں کے اخلاق پر جو روشنی قرآن مجید نے ان آیات میں ڈالی ہے، واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن مجید نے یہودیوں کے اخلاق پر جو روشنی ان آیات میں ڈالی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے اخلاق و آداب کے پیمانے مختلف تھے۔ ﴿2﴾ ان میں سے کچھ لوگوں پر آپ اعتماد کر سکتے ہیں، مال کا ڈھیر بھی مل جائے تو وہ ادا کر دیں گے۔ ﴿3﴾ یہودیوں کا کہنا یہ تھا کہ امانت و دیانت تو صرف ایک یہودی کے دوسرے یہودی کے درمیان معاملات کے لیے ہے۔ ﴿4﴾ غیر یہودیوں (عربوں) کے مال تلف کرنے، ناجائز ہڑپ کرنے میں حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ ﴿5﴾ یہودی اپنے سارے اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کو ذمہ دار ٹھہراتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کسی فحش بات کا حکم نہیں دیتا۔

سوال6: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' تفسیر ابن کثیر میں سیدنا سعید بن جبیر سے نقل ہے کہ جب اہل کتاب نے (لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ) کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کذب اعداء اللہ ''اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نے جھوٹ کہا۔'' ﴿2﴾ اس طرح وہ دوگناہوں کے مرتکب ہوئے۔حرام کھانا اور حرام خوری کو حلال سمجھنا۔یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ ﴿3﴾ جو عالم حرام اشیاء کو حلال کہتا ہے وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم سناتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم نہیں ہوتا، اسی کو جھوٹ کہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔(تفسیر سعدی:383/1)

﴿ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ(76) ﴾

''کیوں نہیں؟ جو بھی اپنا عہد پورا کرے اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''(76)

سوال1: ﴿ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى ﴾ ''کیوں نہیں جو بھی اپنا عہد پورا کرے اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''کیوں نہیں جو بھی اپنا عہد پورا کرے اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے'' عہد پورا کرنے سے یہاں مراد نبی ﷺ پر ایمان لانے کے لئے وہ عہد ہے جو ہر نبی کے واسطے سے ان کی امتوں سے لیا گیا۔ ﴿2﴾ اس عہد سے مراد وہ وعدہ ہے جو بندے اور رب کے درمیان ہے۔ ﴿3﴾ اس میں اللہ تعالیٰ کے وہ تمام حق شامل ہیں جو اس نے بندے پر واجب کیے ہیں۔ ﴿4﴾ اس عہد میں وہ وعدہ بھی شامل ہے جو بندے کا دوسرے بندوں سے ہوتا ہے اور اپنے عہد کو وہ پورا کرسکتا ہے جو خدا خوفی رکھتا ہو۔

سوال2: ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' جو شخص حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق سب گناہوں سے بچتا ہے وہ متقی ہے جس سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے خواہ وہ ''عرب ان پڑھ لوگوں'' میں سے ہو یا دوسروں میں سے ہو۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے کون سے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ امانت کو پورا کرنے والے۔ ﴿2﴾ عہد وفا کرنے والے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ(77) ﴾

''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔''(77)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص مال بیچنے کے لیے کھڑا ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھالی کہ میں نے اس کے عوض اتنا اتنا مال دیا ہے (اور یہ جھوٹ تھا کیونکہ اس نے اتنا مال نہیں دیا تھا جتنا اس نے بتایا۔ تاجروں کی عادت ہوتی ہے کہ زیادہ نفع کمانے کے لیے گاہک کے سامنے جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں کہ میں نے تو خود اتنے میں خریدا ہے) اس پر آیت (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثَمَنًا قَلِيْلًا) نازل ہوئی۔(بخاری کتاب التفسیر:166/5)

سوال2:﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴾ ''یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں''اللہ تعالیٰ کے عہد کوتھوڑی قیمت پر بیچ ڈالنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾''توبلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے''اللہ تعالیٰ کے عہد سے مراد اس کی فرماں برداری اور تمام ذمہ داریوں کی ادائیگی ہے۔﴿2﴾اطاعت ایک عہد ہے جو ایمان لانے والے اپنے رب سے کرتے ہیں۔﴿3﴾جولوگ دنیا کے فائدوں، مصلحتوں اور مفادات کے لئے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سے رک جائیں، مصلحت کا شکار ہو جائیں وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں۔﴿4﴾تھوڑی قیمت سے مراد دنیا کے فائدے ہیں جو آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑے ہیں۔ایک شخص جب ایمان لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے فرماں برداری کا اور تمام ذمہ داریوں کی ادائیگی کا عہد کرتا ہے جو شریعت کی طرف سے عائد ہوتی ہیں۔اس عہد کے لیے فائدوں اور مصلحتوں کی قربانی دینی پڑتی ہے۔﴿5﴾عہد والی زندگی وہ نباہ سکتا ہے جو نفع ونقصان کو نظرانداز کر کے یہ زندگی اختیار کرے۔جو ہر مفاد کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد یاد رکھے۔جو دنیا پر آخرت کو ترجیح دے۔﴿6﴾اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو وہ بیچ ڈالتا ہے جو آخرت کو اپنی دنیا کا سودا بنا لے، جو اپنے فائدوں اور مصلحتوں کی طرف جھک جائے۔﴿7﴾جس کے نفس پر چوٹ پڑے یا دنیا کے مفاد کو خطرے میں دیکھے تو اللہ تعالیٰ کے عہد کو نظرانداز کر دے اور دنیا کو ترجیح دے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''منافق کی علامتیں تین ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔''(صحیح بخاری:2749)

سوال3:ایفائے عہد کا تعلق کس چیز کے ساتھ ہے؟

جواب:﴿1﴾ایفائے عہد کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کا خوف ہے جو وعدے پورے کرواتا ہے۔﴿3﴾ایفائے عہد مصلحتوں کی بنیاد پر نہیں ہوتا۔

سوال4:﴿ أُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا''﴿1﴾یعنی وہاں انہیں کوئی خیر اور بھلائی حاصل نہیں ہوگی۔(تفسیر سعدی:384/1)﴿2﴾آخرت کی خیر اور بھلائیوں، جنت کی نعمتوں میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔(ایسرالتفاسیر:183)

سوال5:﴿ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اور اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے اس لیے بات نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناراض ہوگا کیونکہ انہوں نے رب کی رضا سے خواہش نفس کو مقدم سمجھا ہے۔ ﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کوئی مال حاصل کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔ (صحیح بخاری:4549) ﴿3﴾ ''اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا'' اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگا اس لیے قیامت کے دن ان کی طرف نہیں دیکھے گا۔

سوال 6: ﴿وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ''اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا'' ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے گناہوں سے پاک نہیں کرے گا نہ ان کے عیب زائل کرے گا۔ ﴿2﴾ بدبختی کے گھر میں ان کے لیے ہمیشہ قائم رہنے والا عذاب ہے۔ (ایسر التفاسیر:184) ﴿3﴾ جس سے دلوں کو بھی تکلیف ہوگی اور بدنوں کو بھی وہ ہے ناراضی کا عذاب، دیدار الٰہی سے محرومی کا عذاب اور جہنم کا عذاب۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ (تفسیر سعدی:384/1) ﴿4﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک وصاف کرے گا (معاف کرے گا) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین بار یہ فرمایا۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ لوگ تو سخت نقصان اور خسارے میں ہوں گے، یہ کون لوگ ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا اور دے کر احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔'' (صحیح مسلم:293) ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے والوں کو سزا سنائی ہے ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی طرف نہیں دیکھے گا، اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔

﴿وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ ۚ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (78)﴾

''اور بلاشبہ ان میں یقیناً ایک گروہ وہ ہے جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کو مروڑتے ہیں تاکہ تم اسے بھی کتاب ہی سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔'' (78)

سوال 1: ﴿وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا﴾ ''اور بلاشبہ ان میں یقیناً ایک گروہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور بلاشبہ ان میں ایک گروہ ہے'' ایک گروہ سے مراد یہود کا گروہ ہے جو مدینہ میں نبی ﷺ کے معاصرین تھے۔ ﴿2﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کعب بن اشرف، مالک بن صیف اوران کی طرح کے لوگ تھے۔(تفسیر مراغی:532,533/1)

سوال2:﴿ يَلْوُنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ ﴾''وہ کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کو مروڑتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''وہ کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کو مروڑتے ہیں'' مجاہد کا قول ہے کہ وہ تحریف کرتے ہیں۔(جامع البیان:349/3)﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد یہودی ہیں جو کتاب میں وہ اضافہ کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کیا۔(فتح القدیر:450,451/1)

سوال3:﴿ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ﴾''تاکہ تم اسے بھی کتاب ہی سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''تاکہ تم اسے بھی کتاب ہی سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے'' اس میں لفظی تحریف بھی شامل ہے اور معنوی تحریف بھی۔﴿2﴾''تاکہ تم اسے بھی کتاب ہی سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے'' یعنی وہ اپنی زبانوں کو مروڑ کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے یہی مراد ہے حالانکہ حقیقت میں وہ مراد نہیں ہوتی۔انہوں نے وہ بات سمجھائی جو کتاب سے مراد نہیں۔

سوال4:﴿ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ﴾''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں'' جو لفظ حق معنی پر دلالت کرتا ہے اس سے وہ باطل معنی مراد لیتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت سے باخبر ہوتے ہیں۔

سوال5: دین میں ملاوٹ کیسے ہوتی ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو خود ساختہ معنی پہنا کر۔﴿2﴾دینی تعلیمات کو اپنے رویے کے مطابق ڈھال کر۔(i) کبھی الفاظ بدل کر (زبان کے ہیر پھیر سے)(ii) کبھی الفاظ کا مفہوم بدل کر۔﴿3﴾اپنے آپ کو بدلنے کی بجائے کتاب بدل کر۔﴿4﴾جو چیز کتاب الٰہی میں نہیں اس کو عین کتاب الٰہی بنا کر۔

سوال6:﴿ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾''اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' یہودی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ صحیح مفہوم کی نفی کرتے ہیں اور غلط مفہوم کا اثبات کرتے ہیں۔﴿2﴾وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں، یہ علم کے بغیر اللہ تعالیٰ پر بات کرنے سے زیادہ بڑا جرم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ (79) ﴾

''کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، بلکہ رب والے ہو جاؤ اس وجہ سے جو تم کتاب سکھاتے تھے اور اس وجہ سے جو تم پڑھتے تھے۔'' (79)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ علمائے یہود اور نجران کے نصاریٰ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے اور آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو ابو رافع قرظی نے کہا: اے محمد! کیا تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری عبادت کریں جس طرح نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں؟ تو ایک نصرانی نے بھی کہا: اے محمد! کیا تم واقعی ہم سے یہ چاہتے ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیر اللہ کی عبادت کرنے یا اس کا حکم دینے سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے نہیں بھیجا ہے، اور نہ ہی اس کا حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال 2: ﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ﴾ ''کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت دے'' ﴿1﴾ ﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ ﴾ سے مراد ہے کہ کسی انسان کے لائق نہیں جسے اللہ تعالیٰ کتاب، حکم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ ﴿2﴾ الکتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی وحی ہے۔ ﴿3﴾ والحکم سے مراد حکمت یعنی دین کی سمجھ اور شریعت کے اسرار ہیں۔ ﴿4﴾ نبوت سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کو غیب کی خبریں دینے اور وحی سے کلام کرنے کا عطا کردہ شرف ہے۔ (ایسر التفاسیر: 184,185) ﴿5﴾ ''الحکم'' سے مراد حکمت ہے اور وہ شریعت کی سمجھ اور فہم قرآن ہے جس پر عمل کرنا واجب ہے۔ (تفسیر منیر: 298/2)

سوال 3: ﴿ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ'' جس پر اللہ تعالیٰ کتاب نازل کرے، اسے علم سکھائے اور مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے، اس کے لیے ناممکن ہے کہ وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ ایسی بات کا کسی نبی کی زبان سے ادا ہونا سب سے محال ہے۔ انبیائے کرام اعلیٰ کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ سیدنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جو پہلے عیسائی تھے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم نے اپنے علماء ومشائخ کورب تونہیں بنارکھا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہ تھی کہ جس چیز کووہ حلال کہتے تم اسے حلال اور جسے وہ حرام کہتے تم اسے حرام تسلیم کرتے تھے؟عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہاں یہ بات توتھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''یہی رب بنانا ہوتا ہے۔''(تیسیر القرآن:283/1)﴿3﴾ایک مرتبہ فارس کے جہاد کے موقعہ پرسیدنا ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ بطورسفیررستم کے پاس تشریف لے گئے۔رستم اہل فارس کا صاحب اقتدارتھا۔رستم نے کہا: تم لوگ کیوں آئے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کوبھیجا ہے تاکہ بندوں کی عبادت سے نکال کراللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لے جائیں اور جوموجودہ ادیان ہیں ان کے ظلم سے بچا کر اسلام کے عدل کی طرف لے آئیں۔(ابن کثیر:البدایۃ فی ذکر یوم القادسیۃ)

سوال4:﴿وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾''بلکہ رب والے ہوجاؤاس وجہ سے جوتم کتاب سکھاتے تھےاوراس وجہ سے جوتم پڑھتے تھے''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾''بلکہ رب والے ہوجاؤاس وجہ سے جوتم کتاب سکھاتے تھےاوراس وجہ سے جوتم پڑھتے تھے''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رب والے سے مراد حلماء،علماء،حکماء ہیں۔(تفسیرسفیان الثوري:78)نبی اسلام لاکر کفر کا حکم کیسے دے سکتا ہے۔تمام انبیاء یہ دعوت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔وہی رب ہے،ہم سب اس کے بندے ہیں اورسب اسی کی اطاعت اور بندگی بجالائیں۔﴿2﴾ کوئی نبی لوگوں کوہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرسکتا۔﴿3﴾ کوئی نبی یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبیوں اورفرشتوں کورب بنالو۔﴿4﴾نبی اسلام کے راہ نما ہوتے ہیں۔اسلام سے نکالنے کے لیے راہ نما نہیں بنتے لہٰذا یہ دعویٰ کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام الٰہ ہیں بے بنیاد ہے۔تم ربانی بن جاؤاس سبب سے کہ تم دوسروں کوتعلیم دیتے ہو۔اس میں یہ بات بھی آجاتی ہے کہ تم خوداہل علم ہو۔تم اللہ تعالیٰ کی کتاب اوررسول کی سنت پڑھتے ہو۔اس کے پڑھنے پڑھانے سے علم پختہ ہوتا ہےاور باقی رہتا ہے۔

سوال5:﴿بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾''اس وجہ سے جوتم کتاب سکھاتے تھےاوراس وجہ سے جوتم پڑھتے تھے'' ربانی تعلیم کی پہچان کیا ہے؟

جواب:''اس وجہ سے جوتم کتاب سکھاتے تھےاوراس وجہ سے جوتم پڑھتے تھے''﴿1﴾ربانی تعلیم کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کواس سے ملائے۔﴿2﴾وہ تعلیم لوگوں کے اندراللہ تعالیٰ کے خوف اورمحبت کے جذبات پیدا کرے۔﴿3﴾وہ تعلیم جوانسانوں کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دے۔

سوال6:کون سی تعلیم ربانی نہیں ہے؟

جواب:﴿1﴾جوتعلیم خدا پرستی کے علاوہ کسی اورذات کی طرف رخ موڑنے والی ہو۔﴿2﴾جوتعلیم شخصیت پرستی پیدا کرے۔﴿3﴾ جو انسانی جذبات کا مرکز غیراللہ کوبناتی ہووہ باطل ہے چاہے اس پرحق کا لیبل لگا ہوا ہو۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں ایسے علم سے جو نفع نہ پہنچائے اور ایسے دل سے جو اللہ تعالیٰ کے لئے نہ جھکے۔'' (صحیح مسلم:6906)

سوال 7: ربانی تعلیم کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ علم صحیح اور اس کی سمجھ اور اسرار شریعت کا فہم، عمل اور اطاعت کا تقاضا کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی جتنی معرفت رکھتا ہے اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت اور نبوت دے تو وہ سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے وہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرتا ہے۔ یہی ربانی تعلیم کا تقاضا ہے۔ ﴿2﴾ جو شرعی علوم کا علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل کرنا ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا علم اس کے لیے وبال، اس کی ہلاکت، فساد اور اس کی گمراہی کی دلیل بن جاتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا قرب عمل کے بغیر ممکن نہیں۔ جس علم کے مطابق عمل نہیں کیا جاتا وہ علم صحیح نہیں رہتا۔ کفر اسلام کے منافی ہے اور اسلام دین فطرت ہے جو سارے انبیاء کا دین ہے۔ (تفسیر منیر:300/2)

﴿ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۚ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (80) ﴾

''اور نہ ہی وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بناؤ، کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا، اس کے بعد کہ تم فرماں بردار ہو۔'' (80)

سوال 1: ﴿ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ﴾ ''اور نہ ہی وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بناؤ'' فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اور نہ ہی وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بناؤ'' ﴿1﴾ ﴿ أَرْبَابًا ﴾: رب کی جمع ہے۔ جس کے معنی سید، معبود ہیں۔ ﴿2﴾ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے سے مراد یہ ہے کہ نبیوں اور فرشتوں کو رب والی صفات کا حامل سمجھنا۔ (i) ان کو نفع ونقصان کا مالک سمجھنا۔ (ii) ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا۔ (iii) اس کائنات کا نظام چلانے میں ان کے حصے کو تسلیم کرنا۔ ﴿3﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہیں نہ اپنی ذات کی عبادت کا حکم دے گا نہ کسی بھی دوسری مخلوق کی عبادت کا حکم دے گا خواہ وہ فرشتے ہوں یا انبیاء یا کوئی اور۔ (تفسیر سعدی:386/1)

سوال 2: ﴿ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴾ ''کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا، اس کے بعد کہ تم فرماں بردار ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا، اس کے بعد کہ تم فرماں بردار ہو'' یہاں کفر سے مراد اسلام کو رد کرنا ہے۔ ﴿2﴾ کسی نبی سے ایسی بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ تمہیں کفر کا حکم دے۔ جو شخص کسی نبی کی طرف ایسی بات منسوب کرتا ہے وہ بڑے گناہ کا بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔

رکوع نمبر 17

﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (81) ﴾

''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم نے اقرار کیا'' فرمایا: ''پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔'' (81)

سوال 1: ﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے'' اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے کون سا عہد لیا تھا؟

جواب: ''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے'' ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ جس رسول کو بھی کتاب اور حکمت دی جائے گی اس کا یہ فرض ہوگا کہ بعد میں آنے والے رسول کی تائید کرے۔ ﴿2﴾ بعد میں آنے والے رسول کی تائید کے لیے شرط یہ ہوگی کہ وہ رسول خود اس کی تعلیمات کی تائید و توثیق کر رہا ہو۔ ﴿3﴾ تمام رسول اپنے بعد میں آنے والے رسول کی شریعت کی اطاعت کریں گے۔ ﴿4﴾ تمام رسول اپنے بعد میں آنے والے رسول کی مدد کریں گے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر واجب کیا ہے کہ ایک دوسرے پر ایمان لائیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کریں کیونکہ ان کے پاس جو بھی احکام آئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہر چیز پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ وہ سب ایک اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چونکہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں لہٰذا تمام انبیائے کرام پر واجب ہے کہ جس نبی کو بھی آپ ﷺ کا زمانہ ملے وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ آپ کی پیروی کرے اور آپ کی مدد کرے کیونکہ آپ ان کے امام، پیشوا اور متبوع ہیں۔ ﴿6﴾ یہ آیت کریمہ نبی ﷺ کے بلند مرتبے اور عظمت شان کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ تمام انبیاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے افضل اور ان کے سردار ہیں۔(تفسیر سعدی:387/1)﴿7﴾اب قیامت تک نبی ﷺ کی اتباع واجب ہے اور نجات صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے ساتھ متعلق ہے۔اب کسی اور پیغمبر کی اطاعت نہیں ہوسکتی تو کسی اور کی ذات کیسے اطاعت کی مستحق ہوسکتی ہے۔﴿8﴾احادیث صحیحہ سے یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ کے بعد تا قیامت کوئی نبی نہیں آئے گا۔البتہ قیامت کے قریب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے۔مگر اس وقت ان کی حیثیت آپ ﷺ کے متبع کی ہوگی یعنی وہ شریعت محمدیہ کی اتباع کریں گے۔(تیسیر القرآن:283/1)

سوال2:﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾''تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے''پیغمبر پر ایمان لانے اور اس کی مدد کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾''تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے''یعنی اس کی رسالت کی تصدیق کرو گے۔﴿2﴾''اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے''پیغمبر کی مدد کرنے سے مراد پیغمبر کا ساتھ دینا،اس کے ساتھ تعصب نہ برتنا،اپنے آپ کو دین کا اجارہ دار نہ سمجھنا،حق کی مخالفت نہ کرنا اور اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جانا ہے۔

سوال3:﴿قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟''انہوں نے کہا:''ہم نے اقرار کیا''فرمایا:''پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں''کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾تمام انبیاء سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ تمہیں بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لانا ہوگا۔اس کی شریعت کی اطاعت کرنی ہوگی اور اس رسول کی مدد کرنا ہوگی۔یہاں اس عہد کا اللہ تعالیٰ نے اقرار کروایا ہے کہ اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے عہد کی بھاری ذمہ داری کو قبول کروایا تو انہوں نے کہا:''ہم نے اقرار کیا''﴿3﴾سب رسولوں نے اس عہد کی ذمہ داری کو قبول فرمایا۔﴿4﴾اس معاہدے پر اللہ تعالیٰ خود گواہ بنے ہیں۔﴿قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔''

سوال4:انبیاء سے لیا گیا عہد دین کا کیسا تصور پیش کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔﴿2﴾تمام انبیاء ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔﴿3﴾تمام انبیاء ایک دوسرے پر تکیہ کیے ہوئے ہیں۔﴿4﴾تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے پابند ہیں۔﴿5﴾دین ایک ہے۔﴿6﴾ساری انسانیت کو اسی ایک دین پر چلایا جائے گا جس میں کوئی تبدیلی نہیں۔﴿7﴾اس دین کو پہنچانے اور اس کو عملی نظام بنانے کے پیچھے انبیاء کا کوئی ذاتی مقصد نہیں ہوتا،نہ کسی ذاتی خواہش کا دخل ہوتا ہے،نہ انبیاء ذاتی عزت کے لیے کام کرتے ہیں۔﴿8﴾اللہ تعالیٰ کی ذات نے مختلف ادوار میں مختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نسلوں کی طرف دین کو پہنچایا ہے۔

سوال5: دین کے اس تصور اور انبیاء سے لیے جانے والے عہد کا کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دین کے اس تصور اور انبیاء سے لیے جانے والے عہد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا دین خالص ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ اس میں کوئی ذاتی تعصب نہیں ہوتا۔ ﴿3﴾ رسول کی ذات بھی اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ ﴿4﴾ رسول کی قوم کا اس دین پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ﴿5﴾ رسول کے ماننے والوں اور ان کے خاندانوں کے چھپے ہوئے اثرات سے بھی دین پاک رہتا ہے۔ ﴿6﴾ کسی شخصیت کا بھی اس دین پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ بھی ایک، دین بھی ایک اور انبیاء کا سلسلہ بھی ایک ہو جاتا ہے۔

سوال6: آج ہم رسولوں سے لیے جانے والے عہد کی وفاداری کیسے کر سکتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ دین کی سمجھ بوجھ پیدا کر کے دین پر ایمان لا کر عہد وفا کر سکتے ہیں۔ ﴿2﴾ رسولوں پر ایمان لا کر۔ ﴿3﴾ رسولوں کی پیروی کر کے۔ ﴿4﴾ رسولوں کی مدد کر کے۔ ﴿5﴾ اسلامی نظام قائم کر کے۔ ﴿6﴾ تمام دوسرے نظاموں کا مقابلہ کر کے۔

﴿فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (82)﴾

''پھر اس کے بعد جس شخص نے منہ موڑا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔'' (82)

سوال1: ﴿فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد جس شخص نے منہ موڑا'' رسول کی اطاعت سے کون منہ موڑ سکتا ہے؟

جواب: ''پھر اس کے بعد جس شخص نے منہ موڑا'' رسول کی اطاعت سے صرف وہی منہ موڑ سکتا ہے جو فاسق ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑنے والا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ وہی زمین میں فساد پھیلانے والا ہے۔ جو انبیائے کرام کا پیروکار ہے، یہودی ہو یا عیسائی یا کوئی اور اگر وہ محمد ﷺ پر ایمان نہیں لایا تو وہ اس پختہ عہد کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اس عہد شکنی کی سزا کے طور پر جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہو گیا ہے کیونکہ وہ نافرمان ہے۔

سوال2: اہل کتاب نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے کیوں منہ موڑا، واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اہل کتاب نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے تعصب کی وجہ سے منہ موڑا حالانکہ وہ دین جو ان اہل کتاب تک پہنچا رسولوں کے توسط سے پہنچا ہے۔ اس میں انہوں نے پختہ عہد کیا تھا کہ نبی ﷺ پر ایمان لائیں گے، ان کی مدد کریں گے۔ ﴿2﴾ اہل کتاب کہتے تھے ہم اپنے دین کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے حالانکہ ان کے دین کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ پر ایمان لائیں۔

سوال3: ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''تو وہی لوگ نافرمان ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو وہی لوگ نافرمان ہیں'' جو محمد ﷺ پر ایمان نہیں لایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے پختہ عہد کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اس عہد شکنی کی سزا کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طور پر جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہو گیا ہے کیونکہ وہ نافرمان ہے۔

﴿ أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ (83) ﴾

''کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور کو تلاش کرتے ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے اور اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے۔''(83)

سوال1: ﴿ أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ ﴾ ''کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور کو تلاش کرتے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ کے دین اور غیر اللہ کے نظامات میں کیا بنیادی فرق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور کو تلاش کرتے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ کے دین اور غیر اللہ کے نظامات میں بنیادی فرق ہے۔اسلام اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظام ہے اور غیر اللہ کے نظامات خود ساختہ ہیں۔ ﴿2﴾ اسلام دین فطرت ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور غیر اللہ کے نظامات فطری خلا پیدا کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ اسلام فرد کی ذات، اجتماعی نظام، نظام زندگی اور کائنات کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرتا ہے اور غیر اللہ کے دیے ہوئے نظریات میں کہیں فرد کی ذات کو دبایا گیا تو کہیں اجتماعی نظام کو حاوی کیا گیا۔غیر اللہ کے دیے ہوئے نظریات میں کائنات اور انسان کے نفس کے اندر جاری قوانین کی مخالفت ہے۔ ﴿4﴾ اسلامی نظام زندگی سے انسان کو راحت اور اطمینان ملتا ہے، غیر اللہ کے دیے ہوئے نظریات سے انسان بے چین اور پریشان رہتا ہے۔وہ ذوق یقین سے محروم ہو جاتا ہے۔اس کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرنے کی خواہش نہ درست ہے نہ مناسب اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے دین سے بہتر کوئی دین نہیں۔

سوال2: ﴿ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا ﴾ ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے'' اس کائنات کی زندہ اور غیر جان دار اشیاء اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ہر ایک اللہ تعالیٰ کے قانون میں بندھا ہوا ہے۔

سوال3: ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے'' سے انسان کو کس طرف توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے'' سے انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ساری کائنات رب کے آگے جھکی ہوئی ہے اور تمہاری فطرت بھی یہی چاہتی ہے کہ تم رب کے آگے جھک جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے فرماں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بردار بن جاؤ۔ ﴿2﴾ انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر اسلام کے خلاف راستہ اختیار کرو گے تو فطرت کے خلاف راستہ اختیار کرو گے۔ اپنی طبیعت اور مزاج کے خلاف راستہ اختیار کرو گے۔ اس لیے اپنے خلاف نہ چلو۔ ﴿3﴾ اگر اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کیا تو تباہ ہو جاؤ گے، راستہ گم کر بیٹھو گے، اپنی شخصیت ہی گم کر بیٹھو گے۔ ﴿4﴾ اگر اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی پہچان گم کر دو گے جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ﴿5﴾ مومن خوشی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جب کہ کچھ مجبوراً اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں، اس میں باقی تمام مخلوقات شامل ہیں۔ ﴿6﴾ کافر بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں، اس سے نکل نہیں سکتے۔

سوال 4: ﴿وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے'' سے دو چیزیں سامنے آتی ہیں۔ ﴿1﴾ عمومی۔ سب نے اس کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ ﴿2﴾ خصوصی۔ انسانیت نے لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے نظام کی طرف ہی جانا ہے۔ ﴿3﴾ تمام مخلوق اسی کے پاس لوٹ کر جائے گی۔ وہ سب کے درمیان فیصلہ کرے گا اور انہیں جزا و سزا دے گا۔

﴿قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (84)﴾

''آپ کہہ دو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰ کو، عیسیٰ کو اور تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کی اطاعت کرنے والے ہیں۔'' (84)

سوال 1: ﴿قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''آپ کہہ دو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰ کو، عیسیٰ کو اور تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''آپ کہہ دو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! آپ اور جو مومن آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت پر ایمان لائے ہیں کہہ دیں کہ ہم اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے اسماء وصفات کا اعتراف کرتے ہیں۔ (تفسیر المیسر: 78/1) ﴿2﴾ ''اور اس پر بھی جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا'' یعنی قرآن مجید پر ایمان لائے۔ ﴿3﴾ ''اور اس پر بھی جو ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر نازل کیا گیا'' جو تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا۔ ﴿4﴾ ''اور ان کی اولاد پر نازل کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا''یعنی یعقوب اوران کے بیٹوں، پوتوں پر نازل کیا گیا۔ ﴿5﴾ ''اوراس پربھی جوموسیٰ کو،عیسیٰ کواورتمام انبیاءکوان کے رب کی طرف سے دیا گیا''یعنی تورات، زبور،انجیل اورجوتمام انبیاء پر رب کی طرف سے نازل کیا گیا۔ ﴿6﴾ پہلے یہ حکم دیا گیا کہ محمد ﷺ پر ایمان لائیں اوران کی مدد کریں۔ یہاں یہ حکم دیا گیا کہ سب انبیاء پر، کتابوں پراوراسلام پرایمان لائیں جوسب انبیاء کا دین تھا۔

سوال2: ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ ''ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے'' انبیاء کے درمیان تفریق کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انبیاء کے درمیان تفریق کرنے سے مراد ایک نبی کو ماننا باقیوں کو نہ ماننا ہے۔ ﴿2﴾ انبیاء کے درمیان تفریق کرنے سے مراد ایک کی فضیلت ثابت کرنا اور باقیوں کو کم درجے کا ثابت کرنا ہے۔ ﴿3﴾ انبیاء کے درمیان تفریق کرنے سے مراد کسی نبی کو سچا کسی کو جھوٹا سمجھنا ہے۔ ﴿4﴾ ''ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے'' ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی تصدیق اورتکذیب کے اعتبار سے فرق نہیں کرتے۔ (تفسیر منیر:309/2)

سوال3: ﴿وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ ''اورہم اسی کی اطاعت کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اورہم اسی کی اطاعت کرنے والے ہیں'' ہم اللہ تعالیٰ کے آگے سرتسلیم خم کرنے والے ہیں۔ ﴿2﴾ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ﴿3﴾ ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں۔ ﴿4﴾ ہم اس کی مخلصانہ عبادت کرتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (85)﴾

''اور جوشخص اسلام کے علاوہ کوئی اوردین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اوروہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔'' (85)

سوال1: ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ ''اور جوشخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جوشخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا'' جوشخص شہادتوں کے اقرار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ہدایت اخذ نہیں کرتا، اس نظام کو قبول نہیں کرتا جو نبی ﷺ لے کر آئے ہیں، ان کی لائی ہوئی شریعت کو اپنی زندگی میں نافذ نہیں کرتا، اپنے سارے فیصلے اس کتاب کے مطابق نہیں کرتا اس کا پھر کوئی اور طریقہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔ جوشخص اللہ تعالیٰ کے اس پسندیدہ دین کے علاوہ کسی اور دین پر چلے گا اس کا عمل نا قابل قبول ہوگا کیونکہ دین اسلام میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت قبول کرنا اور رسولوں کی فرماں برداری کرنا شامل ہے۔ جب تک یہ کام نہ کرے اس وقت تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والا اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کا باعث بننے والا عمل نہیں کیا اور اسلام کے سوا ہر مذہب باطل ہے۔(تفسیر سعدی:388/1)﴿3﴾مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اعمال حاضر ہوں گے، نماز آ کر کہے گی: اے اللہ! میں نماز ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو اچھی چیز ہے، صدقہ آئے گا اور کہے گا: اے پروردگار! میں صدقہ ہوں، جواب ملے گا: تو بھی خیر پر ہے، روزہ آ کر کہے گا: میں روزہ ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو بھی بہتری پر ہے، پھر اسی طرح سے اور اعمال بھی آتے جائیں گے اور سب کو یہی جواب ملتا رہے گا، پھر اسلام حاضر ہوگا اور کہے گا: اے اللہ! تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو خیر پر ہے۔آج تیرے ہی اصولوں پر سب کو جانچوں گا۔پھر سزا یا انعام دوں گا۔اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے ﴿**وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ**﴾''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔''(تفسیر ابن کثیر:436/1)

سوال2:﴿**الْاِسْلَامِ**﴾''اسلام'' کیسا دین ہے؟

جواب:﴿1﴾اسلام صرف عبادات اور بندگی کے طریقوں تک محدود نہیں۔﴿2﴾صرف ذکر، اذکار اور مراقبے تک بھی محدود نہیں۔﴿3﴾محض روحانی اور اخلاقی اصلاح کے کسی نظام تک بھی محدود نہیں۔﴿4﴾اسلام ایک منظم نظام حیات ہے۔(i) جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر ہے۔(ii) جس میں دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔(iii) جس میں عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔(iv) جس میں ذکر بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔(v) جس میں اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت دلوں کی اصلاح ہو۔(vii) جس میں معاشرت کے طور طریقے بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اخذ کیے گئے ہوں۔(vi) جس میں قانونی فیصلے بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق ہوں۔

سوال3:﴿**وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ**﴾''اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿**الْخٰسِرِيْنَ**﴾سے مراد ہلاک ہونے والے ہیں کیونکہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔خسارہ اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہر چیز میں خسارہ اٹھایا حتیٰ کہ اپنی جانوں کو بھی خسارے میں ڈال دیا۔

﴿**كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ**(86)﴾

''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ حالانکہ انہوں نے گواہی دی کہ یقیناً رسول سچا ہے اور ان کے پاس واضح دلیلیں بھی آ چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''(86)

سوال1:﴿**كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ**﴾''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟'' اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿1﴾ ''اوراللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟'' اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے جو اسلام کی نعمت پا کر کفر کا رویہ اختیار کرے۔ ﴿2﴾ جو ظلم کا رویہ اختیار کرے۔ ﴿3﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: انصار کا ایک شخص اسلام لے آیا پھر مرتد ہو گیا پھر لوٹ آیا اور شرک کرنے لگا پھر نادم ہوا۔ اس نے اپنی قوم کی طرف پیغام بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجو اور پوچھو: کیا میرے لیے توبہ ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ﴾ اس آیت تک: ﴿وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۤ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اس کی قوم کے لوگوں نے اس کی طرف پیغام بھیجا تو وہ اسلام لے آیا۔ (جامع البیان: 366/3)

سوال 2: ﴿وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ﴾ ''حالانکہ انہوں نے گواہی دی کہ یقیناً رسول سچا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''حالانکہ انہوں نے گواہی دی کہ یقیناً رسول سچا ہے'' انہوں نے گواہی دی کہ یقیناً محمد ﷺ سچے ہیں۔

سوال 3: ﴿وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾ ''اوران کے پاس واضح دلیلیں بھی آ چکی تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اوران کے پاس واضح دلیلیں بھی آ چکی تھیں'' ان کے پاس نبی ﷺ جو کچھ دین حق میں سے لے کر آئے اس کی صحت کی دلیلیں اور نبی ﷺ کی صداقت کی دلیلیں آ چکی تھیں۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ کی ذات، آپ ﷺ کی تعلیمات کے بارے میں گواہی کہ وہی تعلیم لائے ہیں جو پچھلے انبیاء لاتے رہے۔

سوال 4: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اوراللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اوراللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' انہوں نے ظلم کیا اور حق کو پہچان کر اس کو ترک کیا۔ انہوں نے ظلم اور خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے باطل کو اختیار کر لیا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ باطل ہے۔ اس لیے انہیں ہدایت کی توفیق نہیں ملتی۔ ﴿2﴾ ہدایت کی امید اس کے لیے کی جا سکتی ہے جو حق کو نہ پہچانے لیکن اسے حق کی تلاش ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہدایت کے اسباب میسر فرما دے اور گمراہی سے بچا لے۔

﴿اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (87)﴾

''یہ لوگ، یہی سزا ہے ان کی کہ یقیناً ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے۔'' (87)

سوال 1: ﴿اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''یہ لوگ یہی سزا ہے ان کی کہ یقیناً ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یہ لوگ، یہی سزا ہے ان کی کہ یقیناً ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے'' اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیر اور بھلائی سے محروم کر دیا ہے۔ ﴿2﴾ لعنت سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کے مومن پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کا مومن پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اگر دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو تو وہ کانپ اٹھتا ہے۔ ﴿2﴾ مومن اسلام کے سوا کسی اور دین کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔

﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (88) ﴾

''اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے۔'' (88)

سوال 1: ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ ''اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ لعنت، عقوبت اور آگ میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿2﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک بار کی رحمت سے محرومی ہمیشہ کی محرومی ہوگی۔ ﴿3﴾ پھر عذاب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ ﴿4﴾ کسی قسم کی مہلت نہ دی جائے گی۔ ﴿5﴾ ابو العالیہ کہتے ہیں ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ سے مراد ہے کہ وہ آگ میں یعنی لعنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴾ یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہ بولیں گے اور نہ ہی انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں۔ (المرسلات: 35,36)

سوال 2: ﴿ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ ''ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا'' یعنی ان کا عذاب نہ تو ختم کیا جائے گا نہ ہلکا کیا جائے گا۔ ﴿2﴾ ''اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے'' کیونکہ مہلت کا دور ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی عمر دے دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ انہیں اگر دوبارہ دنیا میں آنے کا موقع دیا جائے تو پھر وہی کام کریں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۖ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (89) ﴾

''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (89)

سوال 1: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ﴾ ''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی'' یعنی جن لوگوں نے کفر اور ظلم کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿2﴾ ''اوراپنی اصلاح کی''جن لوگوں نے ایمان اورصالح اعمال کے ساتھ اپنے نفوس کی اصلاح کی۔﴿3﴾ توبہ دراصل تزکیہ،تطہیر اور اصلاح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا﴾ یقیناً کامیاب ہوگیاوہ جس نے اسے پاک کیا۔اور یقیناً نامرادہواوہ جس نے اس کودبادیا۔(الشمس:9،10)

سوال2: اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کب تک قبول کرتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ جان حلق میں نہ آجائے۔﴿1﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ جان حلق میں نہ آجائے۔''(ابن ماجہ 4253)﴿2﴾ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیں گے۔''(صحیح مسلم:6861)

سوال3: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے گناہوں کو بخش دے گا اور اپنی رحمت سے انہیں جنت میں داخل کرے گا۔(ایسرالتفاسیر:188)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے توبہ اور اصلاح کا عزم رکھنے والوں کی دلی کیفیت سے اپنی رحمت کا یقین دلایا ہے۔اگر انسان توبہ پر آمادہ ہوسکتا ہے تو رب اس سے بڑھ کر اس کے گناہ معاف کرکے،اس کی مغفرت کرکے اس پر رحمت کرسکتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کفر اور گمراہی کے باوجود اسلام کے دروازے کھولے رکھتا ہے۔اسلام کا دروازہ کیسے کھلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ کفر اور گمراہی کے باوجود اللہ تعالیٰ اسلام کے دروازے کھولے رکھتا ہے،واپسی کے دروازے بند نہیں کرتا یوں توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھتا ہے۔﴿2﴾ اسلام بندے اور رب کے درمیان کسی اور ہستی کو حائل نہیں رہنے دیتا۔جب بھی بندہ سچے دل سے اپنے گناہوں پر پشیمان ہو،وہ زمین کے کسی گوشے میں ہو،اپنے رب کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرکے آئندہ کبھی نہ کرنے کا عہد کرکے اپنے گناہوں پر توبہ کرسکتا ہے۔﴿3﴾ اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہدایت کا دروازہ کھولنے کے لیے انسان خود دستک دے۔﴿4﴾ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان توبہ کے بعد عمل صالح شروع کردے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ (90)﴾

''یقیناً جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا،پھر کفر میں بڑھتے ہی گئے،ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔''(90)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود ہیں جنہوں نے انجیل کا اور عیسیٰ علیہ السلام کا کفر کیا پھر اپنے کفر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کر کے بڑھ گئے۔(جامع البیان:369/3) ﴿2﴾ ابو العالیہ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود اور عیسائی ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر اپنے گناہوں کی وجہ سے کفر میں اور بڑھ گئے پھر اپنے کفر میں ہی اپنے گناہوں کی بخشش مانگی۔ اگر وہ اس سے پہلے ہدایت پر ہوتے تو ان کی توبہ قبول ہوتی لیکن وہ اپنی گمراہی پر رہے۔(الدر المنثور:88/2)

سوال2: ﴿ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا ﴾ ''پھر کفر میں بڑھتے ہی گئے'' کفر میں آگے کیسے بڑھا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر کفر میں بڑھتے ہی گئے'' توبہ نہ کر کے، اپنے رویے کی اصلاح نہ کر کے، کافرانہ رویے پر اصرار کر کے کفر میں آگے بڑھا جاتا ہے۔ ﴿2﴾ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک کر، بدگمانیاں پھیلا کر، شبہات پیدا کر کے، دلوں میں وسوسے ڈال کے، بدترین سازشیں اور ریشہ دوانیاں کر کے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن کامیاب نہ ہونے پائے کفر میں آگے بڑھا جاتا ہے۔

سوال3: ﴿ لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ﴾ ''ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اس لیے ''ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ اور ہم ان کے دلوں اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ لوگ پہلی بار اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔(الانعام:110) ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ﴾ پھر جب وہ پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا۔(الصف:5) ﴿2﴾ ''ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی'' اس لیے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر ایمان نہیں لائے تھے۔ جب انہوں نے کفر پر اصرار کیا تو اس کے ساتھ ان کی توبہ کیسے قبول کی جائے!

سوال4: ﴿ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴾ ''اور وہی لوگ گمراہ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور وہی لوگ گمراہ ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہی لوگ گمراہ ہیں۔ جو اس حال میں ہو اس کی توبہ کبھی قبول نہیں ہوتی۔ ﴿2﴾ اس سے بڑی گمراہی کیا ہو سکتی ہے کہ انسان آنکھوں سے دیکھ کر سیدھی راہ کو ترک کر دے۔

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (91) ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر چہ وہ اس کو فدیے میں دے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔''(91)

سوال1: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے'' اس سے مراد سارے کافر ہیں جنہوں نے کفر کی حالت میں جان دی۔

سوال2: ﴿ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ﴾ ''تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگر چہ وہ اس کو فدیے میں دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگر چہ وہ اس کو فدیے میں دے'' قیامت کے دن انسان چاہے گا اپنے بدلے میں کچھ دے کر اپنی جان بچالے۔ اس کو پورا کرنے کے لیے اس دن اس کے پاس کوئی مال نہیں ہوگا۔ اور اگر ہو بھی تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگر چہ وہ اس کو فدیے میں دے۔

سوال3: کسے صدقہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جو انسان زندگی میں اللہ تعالیٰ کے اصولوں کے خلاف خرچ کرتا ہے اس کے صدقہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ﴿2﴾ دار العمل کے ختم ہونے کے بعد زمین بھر کر بھی صدقہ کرنے کا ارادہ ہو تو قبول نہیں ہوگا۔

سوال4: ﴿ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' انہیں آگ سے ہرگز نہیں نکالا جائے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

سوال5: ﴿ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴾ ''اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' وہ دن ہوگا جس میں مال اور بیٹے نفع نہیں دیں گے مگر جو اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر آیا جو شک، شرک اور سارے گناہوں سے پاک ہوگا وہ آگ سے نجات پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔ (ایسر التفاسیر:189) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ جہنم والوں میں سے کم عذاب والوں میں سے فرمائے گا: اگر دنیا اور جو کچھ اس میں ہے تیرے لیے ہو تو کیا تو اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ دے دے گا؟'' وہ کہے گا: ''جی ہاں!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''میں نے تجھ سے اس سے بھی کم ترین چیز کا مطالبہ اس وقت کیا تھا جب تو آدم کی پشت میں تھا کہ تو (مجھ سے) شرک نہ کرنا۔'' (صحیح مسلم:7083)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "